

188609

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 188609
I

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۵۷۶۰۸۳ Accession No. ۵۲۱۸۹

Author ج. ۲۱۸۹
محمد سعید آ - ج

Title اللہ اور میں

This book should be returned on or before the date last marked below.

~~_____~~

انقلاب روس

مصنف

محمد سعید صاحب جوہر بی بی

ناشر
مکتبہ برہان - دہلی - قلوبِ باغ

قیمت تین روپے

۱۳۶۵
۱۹۴۵

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	روس کی عام حالت	۱
۱۸	زآر۔ نارینہ۔ راستوٹن	۲
۴۵	قرووی کا انقلاب	۳
۶۳	لینن کی آمد	۴
۷۱	انقلابی عناصر کا اقدام	۵
۸۱	بولشویک کو شکست	۶
۸۶	رجعت پسند عناصر کی جدوجہد	۷
۹۵	بولشویک کی جدوجہد	۸
۱۰۳	اکتوبر کا انقلاب	۹
۱۱۲	انقلاب کے قزاقوں کے حالات	۱۰
۱۲۶	مجلس دستور ساز	۱۱
۱۳۱	جبرمنی سے صلح	۱۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۱	پرولتاری امریت اور اقتصادی ابتری	۱۳
۱۴۳	خانہ جنگی اور سرمایہ دار ممالک کی ریشہ دوانیاں	۱۴
۱۶۶	سیاسی و اقتصادی محاذ	۱۵
۱۸۹	نیا اقتصادی لائحہ عمل یا 'نپ'	۱۶
۲۰۳	بولشویک اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں	۱۷
۲۳۹	لیٹن - ٹروٹسکی ساسٹالین	۱۸
۲۶۰	حکمران لیٹنہ کی تحلیل	۱۹
۲۸۲	یورپ میں اشتراکی اثرات کی فتح و شکست	۲۰
۲۹۱	لیٹن لیٹنہ کی نشوونما	۲۱
۳۰۷	لیٹن کی وفات	۲۲

روس کی عام حالت

ایک وسیع ملک جس کو قدرت نے زرخیز زمین، مفید معدنیات، خداداد نہاتاں، قوی حیوانات اور آب پاش دریاؤں سے مالا مال کر رکھا ہو۔ اس کے متعلق اہل دول کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ ایک غیر ترقی یافتہ ملک ہے کتنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی ملک کے باشندے تدبیر و تفکر اور عمل کی اہلیت کھو بیٹھیں اس حالت میں ان کو قدرت کی نیا مٹی سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ انسان اپنا مقام سمجھ لینے پر قدرت کو تسخیر کرنے اور ایک شکر گزار بندے کی طرح اس کے انعامات سے فائدہ اٹھانے میں نہمک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر انسان تدبیر و تفکر سے بے بہرہ ہو جائے اور کائنات عالم سے اس کا جو تعلق ہے اس کو نہ سمجھے اس وقت قدرت کی فیاضی ہر فرد و قوم کو مست کر دیا اور بے عمل بنا دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قدرت اور انسان میں باہم عمل و رد عمل کا سلسلہ مفقود ہو جانے پر ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔ روس کے باشندے بظاہر تنومند، خوش رو، اور خوش خور انسان تھے۔ لیکن ذہانت و ارتقار کے اعتبار سے وہ ابھی تمدن کے ابتدائی منازل طے کر رہے تھے۔ قدرت نے اپنی فیاضی سے ان کو جو کچھ بخش رکھا تھا اس پر قانع تھے نہ کسی اقتصادی ترقی کا خیال ان کے ذہن میں آیا تھا اور نہ تاریخی

امتنا کی طرف ان کی نظر گئی تھی یہ ساری ممالک کی جدوجہد ان کو بے معنی معلوم
 ہوتی تھی وہ کائنات عالم کی حرکت و نمو ہست و بود سے لاپرواہ خس و خاشاک
 کی طرح وقت کی رو میں بہے چلے جا رہے تھے۔ روس کا مذہب نام کو عیسائیت
 تھا لیکن نہ وہاں کے باشندوں میں روحانی ترقی کا جذبہ کارفرما تھا اور نہ
 انسانی برادری کے تخیل سے وہ آشنا تھے جیسا کہ ہمیشہ و آرام اور انفرادی نفع
 ان کے ہر عمل کا محرک بنا ہوا تھا۔ چند توہمات اور متعدد رسومات ان کی طمانی
 زندگی کا کل سرمایہ تھیں جن پر وہ سختی سے کاربند تھے۔ انہوں نے کبھی اس
 امر پر غور نہیں کیا تھا کہ مذہب ہمیشہ اپنے اندر انقلابی روح مستور رکھتا ہے
 اور یہ مذہب کے رو بہ ترقی انقلابی رجحانات ہی ہوتے ہیں جو اس کو کسی
 مروجہ نظام فکر کے خلاف فوج دیتے ہیں۔ انسانی فکر کی ہمیشہ سے یہی دراندگی رہی
 ہے کہ وہ مذہب کی انقلابی نوعیت کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور یہ بھول جاتا
 ہے کہ پیغمبر دنیا کی سب سے زبردست انقلاب انگیز بستیاں ہوتی ہیں جنہوں
 نے ہمیشہ اس نظام فکر و عمل کے خلاف جہاد کیا ہے جو امتداد زمانہ سے
 انسانی ترقی کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ روسی عوام کو یہ خبر بھی نہ تھی کہ مذہب
 دو اجزا سے مرکب ہوتا ہے ایک دوا می قدر و وجود ایسی دلا نوال ہوتی ہیں۔ اور
 دوسرے چند نفل احکامات جو کسی خاص زمانہ کی ضرورت کے مطابق تشکیل
 کئے جاتے ہیں جو چند صدیاں گزرنے پر اجتہاد کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اور
 ان نفل احکامات کو بدلتے ہوئے دور کے متفقنائے وقت کے مطابق لا
 ہی کسی معاشرہ میں دوا می قدر کو از سر نو جاری کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ قدر
 کے باشندے نہ صرف یہ کہ تاریخی تقاضوں کی روشنی میں مذہب میں اجتہاد کرنا
 کفر خیال کرتے تھے بلکہ انہوں نے عیسائیت کی انیسویں صدی کی طرح کر لی تھی کہ ان کو

کہیں زیادہ حسین اور عوب کن تھیں اور جب بڑے بڑے ہونٹوں کے سامنے رہی
 جاگیو واروں کو اپنے حملات میں نظر آنے لگے۔ اس وقت ان کے دل و دماغ میں اس
 دارانہ نظام کے رائج کرنے کی خواہش پیدا ہوئی حوص کے اکسانے پر دوس کے
 ہر طبقہ نے اپنے ملک کو بہت بڑے پیمانے پر صنعتی بنانا شروع کر دیا۔ انسانی
 زندگی کچھ اس طرح ترتیب دی گئی ہے کہ انسان کی کسی نفسی کیفیت کو بڑا کھنا غلط
 معلوم ہوتا ہے حوص و طمع کا شمار حسن جذبات میں نہیں ہوتا لیکن بعض مرتبہ
 انسان سے ان فوجی جذبات نے بھی کیسے کیسے مفید کام کرائے ہیں دوس
 میں پہلے جس جگہ ایک دہقان تن تنباہل چلا یا کرتا تھا اب وہاں آلاتی و دنیا آباد
 ہو گئی۔ لیکن تاریخ کسی گناہگار قوم کو ملامت کا انتقام لئے نہیں چھوڑتی۔ سرور اور ۱۰۰ طبقہ
 کی صدیوں کی خواب غفلت کا انتقام تاریخ نے اس طرح لیا کہ جب ملک کے حالات
 سے آراستہ کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوئی اس وقت دوس دوسرے سرمایہ
 دار ملکوں سے نہ صرف کثیر رقم قرض یعنی بڑی بڑی ملکوں کی بڑی بڑی صنعتوں کے ٹھیکے
 بھی غیر ملکوں کو مجبوراً دینے پڑے اس طرح روس پر غیر ملکی سرمایہ داروں کا قبضہ ہو
 گیا۔ اقتصادی شر اور سیاسی ریشہ دوانیوں کا جو ملی دامن کا ساتھ ہوتا ہے چنانچہ
 (وقت گزرنے پر روس نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی غیر ملکی سرمایہ
 داروں کے چنگل میں پھنس گیا) اور یہ بیرونی ممالک کے اقتصادی اثرات اور
 سیاسی ریشہ دوانیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ جب ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی
 اس وقت دوس کو بھی ان ممالک کی طرف سے جنگ کی آگ میں کودنا پڑا جنکی
 نقری وطلالی زنجیروں میں روس جکڑا ہوا تھا۔

روس اور ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم

دو ملک بہادران جنگجو ہوں لیکن ایک ملک کی فوج جدید آلاتی ہاور

دوسرے کی نیم آلاتی ہتھیاروں سے مسلح ہو۔ ایک کے پاس پرانی وضع کی ہندو
ہو اور دوسرے کے پاس مشین گن اور ان دونوں کی جنگ ہو جائے اس
صورت میں ہر انسان آلاتی ملک کی فتح کی پیشگوئی کرے گا۔ اتحادیوں کے
اقتصادی اخراور سیاسی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر روس جنگ عظیم میں ضرور
شریک ہو گیا لیکن جرمنی کی آلاتی فوج کا مقابلہ نہ کر سکا جب لپے ولڈے شکستیں
ہوئیں اور ناامیدی و مایوسی کی ہر تمام ملکوں میں بجلی کی طرح دوڑی اس وقت
روسی حکومت پر یہاں تک نشان ہوا کہ روح و مادہ بحقیقت و مجاز سب ایک ہی
شے ہے۔ دنیا میں بہتر نفسی کیفیت کسی فرد و قوم کی کامیابی کے لئے کافی نہیں
ہوتی بلکہ اس نفسی کیفیت کی مدد پر مادی ذرائع ہونے بھی ضروری ہیں۔ تب کہیں
فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے زندگی کے ہر گوشے پر نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہوتا
ہے کہ ہر قوم کی کامیابی کے لئے اعلیٰ نفسی کیفیت اور اچھے مادی ذرائع دونوں ہی
ضروری ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا ہونا کامیابی کے لئے ناکافی ہوتا ہے
روسی فطری طور پر بہادر تھا لیکن آلاتی ہتھیاروں سے مسلح نہ تھا وہ کامرانی کی
ایک شرط پوری کرتا تھا لیکن دوسری مفقود تھی مادی اور روحانی دنیا میں تفریق
کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ جرمن فوج جو روح و مادہ کے امتزاج کا نتیجہ تھی حملہ آور
ہوئی روس اس کو نزدیک سکا جب ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں روس کی اسمبلی ڈوما
میں ممبران نے وزیر جنگ سے فوجی حالات پر تبصرہ کرنے کا مطالبہ کیا جواب ملا
فتح کی ساری امید میں ملک کی وسعت و ولولوں کے ناقابل عبور ہونے اور
سینٹ لیو کی شفقت سے وابستہ ہیں یہ چند جملے اس امر کا اعلان تھے کہ کوئی
معجزہ ہو جائے تو خیر وہ روس کی شکست لازمی ہے۔ اس ناامیدی کے باوجود
اتحادیوں کی ساری روسی حکومت سے برابر فوج تیار کر رہی تھی اور بھرتی کی

تعداد ایک کروڑ چھ انون تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن تاریخ عالم کا یہ فیصلہ ہے کہ غیر منظم بے سروسامان تعداد اگرچہ بہت بڑی ہی کیوں نہ ہو منظم اور ساز و سامان سے مسلح کم تعداد پر قابو نہیں پاسکتی حکومت نے دیہات سے نوجوان کسان پکڑ کر ان کو فوجی و درسی ضرورہ پہنادی لیکن نہ ان کی نفسی کیفیت کو سپاہیانہ بنا سکی نہ ان میں فوجی جبارت اور جنگی زاویہ نظر پیدا کر سکی اور نہ وہ فوجی قواعد اور ہتھیار کا استعمال ہی اس قلیل عرصے میں پوری طرح سکھا سکی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خوش رو روسی نوجوان کی کثیر تعداد جرمن توپوں کی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئی۔ جب پچیس لاکھ کسان حکومت کی غلط سیاست اور فوجی افسروں کی ناتجربہ کاری کا شکار ہو چکے تب باقی ماندہ بدول ہو کر محاذ جنگ سے فرار ہونے شروع ہو گئے اور کیوں نہ ہوتے جان عزیز کو رائیگاں ہوتے نہیں دیکھا جاتا۔ جرمنی کی آلاتی فوج کے خلاف جنگ کرنا خود کشی کرنے کے ہم معنی تھا۔ پادوسی سپاہی تو جدید طریقہ جنگ سے نا بلد تھا ہی اور روسی فوج کے افسر بھی اس سے بے بہرہ تھے ان میں بھی فوجی علم و عمل بہت و شجاعت و تفکر و تدبیر۔ فردی فیصلہ و عمل کی اہلیت۔ دور بینی اور خالص فوجی نقطہ نظر کا فقدان تھا۔ روسی افسروں کی نا اہلیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب جرمن افواج نے کیتھ کے سامنے پیراجا دیا اس وقت فوج کے افسران اعلیٰ میں یہ مباحثہ شروع ہوا کہ کیوں جو بزرگان دین مد فون ہیں ان کی میتوں کو گس طرح کسی محفوظ جگہ پہنچایا جائے۔ چار تہیتی گھنٹے اسی رد و قدر میں گزر گئے اور لطف یہ کہ اس پر بھی طریقہ کار طے نہ کر سکے جب یہ مسئلہ زار روس کے سامنے پیش کیا گیا اس کے متعلق شہنشاہ روس کی عقیدت مند دانائے یہ تھی "جرمن اس متبرک شہر پر گولہ باری نہ کریں گے اور اگر انھوں نے ایسا کر کے بزرگان دین کے مزدوں کی بے حرمتی کی تب ہمارا کیسا نقصان ہے (ہمیں پر قبہ الہی نازل ہوگا) پادریوں کا طبقہ جن کے لئے ان بزرگوں

کی قبور قوت لامیت کا مسئلہ تھا اس معاملہ کو فوج و بادشاہ کے سپرد کس طرح کر سکتے تھے چنانچہ انہوں نے قبور کھود کر بزرگوں کی ہڈیاں لٹکانی شروع کر دیں وہ کہتے تھے "جب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اپنا ستارہ عظیم بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ بھلا انسانی توہمات کی تجارت کرنے والے اپنا زر حاصل کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔ دشمن سامنے کھڑا ہوا اور چار گھنٹے قبور کے مسئلہ پر لگا دئے جائیں۔ فوج کے لئے کس درجہ تباہ کن ثابت ہو سکتا تھا لیکن فوجی فاعلوں کے فکری استعمال کا یہ عالم تھا کہ ان کو وقت کی قدر و قیمت کا مطلق احساس نہ تھا جو اس وقت سے طے پالنے کے محتاج ہوں ان کا حل عین وقت پر سوچنا پڑے نتائج کو دعوت دینا ہے۔ چنانچہ افسران سے اکثر غلط کاریاں سرزد ہو رہی تھیں۔ میدان جنگ کی غلطی بھی محسوس ہوتی ہے ایک غلطی سے لاکھوں جانیں پامال ہو جاتی ہیں۔ جہاں غلط اقدام کی تعداد صحیح اقدام سے زیادہ ہو۔ وہاں سپاہی کی جان بچ جانا معجزہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں سپاہی کا باغی ہو جانا لازمی تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ جو انقلاب پسند مزدور گرفتار کیا جاتا اس کو حکومت بطریق سزا محاذ جنگ پر روانہ کرتی وہ وہاں پہنچ کر عام سپاہیوں میں مزید باغیانہ جذبات پھیلاتا۔

فکر و تدبیر کا فقدان اور قہر الہی کا نزول ایک ہی کیفیت کے دو مختلف نام ہیں۔ قدرت کی طرف سے پوری پوری مہلت مل چکی ہو۔ لیکن انسان خواب غفلت سے نہ چونکے اور جب گرفت کا وقت سر پر آجائے اس وقت دعاؤں، التجاؤں، فکر و عمل سے چاہے کہ تباہی کا لمحہ قلیل عرصے کے لئے ٹل جائے اس وقت امیدیں بر نہیں آیا کرتیں جس زمانہ میں مغربی یورپ قدرت کی طاقتوں کو تسخیر کرنے اور فوجی طاقت کو لاتی بنانے میں لگا ہوا تھا۔ روس نیم خوابیدہ انسان کی طرح زندگی گزار رہا تھا جب تاریخ نے اپنے پہلے دستور کے مطابق یہ امتحان لیا

کہ دنیا میں باعزت زندہ رہنے کا حق کس کو حاصل ہے اور روس کا سیلاب ہوتا نہ دکھائی دیا اس وقت روس کا سربراہ اور وہ طبقہ سراپا ہلس و پریشانی بن گیا۔ خطرے کے وقت ہلس طاری ہو جانا شکست کا پیش خیمہ ہوتا ہے چنانچہ روسی فوج کو بڑی بڑی شکستیں ہوئیں۔ خام کاروں کی یہ خاص خصوصیت ہوتی ہے کہ شکست و ناکامی کے موقع ہمدہ اپنا پہلو بجا کرتا ہے کی ساری ذمہ داری دوسرے کے شالوں پر رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آزار دوس نے بھی حالات پر غور کرنے مشکلات کا حل سوچنے اور ایک ذمی ہوش انسان کی طرح امید شکن حالات پر قابو پانے کی بجائے شکست کی ساری ذمہ داری اپنے وزیر جنگ اور دیگر فوجی افسروں پر رکھ دی نہ صرف یہی بلکہ غداری کا الزام لگا کر ان کو قید و بند میں ڈال دیا۔ خیال یہ تھا کہ اس طرح شاید فوج میں کھوئی ہوئی امید و دلیری تنظیم از سر نو پیدا ہو جائے مگر یہ ہو جانا کہ وزیر جنگ کی گرفتاری کے کچھ عرصے بعد شکست فتح میں تبدیل ہونی شروع ہو جاتی ممکن تھا اس حالت میں فوج کے قدم جم جائے لیکن جب لے لے شکستیں ہوتی ہی چلی گئیں اور روسی فوج بدستور بہت بڑی تعداد میں جرمن غیظ و غضب کا شکار ہوتی رہی فوج کے دستے کے دستے سے ناسید ہو کر میدان جنگ سے فرار ہونے شروع ہو گئے سپاہی نے اپنی جان کو امیر طبقہ کے مفاد سے زیادہ عزیز سمجھا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حکومت نے تشدد و شروع کر دیا لیکن جہاں زندگی اور موت کا سوال ہو وہاں انسان زندگی کے لئے ہر قسم کا تشدد برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے عدول حکمی اور فرار ہونے کی سعی کی سزا میں سپاہیوں پر کوڑے بھی پڑے اور متعدد طور پر ظلم و ستم بھی ڈھائے گئے لیکن حکومت کی ایک نہ چلی اور سپاہیوں نے اپنا رویہ نہ بدلا ۱۹۱۶ء کے سرکاری بیان میں اس امر کا اعتراف اس طرح کیا گیا ہے "فوج کی حالت خطرناک ہے سپاہیوں اور افسروں کے تعلقات کشیدہ ہیں ان

میں اکثر کشت و خون کی توبت آجاتی ہے (فوج قابو سے باہر ہے "خفیہ پولیس کا افسر اعلیٰ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے " فوج میں ایسے گروہ پیدا ہو گئے ہیں جو موقع پا کر کامیاب بغاوت کر سکتے ہیں")

سرمایہ دارانہ دور چونکہ افراط و تفریط پر مبنی ہے اس لئے اس دور میں ایسے مناظر اکثر نظر پڑتے ہیں کہ ایک طبقہ پر خون برس رہا ہو اور دوسرے پر زر و مال۔ ایک توپوں کی گرج سے بہرہ ور رہا ہو اور دوسرا جنگ و رہاب کے نغموں سمیت پیش ایک لقمہ ووق میداؤں، غلیظ خندقوں، طوفان خیز سمندروں میں موت کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے زندگی کے منازل طے کر رہا ہو اور دوسرا جنگ گاتی رقص گا رہا محلوں کے ایوانوں اور پر تکلف شہروں کے گلزاروں میں عیش و نشاط سے ہم آغوش کسی جادو و شگاہوں کے سحر سے دنیا و عقبیٰ کو بھولا ہوا زندگی کو ایک رنگین خواب بنائے ہوئے لیل و نہار گزار رہا ہو جنگ کے زمانہ میں سرمایہ داری کی یہ بنیادی حقیقت بہت نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ روس میں غریب طبقہ جنگ کے ہولناک مصائب کا شکار ہو رہا تھا۔ جو فوجی خدمت اختیار کر کے محاذ جنگ پر چلے گئے تھے انہوں نے حقیقتاً موت کو لبیک کہہ ہی دیا تھا لیکن جو غریب گاؤں یا شہروں میں رہ گئے تھے ان کے لئے خوراک و ایندھن کی کمی اور سردی کی شدت موت کا پیام بنی ہوئی تھی اس کے برخلاف سرمایہ دار طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا تھا۔ حکومت نے جو کثیر رقم فوج کے لئے ضروری سامان بنانے کے واسطے کارخانہ دار کو دی تھی وہ اصل مقصد کے لئے نہیں بلکہ اپنی حرص و ہوس کی آگ بجھانے میں صرف کی جا رہی تھی۔ جنگ کی وجہ سے ملک میں مال کی آمدورفت بند و لاقتصادی مقابلہ ختم ہو جانے پر کارخانہ دار نفع کیوں نہ کمائے چنانچہ بعض بعض کارخانوں میں سو فیصدی سے زیادہ نفع

ہو رہا تھا۔ برعکاس اور امیر طبقہ کے نفع کا یہ عالم تھا کہ ان کو یہ طلسم کہہ جنت معلوم ہو رہا تھا اور وہ روسی حوروں سے ہم آغوش تھے زارینہ کی بھولی اپنی یادداشت میں تحریر کرتی ہے ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء کی سردی میں میں نے جتنے حسین و شریف قیمت لباس امیر خواتین کو زیب تن کئے دیکھے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھے تھے اس زمانہ میں جمہوریت کی خریداری بھی نمایاں طور پر زیادہ ہوئی حکومت نے خزانے کے دروازے کھول دئے تھے ماقصدادی مقابلہ ختم ہو گیا تھا اس لئے دولت مند قارون بن گئے تھے ضرورت سے زیادہ دولت سرستیوں کا دروازہ کھول دیتی ہو امر و خیال کر لے کہ جو زندگی باقی ہے اس کو طرب انگریز بنالو نہ معلوم کل کیا ہو۔ حوریاں پری پیکر جب یہاں موجود ہیں آسمانی حوروں کا خیال لامحالہ ہے۔ دو لے خون میں حدت پیدا کر دی تھی گرم گرم خون دل کے ہر شریمان کو ابھار رہا تھا۔ بوالہوسی اور حسن ہم آغوش تھے اوسان کا ہم دگر ہونا جو اہرات اور قیمتی لباسوں کی خرید و فروخت کا سبب بھی ہوتا ہے اور نتیجہ بھی عجب نہیں کہ زارینہ کی بھولی جو شاہد سرمایہ داری کے بنیادی اصول سے نا آشنا تھی اس حیرت میں پڑ گئی ہو کہ روس بھوک اور پیاس کی مصیبت میں گرفتار ہے اوسان لوگوں کو خوش پوشی و خوش پوشی سے فرصت نہیں دے لیکن سرمایہ داری کچھ ایسا نظام ہے کہ سرمایہ دارانہ معاشرہ میں کسرت و فراغت بھوک اور سیر شکلی مصیبت کی موت اور راحت کی زندگی بیک وقت جمع ہو جاتی ہیں

نہ صرف یہی کہ امیر طبقہ اپنے تہہ خانوں میں سیم و زر کا انبار لگا رہا تھا بلکہ افواج کی شکست اور حکومت کی بدحواسی دیکھ کر روس کی تمام برعکاسی پارٹیوں نے متحد ہو کر شہنشاہ کے روبرو وزیر حکومت قائم کرنے کا مطالبہ پیش کر دیا تھا۔ ڈوما کے اس مطالبہ کی تلخی کھولتے ہوئے خفیہ کانفرس علی لکھتا ہے سرمایہ دار

جماعت کی مختلف پارٹیاں انقلاب نہیں چاہتیں بلکہ موجودہ انقلابی حالات کو مراعات حاصل کرنے کا آلہ بنانا چاہتی ہیں ان کا انقلابی تحریکات کے ساتھ ہونا ان کے اپنے مفاد کی حد تک ہے انقلاب میں ان کو خسارہ دیکھائی دیتا ہے وہ نزار کی مخالفت اس حد تک کرنا چاہتی ہیں کہ ان کو مراعات مل جائیں لیکن انقلاب کا خطرہ پیدا نہ ہو، افسر عالیٰ ہی کو نہیں بلکہ اس کا علم نزار کو بھی تھا چنانچہ شہنشاہ روس پر زور دار حکومت کے مطالبہ کا رد عمل یہ ہوا کہ ڈوما کا اجلاس برخاست کر دیا گیا جنگ میں اگر شکستیں نہ ہو رہی ہوتیں تو نزار کی سیاسی سختی شاید کامیاب ہو جاتی لیکن وقار شکن شکستیں انقلابی رجحانات پیدا کر رہی تھیں اور برجزاوی طبقہ کا زور دار حکومت کا مطالبہ عام روس کا مطالبہ بنتا جاتا تھا۔ سیاسی بے چینی بڑھنے پر شہنشاہ نے ڈوما کا اجلاس دوبارہ طلب کیا ڈوما کا صدر اس اجلاس کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے یہ اجلاس مردہ تھا حاضرین کی تعداد کم تھی چونکہ آئینی جدوجہد بے سود معلوم ہوتی تھی عام طور پر غیر آئینی کارروایاں ہو رہی تھیں اور حکومت کسی کا مشورہ ماننے کے لئے تیار نہ تھی ملک کا رخ تباہی کی طرف تھا، ڈوما کا صدر اس امر کو سمجھ رہا تھا کہ آئینی جدوجہد کی طرف سے روگردانی اس امر کی دلیل ہوا کرتی ہے کہ انقلابی رجحانات شدید سے شدید تر اور زمین دوز ہوتے چلے جا رہے ہیں چونکہ معلوم کس کھڑکی کو وہ آتشفشاں کی طرح پھٹ پڑیں گے اس اجلاس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا البتہ جب شکست کا یقین کامل ہو گیا اس وقت وسیع انجیال جماعت نے شاید نزار کے اشارے سے ڈوما کے ایک ڈپٹی پروٹو پوت نامی کو خفیہ طور پر جرمن نمائندے واربرگ سے صلح کی گفت و شنید کرنے اسٹاک ہوم روانہ کر دیا واپسی پر پروٹو پوت نے نزار کو گفتگو کا ماجرا سنایا نہ معلوم نزار کو شر الطہبت سخت معلوم ہوئیں یا یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر وسیع انجیال جماعت کے ذریعہ صلح کی گئی تو روس میں اس پارٹی کا

دقارت بہت بڑھ جائے گا اور اس کی شخصی حکومت اور شہنشاہیت خاک میں مل جائیگی
کچھ ہی کیوں نہ ہونا مانا اور پروٹو پروف کی تمام ٹنگ و دو رنگاں گئی ملک میں
سیاسی بے چینی کم نہ ہونے پر زار نے ڈوما کا اجلاس تیسری بار طلب کیا۔ اس زمانہ میں
چونکہ ملک کی حالت بد سے بدتر ہو چکی تھی اسلئے ڈوما نے ڈپٹیوں کا لب و لہجہ بھی
سخت ہو گیا تھا۔ تقریروں میں انہوں نے اپنے غم و غصہ کا اظہار سخت اور تلخ الفاظ
میں کیا۔ زار نے تقریروں کو سننے سے روک دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تقریروں کا لب
باب بالذات زرافہ بنکر ملک کے تمام طول و عرض میں پھیل گیا جس کی وجہ سے
عوام میں سیاسی بے چینی زیادہ بڑھ گئی اور حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے
حکومت نے اس پر یہ کیا کہ وزارت بدل دی اور دارالسلطنت میں داخلہ لا جاری کر دیا
تشدد سے سیاسی بے چینی کو فرو کرنا مستقل علاج نہیں ہوا کرتا پختہ کار
سیاست کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ تشدد کے ساتھ ساتھ وہ کچھ مراعات
بھی دیا کرتے ہیں اور اس طرح مستقل طور پر سیاسی بے چینی فرو ہو جاتی ہے زار
میں یہ پختہ کاری نہ تھی اس لئے صرف تشدد سے کام لیا جس کا یہ خطرناک نتیجہ نکلا
کہ برجوازی طبقہ کے مشہور ادارے (UNION OF CITIES) نے اپنے عام وفاقا دارانہ
رویہ کے خلاف یہ تجویز منظور کی غیر ذمہ دار بد معاش لوگ روس کو ہلاکت کی طرف لے
جائے ہیں ڈوما کو چاہئے کہ جب تک ذمہ دار حکومت قائم نہ ہو جائے اس وقت تک
اجلاس جاری رکھے شہنشاہ کی منشا کے خلاف ایک برجوازی ادارے کا اس
لب و لہجہ میں یوں نا حقیقتا حملات و واقعات کی پکار تھی جس کو زار کے کان سنتے تھے
لیکن محض ہمیں سمجھتی تھی کہ زار کے نزول کا وقت آجائے پر وقت کی پکار کوئی بھی
نہیں سن سکتا اور ان ناٹھری لمحوں میں سن بھی لے تب ہی گرفت کا وقت نہیں
ملتا کہ تا۔ ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کو زار کے حکم سے کر ڈوما کا اجلاس منعقد ہوا لیکن

ان اسخوی لموں میں بھی حکومت کوئی نتیجہ خیز قدم نہ اٹھا سکی کسی طبقہ کی اپنی بے توجہی اور کم نہیں سے عمل کی اہلیتیں کھودینے پر خطرے کے وقت بھی قوت عمل کام نہیں کیا کرتی۔ بے عملی حکومتی طبقہ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی رشتہ مند گفتندہ برخواستہ یہ تین الفاظ ان کی ساری زندگی کی مکمل تفسیر تھے۔ اللہ اللہ انسانی معصیت اور اس کا رد عمل کہ زار کی حکومت ختم ہونے میں دو ہفتہ باقی ہیں۔ لیکن وہ خراب غفلت سے کروٹ تک نہیں بدلتا۔

زار زارینہ - راسپون

نیکولاز دوم نے ابھی تعلیم ختم ہی کی تھی اور وہ عملی زندگی میں داخل ہوا ہی تھا کہ جہان عمر والد شہنشاہ روس (مرض الموت میں گرفتار ہو گئے۔ صحت کی طرف سے ناامید ہی ہو جانے پر خیال آیا کہ اس چند روزہ زندگی کے ختم ہونے سے قبل اپنے لڑکے کی ہونے والی شریک حیات کو پہلی اور آخری بار دیکھ لوں اور اس کو الوداعی دعائیں دے لوں چنانچہ ایک تیز رو قاصد ڈچرف ہلس روانہ کر دیا گیا چند روز بعد نیکولاز دوم کی چشم و چراغ اور مستقبل میں ہونے والی ملکہ روس اپنی سسرال آئیں۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ہلس کی شہزادی کو آئے ہوئے چند روز ہی ہوئے تھے کہ شہنشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس جہان لڑ کو سیاہ لباس میں خسر کے جنازہ کے ہمراہ جانا پڑا۔ چند روز بعد یہ لباس بظاہر اتر گیا لیکن اس وقت سے قبولاز دوم اور اس کی شریک حیات کی زندگیاں افسردگی و حادثات کی روا میں لپٹی ہی رہیں۔ والد کو گزرے ہوئے چند روز ہی ہوئے تھے کہ نیکولاز دوم کے اضطراب وصال نے اس کو فوری شادی پر آمادہ کر دیا۔ بادشاہ وقت کی فوری شادی پر خوش و بیگامب معترض تھے لیکن کامیاب مزاحمت کا کسی کو یارہ نہ تھا۔ چنانچہ بادشاہ کا غنہ یہ دیکھتے ہوئے ماتمی لباس اتار دئے گئے اور تزک و احتشام کے ساتھ شادی ہو گئی۔ جہان

عمر والد کی موت اور اس حادثہ کے چند روز بعد اسی محل میں شادی یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ تمام بوس کا نپ اٹھا اور رعایا اس شادی کو روز اول ہی سے نامسعود کہنے لگی۔ زندگی میں بعض واقعات کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ انسان کے باطن کو بے نقاب کر دیتے ہیں اور آئندہ کی زندگی کے لئے پیشینگی کرتے معلوم ہوتے ہیں یہ شادی کمزور باطن اور جذبات سے معلوبت کا انسانک منظر پرہ تھی اور اہل بصیرت کے لئے ایک کھلا ہوا اشارہ تھا کہ زار و زارینہ کی تمام زندگی جذبات ہی کا خاکا رہے گی۔

کبھی یہ گمان گزرتا ہے کہ زندگی حالات و حادثات سے جکڑی ہوئی ہے اور کوئی فرد کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے ان حادثات کا رخ بدل نہیں سکتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا ہاتھ زندگی کی تشکیل کرتا چلا جا رہا ہے اور انسانی ارادہ و تدبیر کو اس میں دخل نہیں۔ زندگی بیرونی جبر کے ماتحت بسر ہوتی معلوم ہوتی ہے برخلاف اس کے بعض زندگیوں کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان خود مختار ہے اور زندگی کے خدو خال ارادہ۔ تدبیر اور تفکر و تدبیر کے مرہون منت ہیں نیز یہ کہ زندگی ایک ایسی منزل ہے جہاں غیب کا ہاتھ جبر و اکراہ سے کام نہیں لیتا۔ زندگی کے رموز زندگی بخشنے والا ہی جاننے۔ فکر انسانی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے موجودہ برحمان یہی ہے کہ زندگی میں آنا دی کر دار ہے ورنہ سعی و جستجو اور سزا و جزا کے کوئی معنی نہیں رہتے شاید بعض زندگیاں ظاہری نہیں بلکہ کسی باطنی قانون کے تحت میں آتی ہیں اور یہ باطنی قانون انسان کے باطن سے تعلق رکھتا ہے اسلئے دنیا کے طلسم کہہ کا یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ ہر فرد کو اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس بنیادی اصول پر انسان کی تاریخی حیثیت پر کھی جاتی ہے۔ دنیا کی رسم بھی عجیب ہے یہاں کبھی تو داغ خسروی رکھنے والے کو کھراہ

خسروی عطا ہوتی ہے اور کبھی یہ المناک مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ معمولی دل و دماغ کے انسان کو تاج شاہانہ عنایت ہو جاتا ہے نکلوا زوم دنیا کی ان ہستیوں میں سے تھا جس کو حادثہ نے ایک عظیم الشان سلطنت دی اور آخری دم تک وہ حادثات ہی کا شکار رہا۔ معمولی دل و دماغ کے انسان کے ایک بلاخیز زمانہ میں سرسبز کرانے سلطنت ہو جانے پر ملک کی تباہی کی پیشگوئی گون نہیں کر سکتا تھا زار روس بحیثیت ایک خاوند اور باپ کے ضرور بہت کامیاب انسان تھا لیکن ایک ملک کے حاکم و رہنما ہونے کی حیثیت سے وہ قطعی ناکام رہا۔ ظاہر کا شکار باطن سے بے پیرہ، صوم و صلوا کا پابند لیکن روحانیت سے بے خبر۔ توہمات میں جکڑا ہوا عقل و ارادے سے عاری۔ اقتصادی تقاضوں اور تاریخی رجحانات کا خیال اس سے کوسوں دور۔ اس کے لئے تاریخ عالم واقعات کی ایک زنجیر تھی اور بس۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ واقعات و حالات کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ اتفاقاً سرسبز نہیں ہوتے بلکہ تمام نظام کائنات کی طرح سیماہی واقعات بھی تاریخی قوانین کے پابند ہوا کرتے ہیں جو قدرت کی طاقتوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ طوفان توح اُجھائے اس وقت پیغمبر کو بھی کشتی ہی بناتے بن پڑتی ہے وہ قہر الہی کو دعاؤں اور التجاؤں سے روک نہیں سکتا۔ اسی طرح تاریخی تقاضوں کے سیلاب کا سدباب کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس سیلاب کا رخ دیکھ کر معاشرتی حالات کو اس طرح بدلا جاتا ہے کہ آب پاشی ہو جائے لیکن معاشرہ اس رو میں بہنے نہ پائے۔ اگر رہبر و رہنما کی نظر تاریخی تقاضوں پر نہ ہو وہ اس سیلاب سے لاعلم ہی رہتا ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تاریخی سیلاب پرانے معاشرتی نظام اور اسکے متعلقات کو اپنی رو میں بہا کر لے جاتا ہے اور ماضی کے سمندر میں لاگرا آتا ہے۔ زار روس اس سیلاب اور اس کی نوعیت سے بالکل بے خبر تھا۔

قدرت جرم بخشی نہیں کرتی۔ سزا ضرور دیتی ہے، قدرت میں رد عمل کا قانون

ہمہ وقت جاری رساری ہے البتہ ایسا ہوتا ہے کہ جو انسان غلط کاری کے بعد خود اپنی نیک قوتوں کو نشوونما دے لے وہ سزا کے اثرات کم محسوس کرتا ہے لیکن سزا طبی ضرور ہے اس سے مفر نہیں۔ شہنشاہ روس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس نے وقت کے مقتعنا پر کبھی غور نہیں کیا اور نہ اس نے اپنی مفید روحانی قوتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے سزا کا ملنا اور غفلت کے اثرات کا پورا پورا اظہار میں آنا لابدی تھا۔ زار کی حالت اس انسان کی سی تھی جس کی آنکھیں ہوں لیکن وہ گرد و پیش کے حالات پر نظر نہ ڈالے۔ کان ہوں لیکن نیک مشورہ نہ سنے زبان ہو لیکن حق کی تصدیق نہ کرے نہ معلوم ایسی نفسی کیفیت تہرالی کا نتیجہ ہوتی ہے یا سبب جو کچھ بھی ہو۔ ناز کی حالت اس نیم خوابیدہ انسان کی سی تھی جو نہ جاگتا ہوا اور نہ سوتا ہو۔ ہر عمل میں اضمحلال۔ ہر فعل میں نشتگی۔ ہر توہم میں انہماک۔ ہر ارادے میں سستی۔ ہر فکر سے بیزارگی۔ ہر سیاسی پھیدگی کی طرف سے لاپرواہی۔ سوائے راسپوٹن اور زارینے کے ہر شخص کے خلوص و نیک نیتی پر ایشیا۔ جس حاکم کی خصالت اور طینت کا یہ حال ہو اس کے اور اس کی حکومت کے ساتھ جو کچھ بھی ہو جانا کم تھا زار کی خام خیالی لئے اس کے دل میں یہ یقین پیدا کر دیا تھا کہ اس کا پیر و مرشد راسپوٹن اس کو اور اس کے گھر والوں کو ہر بلا سے بچالے گا۔ اس یقین نے شہنشاہ کو ہر فکر و عمل سے بے نیاز کر دیا تھا کسی غذا امر کا یقین۔ زوال کا پیش خیمہ ہوتا ہے اگر کسی انسان کو یقین ہو کہ معاشرہ متحرک نہیں بلکہ ساکت شے ہے یہ غلط یقین رد عمل کے قانون کو نہیں دوک سکتا۔ کل ماضی عمل کر رہا تھا۔ اور اس کا رد عمل بھی کل معاشرہ پر ہوتا تھا پھر کہہ سکتے تھے کہ ممکن تھا کہ شہنشاہ جو اس معاشرہ کا ایک فرد تھا اس رد عمل سے بچ جاتا۔ انسانی تقدیر جہاں انفرادی ہے وہاں اجتماعی بھی ہے معاشرہ کے عمل سے فرد اور فرد کے عمل سے معاشرہ متاثر ہوتے بہتے ہیں اس لئے رد عمل

کابیان تاریخ کہلاتی ہے۔ زار کے عمل کا معاشرہ پر رد عمل ہوا اور اتنا زبردست ہوا کہ اس کے تصور سے خیال کانپ جاتا ہے۔

انقلاب کی تند ہوا میں جل رہی تھیں۔ جو من کے غیظ و غضب کا طوفان امنٹا چلا آ رہا تھا۔ ملک کا کثیر حصہ خون کی ندیوں کی آماجگاہ اور بجلیا تک نعرےوں کا مظہر بنا ہوا تھا۔ بھوک اور پیاس نے عبد کو معبود سے متنفر کر دیا تھا۔ تباہی و بربادی بستیوں اور شاداب سبزہ ناردوں سے مسکراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ کسان اور مزدور انقلابی اقدام پر آمادہ تھے۔ ملک میں سیاسی مظاہرے عام تھے۔ حکومت کا دقار خاک میں مل چکا تھا لیکن اشد اشد احساس کی کمی اور غلط عقیدہ کا جادو کہ زار روس ہنوز بیداری میں خواب کے مزے لے رہا تھا۔ راستپٹن کی ساحری نے شہنشاہ کو سلطنت کے ہر معاملہ سے یکسر بے توجہ کر رکھا تھا۔ وہ ان خطرناک حالات میں بھی اسی طرح بے پروائی و بے نیازی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ گویا اس کے گرد و پیش مکمل امن و سکون تھا۔ خطرے کے وقت لاپرواہی و بے نیازی دو طرح کے انسانوں کی خصوصیت ہوتی ہے۔ ایک وہ جو تفکر و تدبیر اور معرفت و عرفان کی برکت سے عالم حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں دوسرے وہ لوگ جن میں احساس کی کمی ہوتی ہے۔ جب تک خطرہ ان کے سر پر نہ آجائے وہ چونکتے ہی نہیں شہنشاہ روس اس دوسرے گروہ میں سے تھا۔

زار کی فائری اس تقدیر کی تائید کرتی ہے کہ اس کی نظر جس قدر سطحی تھی اس کا ٹکڑ بھی اسی قدر خام تھا۔ وہی فوج جو من سنگینوں کا فخر کار ہو رہی ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے مزدوروں اور کسانوں کو بغاوت پر آمادہ کر رکھا ہے۔ ہرجاوی اور امیر طبقہ سیاسی چپیدگیاں پیدا کر رہا ہے۔ ہر طرف سے زخمی دلوں کی پکار آرہی ہے۔ فوج محاذ سے فوار ہو رہی ہے۔ وڈرا استسفی د سے رہو ہیں

ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ شاہی خاندان کے لوگ اسپتال کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ زائر و زائرینہ کو رطف کرنے کے مشورے کئے جا رہے ہیں۔ لیکن زائر کی اس زمانے کی ڈائری سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس اشد کے بندے کو کبھی مندرجہ بالا حالات کا احساس ہوا ہو ڈائری اس قسم کے طفلانہ انداز ہارے لبریز ہے ”آج بہت چلا دو کو سے شکار کئے۔ دن چڑھا آیا تب چائے پی کچھ وقت چہارانی میں گزارا۔ آج دن بہت گرم تھا۔ سائیکل لی اور مندرجا کر غسل کیا۔ طوفان آیا اور گرو گیا وغیرہ وغیرہ“

ڈائری میں عبادت اور بزم نشاط کا ذکر ایک ہی انداز سے ہے۔ ڈائری کیا ہے زائر و زائرینہ کی طفلانہ ذہنیت کا موقع ہے ملک کے طول و عرض میں جہتیں بدانیوں اور بلوے ہو رہے تھے ان پر ڈائری میں صرف ایک تنقیدی جملہ ہے۔ ”کیا خوب تماشہ ہو رہا ہے“ چشم بینا نہ رہے اور انسان اپنی فکری اہلیتیں کھودے تب انقلاب تماشہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ تماشہ تھا جس نے کچھ عرصہ بعد زائر کو خون کے آنسو لوائے۔

جس طرح فضا میں خلا محال ہے اسی طرح انسان کے دل و دماغ میں فلا ہونا نامکن ہے اگر کسی انسان کے دل و دماغ میں نیک افکار نہیں ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ اس پر بدانکار حکمران ہیں۔ زائر چونکہ نیک افکار و کردار سے مبرا تھا اسلئے فرعونیت۔ جیلہ جئی۔ سفاکی۔ مہل نگر و عمل سے نفرت اور اس قسم کی دیگر مذہم خصوصیات اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ کاؤنٹ وٹ لگتا ہے ”زائر میں فرعونیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس کے نزدیک کسی فعل کے جائز ہونے کی یہ وجہ کافی ہے کہ وہ اس کو کرنا چاہتا ہے جس روز کسی نسر پر عتاب نازل ہوتا اس روز اس پر خاص طور سے نظر عنایت ہوتی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وزیر کو ماریا بی بی لکھی اس سے بہت

گرم جو شہی سے باتیں کیں لیکن جب وزیر واپس گھر پہنچا حکم ملا کہ اپنا استعفیٰ داخل کر دو۔ مرشدعلی۔ فقیروں۔ مجزویوں کی دعاؤں یا پرفن حیار لوگوں کی سیاسی چالوں سے ملکی معاملات درست نہ ہوتے اس وقت بحالت مجبوری اہل فکر کو تعاون کی دعوت دینا اور جب ان کے حسن تدبیر سے حالات رو بہ اصلاح ہو جاتے تو پھر ان کو راندہ دسگا کر دیتا چنانچہ ڈوبا کے صدر نے زار کو شنبہ کرتے ہوئے کہا "افسوس کہ آپ کے مشیروں میں ایک بھی پر خلوص اہل فکر نہیں ہے۔ ملک کے بہی خواہ یا نکال دئے گئے ہیں یا انہوں نے خود گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ آج کل حکومت کی باگ بے حد نااہل ہاتھوں میں ہے" زار کی ملکوئی کیفیت اس قدر مسخ ہو چکی تھی کہ چند فرجی سپاہیوں نے طالب علم لڑکیوں کے گڑھے لگائے اس پر زار بہت خوش ہوا۔ چند سپاہیوں کو ڈوبا کی پوزیشن پارٹی کے لیڈر کے قتل کر دینے پر عدالت سے موت کی سزا ملی زار نے ان کو بچا دیا۔ ایک لفٹنٹ نے دعایا کو قتل کر دیا۔ صوبے کے گورنر نے زار کو شکایت روانہ کی اس پر شہنشاہ نے صرف یہ تحریر فرمادیا لفٹنٹ خوب آدمی ہے"

زار کی غلط کاریاں اس درجہ اظہر من الشمس ہو گئی تھیں کہ عوام و خواص کو بادشاہ کے صحیح الدماغ ہونے میں شک ہو گیا تھا۔ امام افغانہ تھی کہ شراب کی کثرت نے بادشاہ کا دماغ ماؤٹ کر دیا ہے چند مقربین کو یہ بدگمانی بھی تھی کہ شاید ما سپوٹن اپنا اثر بڑھانے کے لئے کسی یہاں سے زار کو کوئی ایسی دعا استعمال کرا رہا ہے جس سے اس کی دماغی کیفیت خواب ہوتی چلی جا رہی ہے لیکن اصل واقعہ یہ تھا کہ جس سیاسی نظام و ردایات اور طریقہ فکر و عمل کو زار نے مسخ مسترد کر دے ان پر کاربند رہنا بریادی کو دعوت دینا ہوتا ہے۔ جس دور کا بنیادی حیل یہ ہو گیا تھا۔ ظلم اللہ اور اس کا ہر عمل و حکم مشیت الہی کا حامل ہوتا ہے اس دور میں بادشاہ

کا ہر حکم و عمل خواہ وہ کتنا ہی تکلیف دہ اور ضرر رساں کیوں نہ ہو رعایا بے چہرہ و چسپرا مان لے گی لیکن جس زمانہ میں شہنشاہیت ایک کم و بیش کا ارتفائی درجہ تصور کوجاویز لگے اور یہ یقین ہو کہ تاریخ اس اور وہ کہیں کو مسترد کر چکی ہے بلوکیت عوام میں ممکن ہے اور انہیں کے ارادے اور مرضی کو کسی نظام کی تشکیل میں پورا پورا حق ہونا چاہئے اس ماحول میں بادشاہ کے ہر غلط اقدام پر جدید طرز خیال رکھنے والوں کا رد عمل مختلف ہو گا۔ بادشاہ کا فکر و عمل اس زمانہ کا حامل تھا جبکہ اس کو ظل اللہ تصور کیا جاتا تھا اور رعایا جدید فکر سے متاثر ہو چکی تھی پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ شہنشاہ اور رعایا میں رشتہ ارتباط و آشتی قائم رہتا تصادم کی اصل وجہ یہ تھی جس کو زار کی شراب نوشی یا اسپوٹن ٹی سحر کاری کی طرف منسوب کیا جا رہا تھا۔

تاریخ عالم اسی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے کہ شہنشاہ نااہل ہے لیکن ملکہ اسی فہیم اور سیاسی دماغ رکھنے والی ہے کہ وہ سلطنت کا کاروبار سنبھالے رکھتی ہے۔ لیکن زار کی بد قسمتی سے یہاں یہ مشکل بھی ناپید تھی زار نے دوطن بھی نہ بننے پائی تھیں کہ خسر رخصت ہو گئے اور خسر کی رحلت کے ایک ہفتہ بعد ہی ملکہ روس کے فرائض کی انجام دہی کا بار اس کسن لڑکی کے شانوں پر اترتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی کی یہ سادہ لوح شہزادی جو ہنوز عملی زندگی کے نشیب و فراز سے لاعلم تھی محل کی زندگی کا مرکز بن گئی۔ مجلسی آداب سے ناواقف اگر محفل لڑائی کے لئے منتخب ہو جائے وہ اپنے فرائض کس طرح ادا کر سکتی ہے چنانچہ ملکہ کی اس خامی کی بنا پر محفل کارنگ اکھڑنا شروع ہو گیا اور ہولتے ہولتے یہ ہوا کہ دہلیار ملکہ سے لاپرواہ ہو گئے اور ملکہ دہلیاروں سے بیزار ہو کر شہزادی میں بیٹھ گئی۔ اس زمانہ میں بالکل اتفاقیہ زار نے کئی ملاقات و بیویوں سے ہوئی۔ یہ خاتون زار کے بہت بڑے عہد سے دار کی لڑکی تھیں۔ بیعادی بخاریں مبتلا ایک ہسپتال میں زیر

علاج تھیں کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ملکہ معظمہ تشریف لائی ہیں اور مریضہ کا ہاتھ پکڑ
 کر اپنے ہمراہ لے گئی ہیں خواب کے بعد سے مریضہ کی حالت بہتر ہوتی شروع ہو گئی۔
 شدہ شدہ جب ملکہ معظمہ کو اس خواب اور اس کے اثر کی اطلاع ہوئی وہ ازراہ
 ترجم خسروانہ ویرو کبودا کی مزاج پرسی کے لئے ہسپتال تشریف لے گئیں۔ ملکہ معظمہ کے
 کرم فرمانے پر کون ان پر قربان ہونے کو تیار نہ ہو جائے گا چنانچہ ملکہ کی آمد پر بیچار
 لڑکی بہت خوش ہوئی اور اس وقت سے ملکہ اور ویرو کبودا میں رشتہ محبت قائم
 ہو گیا جس طرح ملکہ حادثات کا شکار تھیں اسی طرح برو کبودا کو بھی زندگی میں ایک
 ساتھ پیش آچکا تھا یعنی اس کی شادی کامیاب ثابت نہیں ہوئی تھی اور وہ طلاق
 لے کر گھر بیٹھی ہوئی تھی۔ شفا پا کر یہ ناکام محبت لڑکی ملکہ کی خدمت ہی میں رہنے لگی
 اور ان کے مزاج میں اس قدر دخیل ہو گئی کہ محل کی زندگی کا جزو بن گئی۔ اب برو کبودا کو
 یہ خواہش ہوئی کہ اس کے سوا ملکہ کی محبت و عنایت کا کوئی دوسرا مالک نہ ہونے پائے
 اپنے اس فطری رجحان کے مطابق اس نے ہر جائز و ناجائز طریقہ پر زور دینے کو دوسروں
 سے اس درجہ علیحدہ کر دیا کہ اس کی زندگی راہبانہ ہو گئی۔ پہلے راستپوٹن کی ملاقات
 اسی برو کبودا سے ہوئی اور اس پر و مرشد نے اپنے خیال و روح کی طاقتوں سے
 اول اول برو کبودا کو مسخر کیا اور بعد ازاں اس لڑکی اور شاہی خاندان کی دیگر خاتون
 کے ذریعے سے زاریتہ تک رسائی حاصل کی۔ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ راستپوٹن اور برو کبودا
 شریک کار بن گئے مومرا لڈ کے مختلف طریقہ سے پر و مرشد کا وقار زاریتہ کے دل میں پیدا
 کرتی اور یہ مرشد کامل خاتون کے خلوص و وفاداری کا سکہ ملکہ کے دل پر جہان زاریتہ
 بچپن ہی سے کمزور دل و مہارغ اور ناتواں اعصاب کی خاتون تھی خدا کا حکم کہ شادی
 کے بعد بھی تندستی خواب ہی رہی۔ لڑکا پیدا ہونے پر ماں سے ترکہ میں اس کو بھی ہمسایہ
 کمزوری ملی۔ حیات بھی ایک قید مطلق ہے۔ انسانی بیدار کش کس درجہ بیرونی تاثرات سے

جکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ انفرادی تقدیر اجتماعی تقدیر سے کسی قدر متاثر ہوتی ہے ہزارینہ کے لڑکا ہوا اور پیدائش کے وقت سے ہی صاحب فرزند رہنے لگا کہیں ذرا سی چوٹ یا خراش لگ جاتی تخرن رواں ہو جاتا اور روکے نہ رکتا۔ یہ مہلک بیماری ملکہ کے خاندان میں تھی جو ولیعہد روس کو اپنی ماں سے تر کے میں ملی رہنشاہوں کے یہاں علاج و معالجہ کی کیا کمی ہو سکتی تھی لیکن صحت کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ طبی معالجوں کی سعی ناکام ہونے کے بعد روحانی معالجوں کی تلاش شروع ہوئی۔ بروکووا کی راسپوٹن سے ملاقات ہوئی چکی تھی چنانچہ اس روحانی طبیب کا علاج شروع ہوا اور اس سے نائدہ ہونے لگا۔

کسی شہنشاہ کے اکلوتا لڑکا ہو۔ ماں باپ کی آنکھوں کا چراغ، سلطنت کا وارث اور وہ اتنا علیل ہو کہ اس کے شفا پانے کی کوئی امید نہ رہے۔ یہ حالات ہوں اور کوئی دردیش نما انسان اگر کسی طرح خواہ اس کو سمرنیم۔ ہینوٹنیم خیالی رُوح کی طاقت کہیے یا کسی اور نام سے پکارے لڑکے کے مرض میں تخفیف کر دے۔ ان حالات میں کیونکر ممکن ہے کہ لڑکے کے والدین کو اس دردیش کے کامل ہونے پر یقین نہ آجائے۔ جب ایک مرتبہ شاہدہ کی بنا پر کسی شخص کے اہل باطن ہونے کا کامل یقین ہو گیا ہو پھر اگر وہ یہ کہے کہ وہ خدا کا فرستادہ ہے اور شہنشاہ کی پیرسری و حفاظت کے لئے آیا ہے کون اس کا یقین نہ کرے گا چنانچہ یہی ہوا راسپوٹن نے کشف و کرامت سے لڑکے کے مرض میں تخفیف کر دی۔ اور وہ محل کی دنیا کا ماہتا بن گیا۔ ملکہ جس کو پیر و مرشد ماننے محل میں کس کی مجال تھی کہ اس کے سامنے زانوئے ادب طے نہ کرے۔ قلیل عرصے میں زار و زارینہ پر راسپوٹن کا اثر ہو گیا اس کے بعد ان دونوں کو آلہ کار بنا کر اس نے حکومت کے معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا۔ تو برس کے عرصے میں اس پیر و مرشد کا زار و زارینہ اور سلطنت کے حکام

اعلیٰ پر اتنا اثر ہو گیا تھا کہ کوئی کام بغیر اس کے مشورے کے نہیں ہوتا تھا۔ دوسروں کا ذکر یہی کیا ہے وزیر اعظم اس روحانی جہاد و فکر کے اشارے سے برطرف اور مستر ہوئے۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو اجارے اور ٹھیکے لینے کے لئے راسپوٹن کے ہ کی جیب سائی کرتی پڑتی تھی۔ بیٹر برگ کے جامع کلیہ کا امام اعظم اس ساحری کے مشورہ سے مقرر ہوتا تھا۔ دارالسلطنت کی حسین اور معصوم شریف زادیاں اس پر و مرشد کے قدم چومتی تھیں۔ بظاہر نزار روس تخت و تاج کا مالک تھا لیکن حقیقتاً راسپوٹن نزاریہ کے ذریعہ سے روس پر حکومت کرتا تھا۔ نزاریہ اگر بیدار مغز وقتی تعاضوں اور تاریخی جھگڑا کو سمجھنے والی ملکہ ہوتی تب شاید نزار کی توہم پرستی اور اس کے فکری و عملی مضمحلان کے برے نتائج کا انسا د ہو جاتا لیکن نزاریہ خود شخصی حکومت کی پرستار۔ حاضرات۔ جادو ٹونوں اور ٹونوں میں مستغرق رہتی تھی۔ ملکہ پہلے ایک فرانسیسی حاضرات اور سفلی عمل کرنے والے ڈاکٹر فلیپ کی گرویدہ رہی جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ وہ کسی غیر ملک کا جاسوس ہے۔ کب راسپوٹن کی محل میں رسائی ہو گئی اس وقت سے نزاریہ اس کی دعاؤں اور عملوں کا سہارا لینے لگی خود ملکہ میں اگر روحانیت ہوتی تو وہ راسپوٹن کی روحانیت اور اس کی طاقت و ثروت حاصل کرنے کی ہوس میں تفریق کرتی۔ اس ساحر کی روحانی طاقت سے فائدہ اٹھاتی لیکن اس کو سلطنت کے امور میں اتنا ڈھیل نہ کرتی کہ اکابر روسیوں کو ناگوار کرتا۔ مگر نزاریہ جیسی سادہ لوح لوہ کی میں یہ سلیم الطبعی کہاں سے آتی کہ ہر شے کو اس کے مقام پر رکھے اور حد سے آگے نہ بڑھنے دے۔

(نزار و نزاریہ کی کم فہمی اور ناقابل اندیشی سے گھبرا کر جیب روس کا سربراہ اور طبقہ نیز شاہی خاندان بد دل ہو گیا اس وقت لبرل پارٹی کے ذمہ دار حکومت قائم کرنے کے مطالبہ میں زیادہ زور آ گیا اور ملک کی فضا یہاں تک مگد رہ گئی کہ عام طور پر نزار کو برطرف اور اس کے بھتیجے کو جو اس وقت روسی فوج کا کمانڈر انچیف تھا

تحت نشین کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اس رجحان کی اطلاع پر نثار وزارتینہ اور ان کے پیرو مرشد نے یہ طے کیا کہ شہنشاہ کو فوج کے کمانڈر انچیف کا عہدہ خود جا کر سنبھال لیتا چاہئے۔ راسپوٹن علم غیب کی بنا پر مشورہ دے اور اپنی دعاؤں اور درود و وظائف سے دشمن پر فتح پانے کا بھروسہ دلائے۔ پھر نثار کیوں نہ مرشد کا حکم بجالائے سیاسی نقطہ نگاہ سے یہ قدم نہایت غلط تھا۔ نثار کے کمانڈر ان چیف ہونے کے بعد جس قدر شکستیں ہوئیں ان کی تمام ذمہ داری نثار پر عائد ہوئی اور شہنشاہ کا وقار عوام کی نظروں میں زیادہ گر گیا۔ اس اقدام کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ نثار کی محاذ پر روانگی کے بعد سلطنت کا تمام کاروبار زارینہ کے سپرد ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک کم فہم خاتون یا ایک شریر مرشد کسی سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں لیکن جس سلطنت کے امور میں ان دونوں کا بیک وقت دخل ہو جائے اس کی تباہی بڑی کس طرح ٹل سکتی تھی۔ نام کو زارینہ لیکن دراصل اس کے پیرو مرشد کے ہاتھ میں زمام حکومت آگئی۔ اس زمانہ میں زارینہ و نثار میں جو خط و کتابت ہوئی وہ ان دونوں کی خام نفسی کیفیت اور راسپوٹن کی طلسم کاری کا موقع ہے۔ زارینہ ذمہ دار حکومت کے مطالبہ پر تنقید کرتی ہوئی نثار کو تحریر فرماتی ہیں: "تمہیں ہرگز وزیروں کا مشورہ نہ ماننا چاہئے اور نہ ذمہ دار وزارت کی تائید کرنی چاہئے۔ یہ تمہاری جنگ ہے اور صلح کرنے یا نہ کرنے کا حق صرف تم کو حاصل ہے۔ تمام معاملات میں ڈوما کی کہنیں بلکہ تمہاری عزت اور روس کا وقار مقدم ہے۔ ڈوما کو صلح و جنگ کے معاملات میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہے، وزیر اعظم نے جب وزیر داخلہ پر ٹوٹ پوٹ کو جو راسپوٹن کا اگر گا تھا وزارت سے علیحدہ کرنا چاہا اس موقع پر زارینہ نے نثار کو لکھا "جب تم ایک مرتبہ ارادہ کر چکے ہو کہ وزیر داخلہ پر ٹوٹ پوٹ کو اس کے عہدہ پر بحال رکھو وزیر اعظم کون ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت کرے؟ تمہمت مردانہ سے کام لو۔"

کسی کا مشورہ نہ لو۔ بس اپنی مستقل مزاج بیوی کے مشورہ پر چلو اور ہمارے دوست
 راسپوٹن پر اعتماد رکھو، تین روز جیسا ہی مضمون پر دوسرے خط میں یوں فرماتی ہیں، جب
 تمہیں اپنے فیصلہ کے صحیح ہونے کا یقین ہے پھر اپنا سر بلند رکھو، وزیر اعظم کو حکم دو کہ
 پروٹو کولٹ کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو، اس فیصلے پر مضبوطی سے قائم رہو، ۱۲
 دسمبر کو ذمہ دار حکومت کی بابت پھر ناکر کو اس طرح مشورہ دیا جاتا ہے، ذمہ دار وزارت
 قائم کرنے کا مشورہ ہرگز قبول نہ کرنا جو ذمہ دار وزارت کے قائم کرنے کا مشورہ دیتے
 ہیں۔ وہ دہلوانے ہیں، بہب حالات رو بہ اصلاح ہوتے جا رہے ہیں، بس ذرا تشدد
 کی ضرورت ہے، روسی چابک کے خوگر ہیں یہ ان کی فطرت ہے، زارینہ کے بیشتر خطوط
 میں اسی قسم کے جملے ملتے ہیں، یہ میری رائے ہے دوست (راسپوٹن) کی رائے سے معلوم
 کرنے کے بعد پھر مفصل تحریر کروں گی۔ ایک خط میں تحریر فرماتی ہیں، "میں مذہب
 نہیں ہوں۔ میری بات غور سے سنو میری بات سے مطلب دوست (راسپوٹن) کے
 ارشادات ہیں اور ان پر یقین رکھو۔ میں تمہاری جدائی کے سبب سے اس قدر آزرہ
 و پریشان رہتی ہوں جیسے کوئی ماں اپنے نیک و نرم دل بچے کے لئے جس کو سنوز
 رہبری کی ضرورت ہو، ایک ایسا سادہ لوح بچہ جو ابھی تک غلط مشوروں کو ترجیح دیتا
 ہو حالانکہ ایک خدا کا فرستادہ یہاں موجود ہے اور راہ راست بتاتا ہے۔ . . .
 ہمارے دوست کی روحانی امداد اور دعائیں ہمارے سب معاملات درست کر دیں گی
 اگر وہ ہمارے ساتھ نہ ہوتا ہم اس سے بہت پہلے ہی ختم ہو چکے ہوتے، اس کا مجھے
 کامل یقین ہے، چند امرانے حیات کر کے زار سے کاہنہ میں مناسب تبدیلی کرنے کی
 درخواست کی، اس پر زارینہ نے باوشاہ کو ایک سیب جس پر راسپوٹن نے کچھ عمل
 پڑھ کر دم کر دیا تھا روانہ کیا اور لکھا، "یہ سیب مرشد کا عنایت کردہ ہے اس کو نوش
 فرمائیں یہ آپ کے اولاد میں استقلال پیدا کر دے گا اور دیکھئے وہ فرانسسیسی حاضر

والا بھی یہی کہتا تھا کہ وزارت میں تبدیلی نہ فرمائیں، کیا اس کرنے سے آپ اور آپ کی سلطنت تباہ ہو جائے گی یہ پیر اعظم اور آؤن سفاک بنجائے اور ان مفسدوں کو کچل ڈالئے، جب راسپوٹن کی کامیاب عیش گویشوں کے چرچے عام ہوئے اس پر زارینہ نے پیر و مرشد کی صفائی پیش کرتے ہوئے زار کو تحریر کیا، "عام لوگ گریگوری پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ عہدوں کو سیر کرتے ہیں، سنجیل مقدس کی تلاوت سے یہ علم ہوتا ہے کہ بزرگوں کا اپنے خوردوں کو خوش آمدید کہنے کا یہ ایک احسن طریقہ ہے، دوسرے خط میں تحریر کرتی ہیں، "شام عبادت کے وقت مجھے دوست کا بہت خیال آیا، لوگ کس طرح الزام لگا کر راسپوٹن پر ظلم ڈھارے ہیں حالانکہ وہ مسیح ہیں لیکن یہ دنیا کی پرانی رسم ہے کہ پیغمبر کی اس کے اپنے وطن میں عورت نہیں ہوتی"

(روزیر اعظم روس اسٹنر جو منی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے موافق نہ تھا عام افواہ کھتی کہ وزیر اعظم راسپوٹن اور زارینہ جرمن جاسوس ہیں۔ فوج کو قہقین تھا کہ جرمنی کی بیٹی اور روس کی ملکہ زارینہ حب الوطنی کا شکار ہو کر جرمنی سے صلح کی خفیہ گفت و شنید کر رہی ہے کہ لارڈ کچھ کا ڈوبنا زارینہ کی جاسوسی کا نتیجہ خیال کیا جا رہا تھا یہ افواہیں فوج کی وفاداری پر زہریلا اثر کر رہی تھیں۔ اس زمانہ میں زار کے بھائی نے ڈوما کے صدر سے کہا، "سارا خاندان واقف ہے کہ بھائی جان روس کو کس قدر نقصان پہنچا رہی ہیں، میرے بھائی اور بھائی کو خدا گھر سے ہوتے ہیں کوئی ایما ندر انسان ان کے پاس تک جانا پسند نہیں کرتا، اب کریں تو کیا کریں کچھ سمجھ میں نہیں آتا، زارینہ کی کم فہمی اور راسپوٹن کی عیاری نے تمام سربراہان و اہل طبقہ میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی تھی اور یہ خیال قوی ہوتا جا رہا تھا کہ شہنشاہ اور ملکہ کو تخت و تاج سے دست بردار کر دیا جائے، چنانچہ گرانڈ ڈچر نے صاف الفاظ میں ڈوما کے صدر کو یہ مشورہ دیا، "زارینہ کو فائب کر دو،" مطلب یہ تھا کہ نہ زارینہ ہوگی اور نہ راسپوٹن سلطنت

کے کاموں میں دخل دے سکے گلزارینہ اس زمانہ کے ایک خط میں ناز کو مشورہ دیتی ہوئی لکھتی ہے "سیرے پیارے ہوشیار و خبردار رہنا کبھی محبت و الفت میں آکر بھتیجے سے کوئی وعدہ کر بیٹھو جس سے بعد میں تمہیں نقصان پہنچے۔ یاد رکھو کہ پیر مرشد نے تمہیں تمہارے دشمنوں سے بچا رکھا ہے یہ تمہیں سخت سے اتارنا اور مجھے ایک خالقہ میں۔ راسبہ بنا کر بھیجا جاتے ہیں۔ یہ افواہ نہیں ہے بلکہ اور توں کے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔ وہ تمام ثبوت تمہارے سامنے پیش کرے گا۔"

ویرد تو نا اس زمانہ کے حالات قلب بند کرتے ہوئے لکھتی ہے "شہنشاہ و ملکہ کے تمام مصاحب ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے بہت خوفناک نتائج برآمد ہوں گے۔ نہ معلوم پٹر و گریڈ کے حکمران طبقہ کو کیا ہو گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کل طبقہ یک سخت کسی روحانی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ان دنوں امر اس درجہ پریشان و بدحواس ہو رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا "وزیر داخلہ پروٹو پوت اس زمانہ کی بابت اپنے حالات زندگی میں تحریر کرتا ہے "ڈیوک۔ جاگیر دار۔ سرمایہ دار سب حکومت کے خلاف نظر آتے تھے ان کا اہم مشغلہ یہ تھا کہ سیلونوں۔ کلبوں میں حکومت کی سیاست کا مذاق اڑائیں۔ محل کی زندگی پر تنقید کریں خانگی زندگیوں کو گریڈیں اور ان کی بابت اشعار گھڑ کر اپنے جذبہ حقارت کو ٹھنڈا کرتے رہیں"

انسانی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ عجائبات اس کو مرعوب اور کشف و کرامات اس کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کوئی انسان دوسروں میں کسی طرح حیرت پیدا کر دے اس کی بزرگی میں ایمان و یقین پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ ناز و زاریہ کو راسپوٹن کے کشف و کرامت کا شاہدہ کرتے سے اس جادوگر کے فقیر کامل ہونے کا یقین آ گیا اور وہ پیر و مرشد کی ہر بات کو الہام الہی تصور کرنے لگے لیکن

اسی امر میں یقین کر لینا تاریخی رجحانات اور معاشرے کے تقاضوں کو نہیں بدل سکتا بلکہ جب غلط یقین اور تقاضوں میں جنگ ہوتی ہے اس وقت یا تو یقین کو بدلنا پڑتا ہے یا یقین کرنے والے فنا ہو جاتے ہیں۔ زائر زار تہ چونکہ اپنے معتقدات و اعمال کو اپنی نوع انسان کے ارتقائی رجحانات کی سطح پر نہ لاسکے اسلئے فنا ہو گئے۔ چونکہ گریگوری راسپوٹن کی زندگی کے چند واقعات بیان کئے بغیر عمل کی زندگی کا نقشہ مکمل نہ ہوگا اس لئے اجمالاً چند صفحہ اس پر و مرشد کے حالات کی نذر کرنا ضروری ہیں۔ راسپوٹن سائبیریا کے ایک گاؤں پوگروسکو میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا ابتدائی زندگی چوری چکاری اور آوارہ گردی میں بسر ہوئی۔ کئی مرتبہ چوری کرتا ہوا پکڑا گیا اور اس قدر زد و کوب کیا گیا کہ اگر گریگوری میں غیر معمولی قوت برداشت نہ ہوتی وہ مدت کا ختم ہو گیا ہوتا۔

قدرت نے انسان کو کچھ عجیب طرح تخلیق کیا ہے اس کو ایسی اہلیتیں عنایت فرمائی ہیں کہ جو نہ بذات خود قبیح ہیں نہ احسان کا بد یا نیک استعمال کسی انسان کو بد کردار یا نیک کردار بناتا ہے مثلاً قوت برداشت۔ قوت عمل۔ معاشرہ داعی۔ دلیری۔ انہماک ذوق کمال وغیرہ بد معاش اور درویش میں مشترک ہوتی ہیں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر ان کو مذموم کاموں کے لئے استعمال کرتا ہے اور موخر الذکر محمود مقاصد کے لئے لیکن جہاں تک صرف اہلیتوں کا تعلق ہے بد معاش و درویش ہم پلہ ہی ہوتے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب کوئی بد معاش شخص حادثات یا حالات سے متاثر ہو کر دینی کی طرف مائل ہوتا ہے وہ بڑی تیزی سے روحانی ارتقا کی منازل طے کر لیتا ہے۔ یہی ماجرا گریگوری کے ساتھ پیش آیا۔ یہ بد معاش آوارہ انسانوں کی طرح روس کے طول و عرض میں دورہ کرتا پھرتا اور کچھ مدت بعد وطن واپس آجاتا مدت تک اس کا یہی معمول رہا لیکن ایک دفعہ گاؤں سے

جانے کے بعد نہ آیا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ راسپوٹن باپ واداکا مذہب ترک کر کے باقاعدہ عیسائی ہو گیا ہے اور کسی خانقاہ میں ناہیانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس زمانے میں مختلف قسم کی ریاضتوں سے اس نے اپنی روحانی طاقت بڑھائی اس کی روحانی طاقت کے کوششے دیکھ کر عوام راسپوٹن کے گرویدہ ہو گئے اور وہ بزرگ کامل تصور کیا جانے لگا۔ روحانی کوششے دکھانے والے کی شہرت آگ کی طرح پھیلتی ہے اور عوام کا حسن عقیدت اس کو ان کا روحانی با، شاہ بنادیتا ہے چنانچہ راسپوٹن بھی درویش کامل کی طرح خانقاہ خانقاہ مختلف مقامات کے دورے کرنے لگا۔ اس سیاحت میں حسن اتفاق سے راسپوٹن کی ملاقات ایک اور مذہب سے ہوئی جو فردا ہی اس روحانی ساحر کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔ اس راہب نے گریگوری کا تعارف ایک بڑے پادری سے کر دیا جو راسپوٹن کو اپنے ہمراہ بیٹری برگ لے آیا۔ اس طرح قدرت نے اس سائبریا کے باشندے کو دارالسلطنت میں پہنچا دیا جہاں اس کو شہنشاہ و ملکہ پر حکومت کرنی تھی۔ ریاضت کی وجہ سے اس کی روحانی طاقت بڑھی ہوئی تھی ہی چنانچہ جو راسپوٹن سے ملتا مسخر ہو جاتا رفتہ رفتہ ولیعہد کے علاج کے سلسلہ میں محل تک رسائی ہو گئی اور جس طرح دوسرے لوگ مسخر ہو چکے تھے، نارتھ بھی اس کے سحر کا شکار ہو گئے۔ نو سال کے قلیل عرصہ میں یہ بزرگ کامل روس کا حاکم و مالک بن گیا۔ راسپوٹن میں کیا کیا اوصاف و بدکاریاں تھیں اس نے کس طرح تمام روس میں ریشہ و انیوں کا جال پھیلایا اور اس کو کس طرح دھوکے سے قتل کیا گیا اس کا مفصل ذکر جتنا عبرت انگیز ہے اتنا ہی معنی خیز ہے اس لئے اس کے حالات زندگی کسی دوسری فرصت میں کتاب کی شکل میں پیش کئے جائیں گے۔ یہاں مختصر طور پر وہ حالات قلم بند کئے جا رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ راسپوٹن کے دوست اور قائل شہزادہ یوسوپوف نے (جن کے جد الامجد یوسف مرزا تیموری

شکر کے ایک افسر تھے، اپنی مشہور تصنیف "اسپوٹن" میں قلم بند کئے ہیں گمان ہو سکتا ہے کہ یوسو پوت نے جو کچھ تحریر کیا ہے مبالغہ کے ساتھ ہوا اور اپنی اس تصنیف میں قتل کا جواز پیدا کرنے کی سعی کی ہو لیکن غیر جانبدار مصنفوں نے بھی قریب قریب یہی حالات قلمبند کئے ہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یوسو پوت نے تاریخی دیانتداری سے کام لیا ہے یہاں اس کتاب کے چیدہ چیدہ حصص کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے "مس م جن کی دل کی دنیا کا میں مالک تھا اور ان کی والدہ صاحبہ کی قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ حسین کو وہ بزرگ تصور کریں میں بھی اس کو پیرو مرشد مانوں چنانچہ جب کبھی بھی گنگوڑی ان کے دولت کدہ کو دعوت بخشتے اس روز مجھے بھی دعوت دی جاتی تاکہ ان پریر صاحب کا جادو مجھ پر بھی چل جائے اور اس طرح شاید میں مس م کی کارز و پوری کرنے پر مستعد ہو جاؤں یہ سلسلہ طرقات شاید مدت نے میرے ارادے کی تکمیل کے لئے پیدا کر دیا تھا چونکہ میں تمام روس کی دلی خواہش کو بچان کر اس پیرو مرشد کو حاصل جنم کرنا چاہتا تھا اس لئے موقع کو غنیمت جان کر مس م کی ہر دعوت قبول کر لیتا ایک روز مس م کے دولت کدہ پر تھا کہ مرشد کامل تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور سینہ سے لگا باس 'م' امدان کی والدہ منتر سے بھی بہت بے تکلفی سے ملے امدان کے خاڑوں پر محرمانہ انداز سے ہاتھ مارے کچھ دیر بعد چائے آئی۔ میری باتیں ہونے لگیں 'م' اور ان کی والدہ پریر صاحب کی دلچسپی کے لئے مختلف انداز میں انواع و اقسام کی باتیں کرنے لگیں کبھی پیرو مرشد ان کی باتوں پر توجہ دیتے کبھی نہ دیتے کچھ دیر بعد پریر صاحب نے میری بابت سوالات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سوالات و جوابات کے دوران میں خدا حضرت عیسیٰ۔ جی نوع انسان کی محبت، عشق حقیقی کے متعلق مختلف نعرے لگاتے رہے ٹینٹ بیئر برگ میں کوئی تبتی رہتا تھا اس کو جڑی بوٹی کا علم

تھا اور وہ خفیہ طور پر علاج و معالجہ بھی کرتا تھا ان پروردگار اور اس مبتلی کے کہنے
 تعلقات تھے معہ راستہ پوٹن شاید اس عطائی سے مختلف کشتہ بات و عقیات
 لے کر ناز و زاریہ اور ان کے صاحب زادہ کو استعمال کرتے تھے اس عطائی کی
 دوستی کی بنا پر راستہ پوٹن اپنے معالج کامل ہونے پر بڑا فخر کرتے تھے مریض کا اوصاف
 مرض وہ اپنی روحانی طاقت سے اور بائی ماندہ کا علاج اس عطائی کی خفیہ ادویات
 سے کرتے چونکہ مجھے راستہ پوٹن کی یہ کمزوری معلوم تھی اس لئے میں خواہ مخواہ ایک
 پرانا بیمار بن گیا تاکہ اس سلسلہ سے راستہ پوٹن کی زندگی میں داخل ہونے کا موقع مل جا
 میرے مصنوعی مرض کا ذکر سن کر یہ صاحب نے فرمایا "میں تمہیں ضرور تندرست
 کروں گا ہے" فاکٹر یہ بیچارے کچھ جانتے ہی نہیں یہ تمہارے جسم کو ادویات سے
 بھردیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض کی حالت خراب ہوئی جاتی ہے لیکن
 میرے علاج کا طریقہ دوسرا ہے میں آسمانی طریقہ پر علاج کرتا ہوں اور خدا کے
 فضل سے شفا دیتا ہوں تم خود دیکھ لینا" یہ باتیں ہوئی رہیں تھیں کہ راستہ پوٹن کے
 لئے ٹیلی فون آیا اور وہ فوراً روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے چونکہ تفصیلی ملاقات
 نہ ہو سکی تھی اس لئے میں نے مجھے بھروسہ دیا اور چونکہ میں گنبار بجانا جانتا
 ہوں اس لئے پیر مرشد کے اشارے پر یہ بھی فرمائش کی کہ میں گنبار بھی لیتا آؤں
 چنانچہ میں خاص اور وقت مقررہ پہنچ گیا ابھی پیر مرشد کی تشریف آوری کا انتظار
 ہو رہا تھا کہ باتوں باتوں میں میں نے ام سے اسی روز راستہ پوٹن کے اچانک
 چلے جانے کا سبب دریافت کیا میرے استفسار پر "م" نے ہاول تاخر استہ حجاب
 دیتے ہوئے کہا کہ محل سے ٹیلی فون آیا تھا کوئی اہم مسئلہ خلافت ہو رہا تھا گلاب خدا
 کا شکر ہے کہ سب کچھ درست ہو گیا مرشد جب وہاں پہنچ کر ناراض ہوئے تو وہ (زارہ
 زارنہ) خوف زدہ ہو گئے اور سرکار عالمیہ نے حضرت کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دیا

میں سمجھ گیا کہ یہ اچانک جانا پرولو پوت "وزیر داخلہ کے تقرر کے سلسلہ میں تھا زار
 وزیر داخلہ کو مبوط کرنا چاہتے تھے اور پیرومرشد اس کے تقرر کے خواہشمند تھے پھر
 میں نے 'م' سے دریافت کیا "کیا وزرا کے تقرر میں تمہارا بھی ہاتھ ہوتا ہے" اس پر
 وہ خرا کر بولیں نہیں ہمارا کیا ہاتھ ہوتا لیکن ہم سب حضرت کی مدد کرتے رہتے ہیں
 پھر تمہارا انسان کے لئے سب کام کرنا مشکل ہوتا ہے حضرت کو وہ دگاریوں کی مرچوں
 ہوتی ہی ہے یہ باتیں پوہی رہی تھیں کہ پیرومرشد تشریف لے گئے سکر لے ہوئے
 ارشاد ہوا "گذشتہ روز اچانک جلتا پڑا معات کرنا بفسد لوگوں کو سزا دینی ہی پڑتی ہو
 اور عرصے سے مخالفین کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے" پھر 'م' کی طرف مخاطب ہو کر
 ارشاد ہوا "سب کام درست کر دیا۔ بس مجھے خود جانا بڑا سب سے پہلے برو بولوا
 ملی وہ آرزو ہو کر کہنے لگی "وہ کام نہیں بنا، اگر کیوری بس تم پر امید لگی ہوئی ہے خدا
 کا شکر ہے تم آگئے میں سید حاصل میں داخل ہو گیا دیکھا کہ وہ (زارینہ) خفا اور افسردہ
 بیٹھی ہے اور درازیں کمرے میں ٹھل رہا ہے لیکن جب میں نے وہاں پہنچ کر اپنے
 ساتھ کیا جانے امدان کو ان کی تصدیق پھر چھڑوینے کی دھمکی دی وہ خاموشی سے راہ راست
 پر آگئے اور انھوں نے میرا فیصلہ مان لیا"

جب پیرومرشد اپنی ساحری کا ذکر ختم کر چکے تب مجھے گٹار بجانے کا حکم ہوا کچھ
 دیر سن کر فرمانے لگے تم میں کافی باطنیت ہے تمہارا باطن طاقتور ہے میں نے
 عرض کیا "لیکن پریشان خاطر رہتی ہے" ارشاد ہوا میں اس کا علاج فوراً کروں گا
 میرے ساتھ چسیوں کے پاس چلو ایسا کرنے سے بیماری دور ہو جائے گی، میں نے
 عرض کیا "ایک مرتبہ ایسا کر چکا ہوں لیکن مفید ثابت نہ ہوا" ارشاد ہوا "اے عزیز
 خود جانے اور ہمارے ہمراہ جانے میں بڑا فرق ہے میرے ساتھ جا کر بہت تفریح
 ہوتی ہے، پھر پیرومرشد نے ہمیں چسیوں کے ساتھ ناچنے گانے کے حالات

سنانے شروع کئے جب حضرت اپنی زندگی کے اس رخ پر روشنی ڈال رہے تھے اس وقت ہم اور ان کی والدہ محترمہ بہت پریشان ہو رہی تھیں ضبط نہ کر سکنے پر ان کی والدہ صاحبہ مجھے مخاطب ہو کر فرمائے لگئیں حضرت کی باتوں کا یقین نہ کر لینا اس قسم کی باتیں کر کے یہ ہمارا مذاق اٹھا رہے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو خود ذلیل کرتے ہیں تاکہ زیادہ لوگ ان سے محبت نہ کریں یہ سن کر حضرت برہم ہو گئے اور دونوں خواتین کو اس زور سے جھڑکا کہ وہ دم بخود ہو گئیں۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر ارشاد ہوا وہاں میرے ہمراہ چلتا تمہارا مرض دور ہو جائے گا تم خود محسوس کر لو گے کہ ہماری شکایت رفع ہو گئی اور وہاں اس کو دم (بھی اپنے ہمراہ لے چلیں گے) یہ سن کر ہم کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور ان کی والدہ صاحبہ نے افسردہ لہجہ میں عرض کیا پیرو مرشد آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ زبردستی اپنے آپ کو کیوں بدنام کر رہے ہیں اور ساتھ ہی میری لڑکی کو بھی آلودہ فرما رہے ہیں۔ آخر یہ لڑکی حبسیوں میں جا کر کیا کرے گی یہ یاد الہی کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور حضور اس کو حبسیوں میں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ حضور کیا ارشادات فرما رہے ہیں اس پر پیرو مرشد برہم ہو کر لو لے کیا کہا۔ میری صحبت میں کہیں جانے میں گناہ نہیں تم کیا باتیں بنا رہی ہو“ پھر مجھے مخاطب کر کے ارشاد ہوا عزیز من تم ان باتوں پر سناں نہ دھرو بلکہ میرے ہمراہ چلو تمہارا مرض دور ہو جائے گا“ لیکن میں نے چند محبوریوں ظاہر کر کے پیرو مرشد کو اس وقت ڈال دیا۔

چونکہ اب پیرو مرشد سے میری شناسائی ہو گئی تھی اس لئے ایک روز میں ان کے دولت کدہ پر گیا۔ بہت مسرور ہوئے۔ دریافت فرمایا ”عزیز من کیا تمہیں میرے کمرے لیند آئے۔“ آئندہ تم اکثر میرے پاس آیا کرو۔ تمہیں اس حاضری سے کچھ فائدہ پہنچے گا۔ مجھ سے نہ ڈر رجب مجھے برت کر دیکھو گے اس وقت

میری خوبیاں تم پر روشن ہوں گی۔ میں کیا نہیں کر سکتا۔ اگر آرزو زارینہ میرے بعد
ہیں تم بھی ہو سکتے ہو میں ان سے (زارو زارینہ) ملوں گا اور ذکر کروں گا کہ کل تم
لئے میرے ساتھ جائے پی تھی کچھ دیر کے بعد سیاسیات پر گفتگو ہونے لگی گیوری
فرمانے لگے ”ڈوما ہمیشہ میری مخالفت کرتی رہتی ہے اور نانا اس کی وجہ سے بہت
پریشان خاطر رہتے ہیں لیکن کیا ہے۔ ڈوما کی یہ مخالفت زیادہ دیر تک زندہ نہیں
رہ سکتی میں ڈوما کو منسوخ کروں گا اور تمام ممبروں کو محاذ جنگ پر روانہ کروں گا
میں انہیں دکھا دوں گا کہ کسی آدمی سے واسطہ پڑا تھا“ اس پر میں نے سوال کیا
”گر گیوری کیا آپ ڈوما کو منسوخ کر سکتے ہیں“ جواب ملا ”اے ایسا کرنا میرے لئے
بڑا ہی آسان ہے۔ جب تم مجھے اچھی طرح جان لو گے اور میری مدد کرو گے اس وقت
یہ تمام امور تم کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے کہ میں یہ کس طرح کر سکتا ہوں لیکن سنو
ملکہ بہت بیدار مغز حاکم ہے وہ میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی جو میں چاہوں
اس سے کر سکتا ہوں۔ لیکن زارا۔ ات وہ خدا کانیک بندہ ہے اس کو یہ چاہئے کہ
بچوں سے بچے۔ بھول اور سبیریاں لگائے نہ کہ ملک پر حکومت کرے یہ اس کے
لئے دشوار ہے۔ اس لئے خدا کے حکم سے ہم اس کی مدد کرتے ہیں“ کچھ دیر تک
اسی طرح سلسلہ کلام جاری رہا پھر میں نے عرض کیا ”بہت ممکن ہے کہ جو لوگ
آپ کو اطلاعات اور مشورے دیتے رہنے ہیں وہ خود غرض ہوں ادب ان کے
مشوروں کو دست خیال نہ کر لیا اتم فرمائیں جس سے ملک کو نقصان پہنچے
بہت ممکن ہے کہ ڈوما کی منسوخی سیاسی بے چینی پیدا کر دے۔“ میری اس گفتگو
پر پیر صاحب نے فخر کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا ”کیا تم خدا کو سبق دینا چاہتے
ہو۔ کیا خدا نے مجھے زار کی رہبری کے لئے بیکار بھیجا ہے..... میں تم کو بتا دوں کہ
اگر میں ان کی رہبری نہ کرتا اب تک وہ تباہ ہو جاتے..... اور جب وہ میل مشورہ

نہیں مانتے میں منبر پر ہاتھ مار کر حمل کھڑا ہوتا ہوں پھر وہ دناروزارینہ میرے پیچھے
 دوڑتے ہیں اور مجھ سے معافی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں نہیں حضور تشریف نہ
 لے جائیں ہم فادم ہیں عدول حکمی نہ ہوگی سن لو عزیزین شہنشاہ و ملکہ میرا کتنا احترام
 کرتے ہیں چند دنوں کا واقعہ ہے میں ایک شخص کی ایک عہد سے کے لئے سفارش
 کرنے محل گیا وہ دناروزارینہ (لیٹ و عمل کرنے لگے اسزکار میں نے غصے سے کہا
 'میں تمہیں چھوڑ کر سائبریا چلا جاؤں گا پھر تم پر تباہی و ناسردی اُجھائے گی تمہارا
 پیارا لڑکا فوت ہو جائیگا اگر تم خدا کی طرف پشت کرو گے لامحالہ تمہارا چہرہ شیطان کی
 طرف ہو جائے گا' سنتے ہو عزیزین کس طرح کام ہوتے ہیں اس پر بھی کچھ لوگ
 میری برائی کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں۔ راستپوٹن برا انسان ہے اور ان کا
 دناروزارینہ) برا چاہتا ہے میں کیوں ان کا برا چاہنے لگا وہ خدا سے ڈرنے والے اچھے
 بندے ہیں اس پر میں نے عرض کیا 'گر کیوں لیکن یہ آپ کو علم ہے کہ لوگ آپ کی
 بابت کیا بیچ باتیں کہتے ہیں اور نہ صرف روس بلکہ بیرونی ممالک میں بھی ان تمام
 انسانوں پر یقین کیا جا رہا ہے..... اگر آپ واقعی دناروزارینہ سے محبت رکھتے
 ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ سائبریا واپس تشریف لے جائیں..... ورنہ بہت ممکن ہے
 آپ پر کامیاب تانلانہ حملہ ہو' اس پر پروم شد نے ارشاد فرمایا 'نہیں عزیزین
 تم کچھ نہیں جانتے اگر تم کچھ جانتے تو اس قسم کی باتیں نہ کرتے۔ خدا ایسا نہیں ہوتے۔
 دیکھا جب خدا خاص حالات پیدا کر کے مجھے یہاں لایا اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا یہاں
 رہنا ضروری ہے اور یہ کٹ پتلیاں جو کچھ کہتی یا لکھتی ہیں میں اس کی چنداں پرواہ
 نہیں کرتا ان کو لکھنے دو۔ یہ اپنی تباہی کا آپ دعوت دے رہے ہیں'
 سلسلہ کلام ختم ہونے کے بعد مرشد مجھے خراب کی منبر پر لے گئے اور انھوں نے
 میرا جام صحت پینا شروع کر دیا مست ہو جانے پر سلسلہ کلام پھر شروع ہو گیا۔

فرمانے لگے 'میں یہاں شہم سے باتوں میں مشغول ہوں اور محل میں میرا انتظار ہو رہا ہوگا انہیں کیا پرواہ ہے یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے متواتر طبعی فون آتے ہیں۔ میں نہیں پہنچتا پھر قاصداً نے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں اپنا کام ختم کرنے کے بعد یہی جاتا ہوں..... میں جب اچانک پہنچ جاتا ہوں وہ بہت خوش ہوتے ہیں بعد ازاں گرگوری مجھے علاج کے کمرے میں لے گئے۔ سونے پر لٹا دیا اور آنکھوں سے آنکھیں ملا کر سر سے پرتک ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد پھر بخونوگی اور خواب کی سی حالت طاری ہونے لگی ایسا محسوس ہونے لگا گویا ہاتھ پیروں کی جان سی نکل رہی ہے جب یہ حالت طاری ہوئی اس وقت میں نے اپنی خیالی ارومانی طاقت سے راسپیوٹن کی روحانی توجہ سے لڑنا شروع کر دیا جب راسپیوٹن کو یہ محسوس ہوا کہ میں قوت خیال سے کام لے رہا ہوں اس نے فوراً عمل ختم کر دیا۔ کچھ دیر بعد میرے حواس درست ہونے پر پیر و مرشد نے فرمایا 'تم مجھے پسند ہو۔ تم سے انسان باتیں کر سکتا ہے چونکہ تم فوراً ہی معاملہ کی تہہ کو پہنچ جاتے ہو۔ تم مجھے اپنا عندیہ تبادو فوراً تمہیں فیر بنا دوں۔ سب وزیر میرے حکم کے تابع ہیں چونکہ میری وجہ سے ان کو عہدے ملتے ہیں وزیر اعظم بھی میری مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر میں اس نے نمائندے کو وزیر داخلہ بنا دوں وہ مجھے پچاس ہزار روپیہ دے لگا اور سنو عہدت کا قابو میں لانا مرد کے قابو میں لانے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے اسکو اثر قائم مگر کرنے کے لئے عہدت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ مرد پر قابو پانے کے لئے پہلے عہدت کو قابو میں کرنا چاہئے میں عہدوں کو حاکم میں لے جاتا ہوں کسے باشد، اور جب ایک دفعہ حاکم میں داخل ہو گئیں اس وقت ان سے کہتا ہوں اپنے کپڑے اتارو اور اس دہقانہ کو غسل دے گا رگہ چون دچا کرتی ہیں تو میں فوراً یہی سب سوک دیتا ہوں..... میرے انکشافات کسب سے سن رہا تھا شراب اس پر اثر کر دی تھی

گر گوری کا سلسلہ کلام اگرچہ جاری رہا لیکن وہ اس درجہ فحش ہو گیا تھا کہ اس کو تبرہ میں لانا غیر محذب ہو گا اس کے بعد جنگ کے موضوع پر باتیں ہونے لگیں ارشاد ہوا "کافی کشت و خون ہو چکا ہے اب اس کو ختم کرنا چاہئے۔ آخر جز من بھی ہمارے بھائی ہیں حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے دشمن سے دوست کا سا سلوک کرو لیکن زار نہیں مانتا اور زارینہ بھی ضد کر رہی ہے کوئی ان کو غلط مشورہ دے رہا ہے لیکن کیسا ہوتا ہے جب میں ان سے کسی امر کے متعلق کہوں گا وہ انکار نہیں کر سکتے لیکن سبھی ہم خود تیار نہیں ہیں جب سب حالات درست ہو جائیں گے اس وقت الگ نظر کرنا یا لائحہ عمل کا سینٹ مقرر کر دیں گے اور زار کو یواہریا پہنچا دیں گے وہاں وہ عبادت میں زندگی بسر کیا کرتے ہیں"

دماغ روشن ہونے کی حالت میں انسان سامری اور یسوی میں فرق نہیں کر سکتا تاہم روس جس شخص کو سپر و مرنڈ خیال کرتا تھا وہ ایک روحانی جادوگر تھا دنیا ان جادوگروں سے مالا مال ہے کسی زمانہ میں روحانی اہلیتیں نبی نزع انسان میں روحانیت اور نیک کرداری پیدا کرنے میں صرف ہوتی تھیں آج وہی نفس بے مدی اور ذاتی اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہیں لیکن روحانیت کا پانا اعضاء اور روحانی طاقت رکھنے والوں کے لیے محسن ظن بہنوز باقی ہے عام خیال یہ ہے کہ روحانیت رکھنے والے کے لیے نیک کردار ہونا بھی ضروری ہے خود غرض اور دنیا دار کی روحانی اہلیتیں سلب ہو جاتی ہیں یہ خیال جتنا عام ہے اتنا ہی غلط بھی ہے جس طرح ورزش کرنے سے انسان طاقتور ہو جاتا ہے اور طاقت اور نیک کرداری میں کوئی رشتہ نہیں طاقتور انسان ستم شعار بھی ہو سکتا ہے اور مجاہد بھی بعینہ ایک خاص قسم کی زندگی بسر کرنے سے خیال و روح میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ انسان دین دار بھی ہو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ انسان بجائے خدمت خلق کو اپنا نصب العین

بتلانے کے نفس پروردی کو مقصد حیات بنالیتا ہے اور اپنی خاص اہلیتوں کا مظاہرہ
 کو کے اپنی غیر اخلاقی خواہشات کو پورا کرتا ہے۔ فکری اضمحلال ان دو قسم کے روحانی
 انسانوں میں تمیز کرنا ناممکن کر دیتا ہے۔ نزار و زاریہ میں اتنا اداک و فہم کہاں تھا کہ
 مگر گیوری کی حقیقت کو برکتے۔ چنانچہ غزنوی کی غلامی اور یازکی خواہجی نازکی یازی
 اور گیوری کی غزوت کے سامنے ہیج ہو گئی۔

عام طور پر یقین کیا جا رہا تھا کہ پیروہرشد کے مشور سے ملک کو تباہ کرا ہے
 ہیں راز کی کم فہمی کا چرچا عام تھا۔ جب سے ناز نے کمانڈر انچیف کا عہدہ نبھا لیا تھا
 اس وقت سے ان کی نااہلیت اور بھی روشن ہو گئی تھی جنرل کریموت نے محاف سے
 واپسی پر صاف طور پر ڈوٹا کے ڈیٹیوں سے کہا "محاذ پر حالات بہت خراب ہوتے
 بار ہے ہیں اور ناز کو معزول کئے بغیر حالات کاروبہ اصلاح ہونا غیر ممکن ہے تم
 اس طرف قدم اٹھاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں" سڈو سکی نے کہا چونکہ ناز ملک کو تباہ
 کر رہا ہے اس لئے اب ہمیں بھی اس پر رحم کھانے کی ضرورت نہیں" لیکن باوجود
 اس غم و غصہ کے کسی کو عمل کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ سب یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا
 یہ کام کر دے شاہی خاندان والوں کا یہ خیال تھا کہ راسپوٹن کا اثر زائل ہو جانے پر
 حالات خود بخود رو بہ اصلاح ہو جائیں گے (چنانچہ ناز کے بھانجے شہزادہ یوسوف
 اور اس کے چند ساتھیوں نے ۱۵ اور ۱۶ ستمبر ۱۹۱۷ء کی درمیانی شب کو راسپوٹن
 کو اپنے یہاں مدعو کیا اور قتل کر کے اس کو دریائے نیوا میں ڈال آئے۔ راسپوٹن
 کے قتل کا اجرا شہزادہ نے اپنی تصنیف "راسپوٹن" میں تفصیل سے بیان کیا ہے
 قتل کی خبر عام ہوتے ہی روس کے گوشہ گوشہ میں خوشیاں منائی گئیں جمہور راسپوٹن
 کے قاتلوں کو دعائیں نہیں دے رہے تھے بلکہ ان کا جام صحت پی رہے تھے۔
 نزار یہ کی بہن نے گراؤنڈ ویگ کو اطلاع دی "میں راسپوٹن کے قاتلوں کے حق میں

دعا کرتے ہی ہوں کہ پروردگار ان کو اس قومی خدمت کا اجر دے۔ گئی دن بعد راسپوٹن
 کی لاش برت میں دبی ہوئی ملی نفرت کی بنا پر کسی نے اس کو ہاتھ نہ لگایا اور آواز نہ لگائی
 اور یر و یونان نے خفیہ طور پر اس کی تجزیہ و تکفین کی۔

فروری کا انقلاب

تاریخ کو حقیقی نقطہ نظر سے دیکھنے سے اس دنیا میں ایک نئی دنیا بسی ہوئی معلوم ہوتی ہے اسی دنیا جس کے ہر واقعہ میں ترتیب جس کی ہر حرکت میں تنظیم جس کی ہر تمدنی و معاشرتی تبدیلی میں ایک ارتقائی قانون کارفرما نظر آتا ہے۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ جو حکماءِ معاشرہ کے عمل و ردِ عمل کے قوانین سے واقف ہیں ان کے لئے تاریخی تقاضوں و وقتی رجحانات اور قوموں کی ترقی و منزل کا تحلیل کرنا ہی طرح ممکن ہے جس طرح علمِ کیمیا کا ماہر کسی نئی شے کی تحلیل کرنے کے بعد اس کے مختلف اجزاء، ان کی آپس کی نسبت، ان کے مختلف اخراجات اور ان کی دنیا سے علمِ کیمیا میں جو ترقی کے امکانات پیدا ہوتے ہیں معلوم کرتا ہے۔ لیکن تاریخ کے انقلابی دور کے ساتھ یہ قباحت ضرور ہے کہ دنیا میں انقلابی حالات و واقعات مدتِ مدید کے بعد پیش آتے ہیں اس لئے انقلاب کی تحلیل کرنے کے لئے ایسا ممکن نہیں ہوتا کہ تاریخ کی لیبوریری میں ایک چھوٹا سا انقلاب کر لیا اور معاشرہ کے جن عناصر نے جس نسبت اور جن تقاضوں کی بنا پر انقلاب میں حصہ لیا ان کو آئندہ کی تحقیقات کے لئے قلم بند کر لیا۔ لیکن قدرت کی کارساز کچھ ایسی ہے کہ جب اس رباط کہیں میں سماجی انقلاب ہوئے اسی زمانہ میں

ایسے انسان بھی پیدا ہونے جن کی تیز نظر اور نچتہ فکر نے انقلابی دور کی اس درجہ صاف تشریح کی کہ تاریخ عالم کے ارتقائی قوانین کا طریقہ کار صاف صاف نظر آنے لگا۔

تاریخ عالم کی یہ ایک بنیادی حقیقت ہے۔ کہ معاشرتی انقلاب ہمیشہ دو اجزا یعنی مزدور اور کسان کامرہوں منت ہوتا ہے مگر کسی بد نصیب ملک میں یہ دو طبقے خوابیدہ ہوں اس میں سیاسی انقلاب شاید ہو جائے لیکن معاشرتی و تمدنی انقلاب ہونا ممکن نہیں ان دونوں طبقوں کی مدد کے بغیر حکومت میں شخص اس اور پارٹی کی تبدیلی کرنا شاید ممکن ہو۔ لیکن معاشرت کے بنیادی تحولات اور ادارے مثلاً ملکیت۔ انفرادی طریقہ پیداوار نہ ہی تبدیلیاں اور اصلاحی زندگی سے متعلق تحولات کو نہیں بدلا جاسکتا ہے۔ روسی تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں طبقوں کی انقلابی پلٹیوں اور کامنات کی بنا پر ملک کا حکمران طبقہ ان سے ہمیشہ خائف ہی رہا یہی وجہ تھی کہ ان غریبوں کو اقتصادی و تعلیمی بھالی میں رکھا گیا تاکہ ان خبیثہ کی فراہمی کی تدابیر کے علاوہ اور کوئی خیال ان کے دل میں پیدا ہی نہ ہو۔ تاریخ کے ہر دور میں مزدور کی زندگی پر اگندہ ہی رہی لیکن جب سرمایہ داری کا آلتی دور شروع ہوا اس وقت نہ صرف حکومت اور سرمایہ دار کو مزدور کو بہتر مزدور بنانے کے لئے تعلیم دینی پڑی بلکہ ان کو صنعتی شہروں میں ایک جگہ لاکر آیا و کرنا پڑا ایسا کرنا آلتی دور کی اقتصادی ضرورت ہوتی ہے۔ روس میں بھی ایسا ہی ہوا کہ سرمایہ داروں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے جن میں مزدور آبادی پیدا ہو گئی۔ سہرے بچھتی اور تعلیم نے مزدور طبقہ میں خود اعتمادی اور طاقت کا احساس پیدا کر دیا اور جب یہ دو احساس پیدا ہو جاتے ہیں طبقاتی قوت خود بخود کام کرنے لگتی ہے۔ چنانچہ روس میں مزدوروں نے اپنی انجمنیں بنالیں جو اقتصادی مطالبات

کو سرمایہ داروں سے منولنے کے لئے جدوجہد کرنے لگیں۔ چند دہائیوں اقتصادی مسائل ہی زیر بحث رہے ہوتے ہوتے مزدور طبقہ پر یہ راز منکشف ہو گیا کہ اقتصادیات اور سیاست کا جو لگاؤ سن کا ساتھ ہے۔ اس انکشاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ مزدوروں میں سیاسی زاویہ نظر پیدا ہو گیا اور اب وہ ملک کی انقلابی جدوجہد میں حصہ لینے لگے۔ قدرت کا یہ ایک ازلی قانون ہے کہ ہر اثبات اپنی نفی پیدا کرتا ہے۔ ہر فرعون کے لئے بلازم ہے کہ آپ اپنا موسیٰ پیدا کرے جب اس ظلم کدہ کی یہ رسم ٹھہری تو کیونکر ممکن تھا کہ ملکہ دار طبقہ کے لئے اس کے گورکن پیدا نہ ہوتے۔

۱۹۱۲ء کی جنگ عظیم نے غریب طبقہ کے سیاسی فہم و شعور کو زیادہ تیز اور ابھر و متوسط طبقات میں ذمہ دار حکومت قائم کرنے کا جذبہ شدید کر دیا۔ اسی زمانہ میں اشتراکیوں میں دو پارٹیاں نمودار ہوئیں، ایک میٹروک اور دوسرے بولشیویک ان دونوں کے بنیادی تئیں میں قدرے فرق تھا لیکن طریقہ کار میں سخت اختلاف تھا۔ اول انکر صرف یعنی جدوجہد پر حصول مقصد کے لئے لکتفا اور موخر الذکر جارحانہ اکتسابی کارروائی کو کامیابی کی کلید خیال کرتے تھے، جنگ شروع ہونے کے کچھ عرصے بعد میدان جنگ میں روسی افواج کو زبردست شکستیں ہونے اور جمہور میں اقتصادی معینی بڑھنے پر ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہو گیا، اجناس خوردنی مایند صحت کپڑا اور دوسری ضروریات زندگی کی کمی نے وہیاتی کو تلاش معاش میں شہروں تک پہنچا دیا جہاں پہنچکر ان کو یہ معلوم ہوا کہ کھائی سے نکل کر کوئیں میں آگے ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ اقل موت سامنے آجالتے پر وہ خو خوار اور بہادر ہو جاتا ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے بریشان ہو کر جمہور ملک کے سیاسی اور اقتصادی نظام کے خلاف برسرِ بیکار ہو گئے بولشیویک نے ان کی سیاسی معینی سے فائدہ اٹھا کر غیر مصلحتی طبقوں میں تنظیم پیدا کر دی۔ بولشیویک کی اس زمانہ کی انقلابی جدوجہد کی بابت بولشویک کے محکمہ کی رپورٹ

تھو۔ لینن کی پارٹی کے لوگ جیت اور بے خوف انقلابی ہیں جو غیر مطمئن طبقات میں تنظیم پیدا کر رہے ہیں اور استقلال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جس پارٹی کی بابت پولیس کی یہ رپورٹ ہے اس کو حکومت کیوں نہ قید بند میں رکھے چنانچہ نومبر ۱۹۱۲ء کو حکومت نے ڈوما کے اشتراکی ڈپٹیوں کو گرفتار کر لیا۔ کسی سیاسی جماعت کے چند لیڈروں کو گرفتار کر لینے سے بھوک کی شدت اور خوراک کی کمی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ وقت گزرنے پر سیاسی جمعی کے اسباب و علل یعنی اجناس کی کمی کے بڑھنے سے ملک میں عام طور پر ہڑتالیں بلوے اور کشت و خون ہونے لگے۔ ۵ جون ۱۹۱۵ء کو پولیس نے ایک کپڑے کے کارخانے کے ہڑتالیوں پر گولی چلائی۔ ہڑتالی جان بحق اور زخمی ہوئے۔ ۱۵ اگست کو پھر گولی چلی ۱۶ ہڑتالی ہلاک اور ۳۰ مجروح ہوئے۔ سیاسی نظر رکھنے والے ان ہڑتالیوں میں انقلاب کا اندازہ ہوا طوفان دیکھ رہے تھے۔ ۱۶ اگست کو وزیر انصاف نے دورانِ تقریر میں کہا: ”اگر اس وقت مزدوروں کے مسلح مظاہرے نہیں ہو رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تنظیم نہیں ہے۔ وزیر داخلہ نے ایک تقریر میں کہا ”ہمیں اشتراکی ڈپٹیوں کو رہائی نہیں دینی چاہئے ورنہ یہ مزدوروں کے لئے مرکز بن جائیں گے۔“ رہبروں کو گرفتار کر لیا جائے اور بجائے حالات درست کرنے کے تشدد سے کسی تحریک کو دبا دیا جائے اس طرح وہ دبا نہیں کرتی بلکہ زمین دوز ہو کر انقلابی جدوجہد جاری رکھتی ہے۔ اشتراکی پارٹی کے ساتھ بھی یہی ہوا حکومت کے تشدد کرنے پر فترت کیوں نہ خفیہ طریقہ کار اختیار کر لیا۔ پولیس کے حکمہ کی رپورٹ تھی: ”جب سے جنگ شروع ہوئی ہے۔ لینن کے پیرو تمام ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اور خفیہ طور پر تبلیغ کر رہے ہیں۔“

تمام بڑے بڑے مقامات پر ان کی خفیہ انجمنیں موجود ہیں۔ جو جنگ ختم کرنے، موجودہ حکومت کو زیر و زبر کرنے اور جمہوریت کی بنیاد ڈالنے کی تبلیغ کر رہی

ہیں اور ان کا پردہ سگنڈا مزدور جماعت میں سیاسی سمیٹنی بڑھا رہا ہے۔ پولیس کی ایک اور رپورٹ کہتی ہے: "اگر دفعہ ۱۰۱ کے ماتحت ان سب لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے جو شہنشاہ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں تو اتنی گرفتاریاں کرنی پڑیں گی کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش نہ کر سکے گی۔" پولیس کی یہ رپورٹیں عام بے چینی کا پتہ دیتی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں روس میں ایک اور عظیم الشان رجحان نمایاں ہو رہا تھا اور سیاسی نظر رکھنے والے ان ہڑتالیوں سے زیادہ اس رجحان سے خالی تھے وہ رجحان یہ تھا کہ فوج نے ہڑتالیوں کے ساتھ عملی ہمدردی کرنا شروع کر دی تھی۔

فوج آسمانوں سے نہیں اتر کر تی بلکہ کسان طبقہ اور دیہاتی آبادی سے ہی فراہم کجیاتی ہے۔ کسان طبقہ ادھیات کے عوام کا باغی ہو جانا فوج کی وفاداری پر بھی زہر پلایا اتر کر رہا ہے۔ چنانچہ بڑھے کسان کا نوجوان بیٹا فوج میں بھرتی ہو جاتا لیکن جب اپنے عزیزیاں سباپ۔ دوستوں ہسالیوں اور گاؤں والوں کو بھوک اور پیاس کی شدت میں گرفتار دیکھتا اور ان کی حالت کا مقابلہ حکمران طبقے کے عیش و آرام سے کرتا تو باغی ہو کر ہڑتالیوں سے ہمدردی کرنے لگتا۔ اس زمانہ میں ہڑتالیوں اور انقلابیوں سے فوج کی عملی ہمدردی اتنی عام ہو گئی تھی کہ فرانس کے سفیر نے روسی وزیر اعظم کی توجہ اس طرف منطقت کرانے ہوئے کہا: "ہڑتالیوں کو فوج تعاون کر رہی ہے۔" اس پر وزیر اعظم نے جواب دیا "وقت آنے دیجئے ان کو کیسا کھلتا ہوں۔" کم فہم حکام سیاسی جمیڈگی کو تشدد سے حل کرنا چاہتے تھے جس کا نتیجہ پولیس کے ڈائریکٹر کے الفاظ میں یہ ہو رہا تھا "۱۹۵۵ء کی نسبت اب حکومت کی مخالفت زیادہ شدت سے ہو رہی ہے۔ اور فوج اور پولیس قابل اعتماد نہیں ہیں" جب جادو سر پر چڑھ کر لوٹنے لگے اس وقت سمجھ لینا چاہئے کہ جادو گر کا وقار قائم ہو گیا۔ پولیس کا چیف خود پولیس کو ناقابل اعتماد سمجھنے لگے ان حالات میں انقلاب

کی کامیابی نہیں کون شک کر سکتا ہے۔ ملک میں اجناس خوردنی، ایندھن، کپڑے اور روزگار کی کمی کی وجہ سے ہڑتالیں اور بلوے ہونے پر کون یہ پیشگوئی نہ کرے گا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ لیکن کیا ہوگا؟ کس وقت ہوگا؟ اور کس طرح ہوگا؟ اس کو تیز سے تیز مفکر بھی نہیں بتا سکتا۔ کسی عمل کا کیا رد عمل ہوگا اس کا علم نہ انسانوں کو ہوتا ہے اور نہ فرشتوں کو۔ ابلیس کو کیا خبر تھی کہ ایک سجدہ نہ کرنا اس کو راندہ درگاہ کر دے گا اور حضرت آدم کو یہ علم کب تھا کہ ان کی ایک معمولی سی لغزش ایک عالم کی تشکیل کا باعث بن جائے گی۔ انسانی فکر کی یہی دراندگی ہے جو اس کو تقدیر و جبر میں نغیبین دلا دیتی ہے۔ جنوری ۱۹۱۷ء میں روسی جمہور کی سیاسی بے چینی اور اقتصادی بد حالی دیکھتے ہوئے یہ ضرور کہا جا سکتا تھا کہ جمہور ان تباہ کن حالات کو مدت تک برداشت نہیں کر سکتے لیکن یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ کب اور کس طرح یہ ناقابل برداشت حالات بدل لیں گے۔ مفکر طبیعتیں یہ سمجھ رہی تھیں کہ طبقاتی تضاد کا پھوٹا پک رہا ہے لیکن سیاسی مبصر یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ یہ پھوٹا کب پھوٹ نکلے گا۔

(۲۳ فروری ۱۹۱۷ء کو سپر وگراڈ میں عہدوں کا بین الاقوامی دن منایا گیا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ تاریخ اسی روز کو انقلاب کا پہلا دن شمار کرے گی۔ اس روز حسب دستور جلوس نکلا اور انقلابی جمہور کا پولس سے اس زور سے تصادم ہوا کہ حکومت کو فوج بلانی پڑی۔ ۲۴ فروری کو ۲۳ فروری کا نظارہ دوبارہ زندہ کیا گیا اس روز جلوس روٹی، روٹی، روٹی کا نعرہ لگاتا ہوا نکلا۔ کچھ دیر بعد سب ادیب مرنو بلو کے نعرے فضا میں گونج پیدا کر دی۔ جلوس کے کچھ دور آگے بڑھنے پر صلح کرو۔ صلح کرو۔ صلح کرو کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ ان تین نعروں میں غریب، متوسط اور بااثر طبقوں کی طبقات اور نسل اپنے اپنے مطالبات کی ترجمانی پاتے تھے۔ اسلئے سب طبقات

کو جلوس اور ہڑتالیوں سے ہمردی پیدا ہو گئی تھی۔ ۲۵ فروری کو ہڑتال اور بھی بڑے پیمانے پر ہوئی اور صاف نظر آنے لگا کہ فوج ہڑتالیوں کی پشت پر ہے۔ اس روز وزیر جنگ نے زار کو بتام موخلیف اطلدع وی۔ دارالسلطنت میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں مزید بدامنی پھیلا رہے ہیں لیکن حالات بد قابو ہے کسی تشوش کی ضرورت نہیں۔ اسی دن حکومت نے ضروروں کے سولینڈر گرفتار کر لئے۔ لیڈوں کی گرفتاری حکومت کی طرف سے اس امر کا اعلان تھا۔ وہ ہر اس کا فی تشدد سے انقلابی تحریک کو دبانے کے لئے تیار ہے جب حکومت کے اس عملی اشارے کا بھی ہڑتالیوں پر کوئی اثر نہ ہوا تو حکومت نے ایک وفادار فوج کے دستہ سے ہڑتالیوں پر گولی چلاوادی۔ نہ معلوم کتنے ہڑتالی جان بحق ہوئے۔ لیکن مرجا و آفرین! ان جان شاران حریت پر جن کے ایمان و جوش کرجار کا یہ عالم تھا کہ گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ گرد و پیش نعشیں تڑپ رہی تھیں۔ ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست و عزیز خاک و خون میں غلطال و بیچاں ایک دوسرے کو آخری بار اوداع کہہ رہے تھے۔ لیکن مجمع تھا کہ موت سے بازی لگائے ہوئے پہاڑ کی سنگلاخ چٹان کی طرح کھڑا تھا۔ باطل کو شکست دینے کے لئے حق کو زبردست قربانی کرنی پڑتی ہے۔ حق انسان کے خون سے پرورش پاتا ہے یہ نہیں ہوا کرتا کہ حق کی کرن ظاہر ہوئی اور باطل کی ظلمت کا نور ہو گئی۔ باطل سے زیادہ حق کے قیام کے لئے جان و مال کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ حق کی صدا ہوا کے تنوع کے سوا کچھ نہیں ہوتی اس کو جوش کرجار اور انسان کا عمل و ایثار خدا کی آواز میں تبدیل کرتے ہیں اگر حق کی حمایت پر انسان کی جدوجہد نہ ہو تو وہ طاق نسیاں پمدکھا ہوا ایک عرشنا میخ ہے اور بس۔

جس طرح ظرافت و خندہ آواز تمام مہم میں تبسم کی لہر دوٹا دیتے ہیں اس

کہیں زیادہ تیزی سے عمل صالح کرو پیش کو متاثر کرتا ہے۔ جمہور نے حکومت کے ظلم و ستم کے خلاف جہاد کیا اس پر فوج کی رگ حمیت میں بھی جو جس آیا فوج کی جو تھی کھینچ لے جس کے ایک دستہ سے ہڑتالیوں پر گولی چلوائی گئی تھی اس سر پر بلوہ کر دیا اس کھینچی کے سپاہیوں سے جمہور سے مجمع پر گولیوں کو لی چلوائی گئی۔ فوج میں بلوہ ہونے پر اس کو کون روکے اور فوج کی اس ہمدردی سے جمہور کی ہمتیں کیوں نہ دو چند ہو جائیں۔ اس روز صبح زارینہ نے شہنشاہ کو اطلاع دی۔ دارالسلطنت میں خاموشی ہے۔ لیکن شام کو تار دیا۔ شہر کی حالت اچھی نہیں، خط میں حالات پر تبصرہ فرماتی ہوئی تحریر کرتی ہیں۔ "تمہیں مزدوروں سے صاف طور پر کہہ دینا چاہئے کہ ہڑتال کا سلسلہ جاری رکھنے کی شکل میں ان کو بطور سزا محاذ جنگ پر روانہ کر دیا جائے گا۔" زارینہ کو یہ علم کہاں تھا کہ بعض مرتبہ زندگی اتنی بھیانک ہو جاتی ہے کہ موت کی دھمکی قلوب پر پراس طاری نہیں کرتی اور بعض دفعہ اتنی رفیع دل کش ہوتی ہیں کہ ان کے حصول کی تمنا پر جان نذر کرنا اول فریب معلوم ہوتا ہے۔ ۲۶ فروری کی صبح تک تمام مقامی فوج باغی ہو گئی تھی اور پیٹروگرڈ میں عام سپاہی اپنے افسروں کے ساتھ وہی سلوک کر رہے تھے جو افسروں نے آج تک ان کے ساتھ روا رکھا تھا دنیا کی یہ ایک قدیم رسم ہے کہ کبھی وہ خواجہ کو غلام اور کبھی غلام کو خواجہ بنا دیتی ہے روس کے دارالسلطنت میں یہی رسم پوری ہو رہی تھی۔ زارینہ نے حالات درست کرنے کے لئے وزارت بھی بدل دی تب بھی کچھ نہ ہوا۔

(۲۶ فروری کو ڈوما کا اجلاس ہونا تھا۔ ڈپٹی ٹورائیڈ محل میں آچکے تھے۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہونے والی تھی اس وقت خبر آئی کہ زار نے ڈوما کو برخاست کر دیا ہے یا کبھی اسمبلی ہال میں ممبران اس حکم پر تبصرہ و تنقید ہی کر رہے تھے کہ ڈوما کا ایک ڈپٹی کرٹسکی نامی بھاگا ہوا آیا اور اس نے جمہور کے ایک جم غفیر کے عمل کی

سمت آنے کی اطلاع دی جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ڈوما کو حکومت پر قبضہ کر لینا چاہیے۔
 کرشنکی سلسلہ کلام ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ مجمع لہریں مارتا ہوا محل کے سنٹر لوں کو زخمی
 کر اسہیلی ہال میں داخل ہو گیا اداس لے اپنا مطالبہ پیش کر دیا تمام ممبر سراسر پاجیرت و
 سسٹنگی بن گئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ خود و غل بہوس و پریشانی کے
 عالم میں ڈوما کے صدر نے مجمع کے مطالبہ کے مطابق ایک عارضی حکومت بنالی اور
 یہ فرض کر لیا گیا کہ تمام ممبر اس نوا فیریدہ عارضی حکومت کی تائید میں ہیں۔ انقلابی جمہور
 نے صرف یہی نہیں کیا کہ سنگین کی ٹوک پر ڈوما کے صدر سے عارضی حکومت کا
 انقلا کر لیا بلکہ محل کے دوسرے کمرے میں اجلاس کر کے ۱۹۰۵ء کے سوٹ اٹارہ
 کو از سر توندہ کیا۔ سوٹ کے لئے آٹا قانا انتخاب کئے اور مجلس عاملہ کے نام سے
 ایک کابینہ بنالی۔ اس کابینہ نے فوراً ایک کمیشن جس کا کام خوراک کا انتظام کرنا تھا
 مقرر کر دیا اور چیک ٹکسال اور پریس پر بھی قبضہ کر لیا۔ خیال یہ تھا کہ چند روز بعد عارضی
 حکومت کو برطرف کرنے کے بعد مجلس عاملہ کامل طور پر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں
 لے لیگی اور انقلابی سوٹ تمام ملک کی تنظیم کرینگے۔ جمہور کا خود مختارانہ رجحان دیکھ
 کر ۲۸ فروری کو ڈوما کے صدر نے زار کو بذریعہ نار اطلاع دی ”آخری لمحہ آگیا ہے
 ملک اور شہنشاہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔“ یہ اطلاع پانے پر زار نے
 ایک مہر کا بوزیر سے کہا ”دیکھو اس بیٹیل روڈ میاں کو نے مجھے پتہ ایک لغو تار دیا
 ہے۔ میں اس کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتا۔“

اگر کسی کے دل و دماغ ہی نہ ہوں تو سمجھانے والا بھی کیا کرے۔ طوفان
 آرہا ہے۔ خدا کا بیغمیر کشتی بنا رہا ہے۔ وہ خطرو کے احساس کی بنا پر جمہور کو طوفان
 کی ہولناکی سے ڈرا رہا ہے۔ گرد و پیش کے لوگ اس کو کشتی بناتے ہوئے مشاہدہ
 کر رہے ہیں لیکن لا پر واہ ہیں۔ احساس کی کمی لے ان کو طوفان کی طرف سے آندھا

بنا دیا ہے۔ پیغمبر اپنے لڑکے سے کہتا ہے کہ کشتی میں تمہا اس پر حجاب ملتا ہے۔ کہ
 نہیں میں تو تیلے پر چڑھ جاؤں گا اور طوفان مجھ کو نہیں چھوئے گا جہاں یہ ذہنی
 کیفیت اور عقل کا فقدان اس وجہ ہو وہاں عذاب الہی نازل ہونا یقین ہی نہیں بلکہ
 ضروری ہے۔ زار کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حالات نازک ہیں۔ لیکن نہ وہ وقت کی
 نزاکت کا احساس ہی کرتا ہے اور نہ قہر الہی سے ڈرتا ہے۔ البتہ جب زار میتہ کا
 حسب ذیل تاریک مراعات دینی ضروری ہیں پڑتالیں جاری ہیں۔ فرج کا بہت بڑا
 حصہ باغیوں کے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ اس وقت تارچو لکا اور میدان جھگڑے
 دار السلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ ویارنا پہنچ کر زارینہ کی تشفی کے لئے تاریکیت
 ہے۔ ”یہاں موسم بہت اچھا ہے۔ امید ہے کہ تم بخیریت ہوگی۔ پریشان ہونے کی
 ضرورت نہیں فرج روانہ کر دی ہے۔ زار نے فرج ضرور روانہ کر دی لیکن اس فرج
 کے دل میں کیا تھا اس کی اس کو مطلق خبر نہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ جب گرفت
 کا وقت آپہنچا ہوا اور تاریخ منتقلی و نکتہ کی بنا پر قتل کا فیصلہ سنا چکی ہو اس وقت
 جاگ کر اگر وقت کے ساتھ دوڑو تب بھی کچھ نہیں ہوتا۔ زار کا اسپیشل ابھی پوشوٹ
 بھی نہ پہنچا تھا کہ القلابی جماعت نے ریل کے پلوں پر قبضہ کر لیا اور دار السلطنت
 جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ دوبارہ مورخ جو بادشاہ کے ساتھ سفر کر رہا
 تھا اپنے روزنامہ میں تحریر کرتا ہے: ”اس رات ہمیں یقین ہو گیا کہ اصلاحات دینی
 پڑائیگی۔ تمام حاضرین کا یہی خیال تھا کہ القلابیوں کے ساتھ صلح کر لینی چاہئے۔ زار
 اس کے مصاحب ہونے اصلاحات دینے ہی کو کافی خیال کر رہے تھے۔ بغاوت
 کسی وجہ کامیاب ہو چکی تھی اس کا ان کو مطلق علم نہ تھا اور زار ریل کی پٹریوں پر بلکہ
 کی سمت جانے کا راستہ تلاش کرتا پھر رہا تھا اور دھڑا دھڑا زارینہ شہنشاہ کو فوراً دار السلطنت
 پہنچ جانے کے لئے ہاتھی ماروانہ کر رہی تھی۔“ ماحسرا آزار گھر پر چونکہ سویٹ کا قبضہ

تھا۔ اس لئے زارنیرہ کے تار پر مکتوب الیہ کا پتہ نہیں لکھ کر واپس کر دیا جاتا تھا۔ تاریخ عالم اس سے زیادہ کس سپرسی کی مثال شاید ہی پیش کر سکے۔ لیکن کیا کیا جائے جہانسان وقت کے ساتھ نہ بدلے اس کے ساتھ وقت مذاق کرتا ہی ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ زارنیرہ کے فرمان اور زار کے حکامات روسی جمہور کے لئے صحیفہ آسمانی تھے۔ آج وہ دن تھا کہ زارنیرہ کے ناموں پر ایک نارگھر کا بالورہ لکھ کر واپس کر دیتا تھا کہ مکتوب الیہ کا پتہ نہیں یہ بیسویں صدی کے معجزات ہیں جن کو فکر طبیعتیں بار بار دیکھتی ہیں اور خفگی و بے عملی سے پناہ مانگتی ہیں۔

برو بکود اس زمانہ کے حالات قلم بند کرتی ہوئی اپنے روزنامہ میں لکھتی ہے
 "میں نے نفسی نفسی بڑی ہوئی تھی باغی نفس آئے تھے اور چیزوں کو اس طرح دیکھتے پھرتے تھے جس طرح کوئی عجائب خانہ کی سیر کرتا پھر باہر آتا ہے تو ایک زمانہ تھا کہ روسی جمہور اس محل کی دردیوار کو بوسہ دیتے تھے اور اس کے مکینوں کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ آج وہی جمہور اس محل کے خمی فریش کو روندتے ہوئے چل رہے تھے اور اس کے مکین جمہور کے غیظ و غضب سے لرزاں تھے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ انسان کی نفسی کیفیت بدل جانے سے جن مکالوں اور مکینوں سے وہ صدیوں سے مرعوب جلا آتا تھا ان کے مقابلہ پر کس دیرانہ انداز سے حکم آور ہو جاتا ہے۔ اصل انسان کے نفس ہی میں وہ جادو ہے جو اس کو آقا اور جس کا فقدان اس کو غلام بنا تا ہے۔ پہلی بار چہ کو شہنشاہ روس کو یہ جانکاہ خبر ملی کہ تمام قریح مع بوڈی کلرڈ کے باغیوں سے جا ملی ہے اور دارالسلطنت پمانخوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس اندوہناک اطلاع پر زار اور اس کے مصاحبوں نے یہ طے کیا کہ انقلابیوں کی سرکوبی کے لئے جو قریح دارالسلطنت کی طرف روانہ کی گئی ہے اس کو واپس بلا لیا جائے اور ذمہ دارانہ قائم کر دی جائے۔ چنانچہ روز کی یہ تجویز لے کر ڈوما

کے صدر کے پاس بصد وقت پہنچا لیکن اب وہ وقت گزر چکا تھا جب کہ ذمہ دار وزارت کا قیام روس کی سیاسی سہیلنی دور کر دیتا۔ چنانچہ روز کی کی تجویز سن کر صدر نے حجاب دیا آپ کی تجویز جمہور کے موجودہ مطالبہ کو لہرا نہیں کرتی آپ تخت و تاج کا سوال ہے۔ تاج کو چاہئے کہ وہ اپنے لڑکے کے حق میں دستبردار ہو جائیں اور میکائیل الگزینڈر روپ حکور عینٹ مقرر کر دیں۔ بغاوت تہی کا سیاب ہو چکی ہے کہ میں عارضی حکومت مقرر کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ روتر کی سدر کا یہ پیغام لے کر واپس ہوا اس پر تاج وراس کے مقررین نے یہ طے کیا کہ تخت و تاج سے دست برداری تحریر کر دیکھانے ۲ مارچ کو تاج اپنے روزنامہ میں صبح کرتا ہے۔ "آج صبح روز کی آیا اور روز جگہ گنگو کا اجرا سنا یا۔ اس کے بیان کے مطابق دارالسلطنت میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ میری مقرر کردہ وزارت کا سیاب نہیں ہو سکتی۔ میرا تخت و تاج سے دست بردار ہونا ضروری ہے۔ روس کو ہلاکت سے بچانے اور فوج کو محاذ جنگ پر رکھنے کے خیال سے میں دست برداری تحریر کرنے پر رضامند ہو گیا۔ شام کو کچلوت اور فنگلن آئے اور میں نے پیروگر ٹیڈ لیمان کے لئے وہ دستاویز ان کے حوالے کر دی میرے چاروں طرف غلامی۔ دھوکا اور کم ہمتی ہے۔ لیکن اب تاج کی یہ دست برداری بھی بے سود تھی چونکہ جمہور تاج یا اس کے خاندان کی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار نہ تھے۔ ۲ مارچ کو تاج نے کیلیف کا تمام جمہور اس وقت وہ بظاہر آزاد لیکن دراصل مقید تھا۔ جب سیلوٹے سکو کے مقام پر پہنچا وہاں ایک محل میں نظر بند کر دیا گیا اور اس کے خاندان و خدام کو بھی قید میں پہنچا دیا گیا۔ (میر و تاج کا بیان ہے کہ اپنی نظر بندی کے زمانہ میں تاج اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں انصاف نہیں ہے۔ بہتر نہیں تاج کے دماغ میں انصاف کا کیا تحمل تھا۔ ورنہ اس کو بیدار ہونے اور عمل کرنے کی پوری فرصت دی۔ اس کا نظر بندی کے زمانہ میں دنیا کا گلہ کرنا دیا تباری

کے خلاف تھا۔ اگر زار ہوشمند ہوتا فرصت سے فائدہ اٹھا کر اپنے اعمال درست کر لیتا۔ لیکن زار کی فطرت ہی کچھ ایسی تھی کہ اس کو اپنی آنکھ کا خستہ تیر نہ دکھائی دیتا تھا البتہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر ضرور نظر پڑتی تھی۔ انسان کے لئے دنیا کو نا انصاف ٹھہرانا کتنا سہل ہے لیکن اپنے عیوب پر نظر رکھنا اور اس کا اعتراف کرنا واقعی دشوار ہوتا ہے۔ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا انسان کو اپنی غلط کاری اور خام وہمی کا اعتراف کرنے سے زیادہ سہل ہے۔ دنیاوی رسم نے زار کو ایک وسیع سلطنت دی۔ زمانہ نے اس کو تدبیر و تفکر کی فرصت دی۔ تاریخ نے سیاسی رجحانات کی شکل اختیار کر کے اس کو ترقی کی دعوت دی۔ وقتی تقاضا نے با آواز بلند اس کو اپنی سمت اشارہ کیا۔ جب زار نے سب کی طرف سے روگردانی کی تب تہرا الہی کے لئے کون سی سحبت باقی رہی کہ وہ نازل نہ ہو اور زار کو شہنشاہ روس رہنے دیتا۔ خفتگی اور طاقت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جس انسان کے دل و دماغ پر خفتگی طاری ہو جائے اُسے تباہی سے کون بچائے نہ معلوم یہ خفتگی تہرا الہی کا سبب ہوتی ہے یا نتیجہ۔ کبھی کبھی تقدیر تدبیر کے شاطر کو مات بھی کر دیتی ہے۔ لیکن زار نے حسن تدبیر سے کام ہی نہ لیا۔ شاید اس دور میں شدت الہی کو فرعون و موسیٰ کے قصے کی تجدید کرنی منظور تھی۔ آج بھی قدرت معجز سے دکھا رہی ہے۔ لیکن اگر کوئی آنکھیں بند کر لے اس کا قدرت بھی کیا کرے۔ جلوہ طور موجود ہے۔ چشم بنیا ہی نہیں ہے۔ صرف ۱۲۲۳ افراد مقتول و مجروح ہوئے۔ امد دنیا کے اہل حصے پر جو سہنی نظام تھا اور جس کی پشت پر صدیوں کا ظلم و ستم تھا چند روز میں ختم ہو گیا۔ اس کو قدرت کا اعجاز نہ کہئے تو اور کیا کہئے اس ریا طہ کہن کی چند رسمیں اتنی عجیب ہیں کہ ان کو مشیت الہی ہی کہتے بن پڑتی ہے۔ فرعون غرق آب ہوا لیکن فرعونیت ہنوز زندہ ہے۔ بواہب فنا

ہو گیا لیکن خسار پر پوری ہنوز دنیا کو فائدہ کتر کرنے میں سرگرم ہے۔ اس کے برخلاف طبعی
 امین میں دیدار الہی کرنے والا موسیٰ اللہ کو پیارا ہے اس کے ساتھ موسیٰ نے بھی ختم
 ہو گئی کہ وہ طوہر اپنی جگہ پایہ جولانِ سالت کھڑا ہے لیکن کسی میں ذوقِ محلی باقی نہیں
 قرآن میں قلب کی دھڑکن بدستور موجود ہے لیکن رسول اللہ کے بعد کسی کا دل قرآن
 نہ بن سکا جب اس دنیا اردون کی ہی رسمِ نظیری کہ خضر ہی خدا حال ابھرے رہیں اور
 تعمیر ہی نقش و نگار دے رہیں یہ کیونکر ممکن تھا کہ آثار کے ساتھ اس کی ناریت بھی فنا
 ہو جاتی سدوس میں انقلاب پسندوں کے زار کو تخت و تاج سے برطرف کرنے کے بعد
 بھی زاریت اسی طرح زندہ رہی اور ڈراما کے صدر نے جو نئی عارضی حکومت تعمیر کی اس
 میں زاریت بدرجہ اتم موجود تھی۔ پرانے سٹیٹ کونسل کے ممبروں کی تنخواہیں ہنوز بحال
 تھیں آثار کے زمانہ کے وزرا اگرچہ مفید تھے لیکن ان کو تنخواہیں ملتی تھیں۔ عارضی
 حکومت بھی زار کی طرح جنگ جاری رکھنے کے موافق تھی اور مزید فوج بھیجا کرنے اور
 میدانِ جنگ میں روسی فوج کو دشمن کے برخلاف برسرِ پیکار رکھنے کی ہر ممکن کوشش
 کر رہی تھی۔ مزدوروں کے ان تین مطالبوں کو کہ روس میں اصلی معنوں میں جمہوریت
 قائم ہو۔ زمین اشتراکی اصول پر تقسیم کی جائے۔ مزدور اسٹھ گھنٹے کام کرے۔ عارضی
 حکومت یہ کہہ کر ٹال دیتی تھی کہ فی الحال جنگ جاری رکھنے اور فتح پانے کا مسئلہ سب
 سے زیادہ اہم ہے۔ تمام توجہ ان دو امور کی طرف رکھنی چاہئے۔ باقی سیاسی و اقتصادی
 امور کا فیصلہ مجلس دستور ساز کے انعقاد پر ہو گا۔

تفسیر انسانی بھی عجیب شے ہے۔ کبھی جاوہر صدر سالہ ایک آن میں رطلے کر
 جاتا ہے اور کبھی ساری عمر ختم ہو جاتی ہے اور زلزلت سر نہیں ہوتی اول الذکر کو حُسن
 اتفاق اور موخر الذکر کو زندگی کی رسم کہن کہا جاوے تو شاید درست ہو۔ انقلابی جماعت
 نے عارضی حکومت کے بد مقابل ادارہ "مجلس عاملہ" بنائی تھی اس میں ایسے لوگ

منتخب ہو گئے تھے جن میں احساس کتری کی زیادتی اور حماقت رندانہ کی نمایاں کمی تھی۔ جرات رندانہ نہ ہونے سے خواہ وہ امیری ہو کہ فقیری کوئی کیفیت بھی کیوں نہ ہو کچھ کام نہیں چلتا۔ ہنگامی جوش اور جہور کی آنکس کرداری سے متاثر ہو کر مجلس عاملہ نے زمام حکومت پر ہاتھ ضرور ڈال دیا۔ اور حکومت کے بہت سے فرائض بھی انجام دینے لگی لیکن قلیل عرصے میں ہی اس کے ممبروں کا احساس کتری عموماً زیادہ زمام حکومت ہاتھ میں آتے ہی ان کے ہاتھ کانپنے لگے۔ ظرف میں وسعت اور فکر میں گہرائی۔ بلکہ میں ولپری اور دل میں جرات نہ ہونے سے ذرا سی دشواری بھی انسان کو گھمراہی پر۔ مجلس عاملہ کے ممبروں میں زیادہ تعداد تو وسط طبقے کی تھی جس میں امیر غریب طبقے کی برائیاں ہوتی ہیں خوبیاں نہیں ہوا کرتیں۔ حکومت کی ذمہ داری کے بارے سے مجلس عاملہ کا دل دھڑکنے لگا اور اس نے عارضی حکومت سے اس شرط پر تعاون کرنا شروع کر دیا کہ مجلس عاملہ کو تبلیغ کی اجازت دے دی جائے۔ دراصل یہ شرط جمہور کو دھوکا دینے اور مجلس عاملہ کا حکومت سے تعاون کرنے کا ایک بہانہ تھی۔ عارضی حکومت مجلس عاملہ کے اس رویے سے بہت خوش ہوئی، لیکن حرد و در طبقے کو اپنے لیڈروں کی خوش چہمی اور باہمی پر بھروسہ نہ رہا اور اس نے جمہور کے انقلابی رجحانات پر تازیاں کا کام کیا۔ چنانچہ مزدوروں نے مجلس عاملہ کی طرقت پشت کر لی اور اپنے سیاسی عقیدے کے بموجب عمل کرنا شروع کر دیا۔

مثلاً مزدور صرف آٹھ گھنٹے کام کرتے اور ٹھہرا پس ہو جاتے۔ مزدوروں میں بہت وحشیت صرف اس بنا پر تھی کہ فوج اور مزدور میں رشتہ ارتباط مستحکم ہو چکا تھا۔ مزدور فوج کی اور فوج مزدور کی مدد سے طاقت محسوس کرتے تھے۔ فوج کئے بھی ایک خوفناک وحدت کی طرح عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور عملاً عارضی حکومت پر اس امر کا انکشاف کر دیا تھا کہ وہ صلح چاہتے ہیں۔ بیرجمن دیکھ کر عارضی حکومت نے چند

(بلغ حماد جنگ پر روانہ کئے تاکہ وہ فوج کو برسرِ پیکار رکھنے پر آمادہ رکھیں۔ جب عارضی حکومت کے سیاسی مبلغوں نے تقریریں کرنی شروع کیں۔ اس پر سپاہیوں نے جو ۸ فیصدی کسان تھے دریافت کیا زمین کی تقسیم کی بابت کیا کہتے ہو؟ حکومت کے فرستادہ بولے۔ مجلس دستور ساز اس کا فیصلہ کرے گی، اس پر ایک سپاہی نے کہا "جب تک مجلس دستور ساز کا انعقاد ہوگا ہم جنگ کی آگ میں خاکستر ہو چکے ہونگے اس وقت زمین ملی بھی تو ہمارے کس کام آئے گی؟ سپاہی کے یہ چند جملے تمام فوج کی ترجمانی کرتے تھے۔ سپاہی فوراً ہی صلح اور زمین چاہتا تھا اور اس جذبہ کے ماتحت اس نے عمل بھی کرنا شروع کر دیا تھا۔ ۶ مارچ کو شمالی حماد سے عارضی حکومت کے پاس اطلاع آئی۔ "سپاہی قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں کچھ ایسے اشخاص روانہ کرو جن کا فوج پر اثر ہو تاکہ تنظیم پیدا کی جاسکے" ۲۲ مارچ کو ایک فوجی چیف نے اطلاع دی "سپاہی صاف طور پر اعلان کر رہے ہیں کہ وہ دشمن پر حملہ نہیں کریں گے۔ البتہ مدافعت کرنے کے لئے تیار ہیں" جنرل الزیز نے تحریر کیا "مارچ اپریل تک آٹھ ہزار سپاہی فوج کی ملازمت چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ جب میں اخباروں میں یہ اعلان پڑھتا ہوں کہ ہماری فوج کی حالت بہت اچھی ہے اس وقت مجھے سخت تعجب ہوتا ہے۔ جرمین اس اعلان سے دھوکا نہیں کھا سکتے اور ہمارے لئے ایسا غلطہ یقیناً ہلک ہے۔" بغاوت کی اطلاعات ملنے پر عارضی حکومت نے بھی زار کی طرح تشدد کرنا چاہا۔ اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ ایک اعلان کے ذریعہ سے فوج کو بارکوں کو واپس ہونے اور سپاہیوں کو افسروں کے احکام کے آگے تسلیم ختم کر دینے کا حکم نکالا۔ اس حکم کی پشت پر جو تحریک تھا سپاہی اس کو بھی طرح سمجھ گیا اور اس نے مجلس عاملہ کو سویٹ کے اجلاس منعقد کولنے اور عارضی حکومت کے اس حکم پر بحث و مباحثہ کرنے پر مجبور کیا کیجنگ جاری ہو اور فوج

ایک زبان ہو کر کوئی مطالبہ کرے اس حالت میں کس کی مجال ہے کہ اس کو پس پشت
 ڈالے۔ چنانچہ مجلس عاملہ نے بادلِ نخواستہ سوویت کا اجلاس منعقد کیا جس میں
 سپاہیوں نے ایک تجویز منظور کی جو حکم اول کے نام سے مشہور ہے۔ اس تجویز کا
 نا حصول یہ تھا کہ ہر رجمنٹ میں انتخاب ہو گا اور منتخب شدہ نمائندے سوویت میں
 برہنیت ممبر کے شریک ہو گئے تاکہ فوج کے مفاد پر نظر رکھیں۔ فوج سیاسی معاملات
 میں صرف سوویت اور ان کی مقرر کردہ کمیٹیوں کا حکم ماننے کی۔ اسلحا رجمنٹ اور
 بیٹلیمن کی کمیٹیوں کے قبضہ میں ہو گئے اور کسی حالت میں بھی فوجی افسروں کی تحویل
 میں نہ دئے جائیں گے۔ سپاہی کو عام شہری کے حقوق ہو گئے۔ اگر سپاہی پہرے پر
 نہ ہو اس کو اپنے افسروں کو آداب و نیا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ افسر سپاہی کو تو کہنے
 کا مجاز نہیں رکھتے اس تجویز سے صاف ظاہر ہے کہ عام سپاہی اور افسر کے تعلقات
 کس درجہ خراب تھے۔ سپاہی کے ساتھ افسر کیا افسوسناک سلوک کرتے تھے اور سپاہی
 افسر سے کس درجہ بدگمان تھے۔ یہ تجویز اس امر کا بھی انکشاف ہے کہ عارضی حکومت
 کس درجہ رجعت پسند تھی۔ جس روز حکم اول پریس میں نشر ہونے لگا اسی روز مجلس
 عاملہ کا اپیل بھی طباعت کے لئے لگایا جس میں از سر نو سپاہی سے یہ درخواست کی گئی
 تھی کہ وہ اپنے افسروں کی اطاعت کریں اور ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں۔
 مجلس عاملہ کی اس کارروائی سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کبھی ورنہ عارضی حکومت کی
 شریک کار تھی جب یہ دو تصدواعلانات بیک وقت طباعت کے لئے پریس میں
 پہنچے اس پر کارکنان پریس نے حکم اول، نشر کر دیا لیکن اپیل کو طبع کرنے سے انکار
 کر دیا۔ اس واقعہ سے فوج اور مزدور کے باہم ارتباط و تعاون کا پتہ چلتا ہے۔

انقلابی دور کی یہ ایک اہم خصوصیت ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ جمہور کا انقلابی
 تحریک جس تیزی سے ارتقائی منازل طے کرتا ہے جمہور کے بیشتر احرار کا فکراس تیزی

سے نشوونما نہیں پاتا جس کا بسا اوقات یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جمہور اور ان کے احرار میں ایک خلج حائل ہو جاتی ہے۔ احرار بجائے انقلاب کے مدد و محرک ہونے کے اس کے لئے سید راہ بن جاتے ہیں جب یہ حالات سختی پر طبعاً لے میں اس وقت جمہور اور احرار میں تصادم ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کی بنا پر قلیل عرصے کے لئے انقلابی رجحانات کو صدر پہنچتا ہے۔ مارخی حکومت کے راکین اور سویٹ کی کاہینہ یعنی مجلس عاملہ چونکہ ہم آہنگ ہو گئے تھے اور ان کا تخیل وقت کی ضرورت کے ساتھ ساتھ نہیں بدلا تھا اس لئے جمہور کے لئے دوڑوں لائق نفرت ہو گئے اس وقت جمہور کا انقلاب کی تکمیل کے لئے ایک قائد کی ضرورت تھی جو عوام کے جوش کو روک کر اور ان کی تھکن کر کے ایک نئی دنیا بنا کر آتا۔ یہ قدرت کی قدیم رسم ہے کہ جہاں ایک ضرورت پیدا ہوتی ہے وہاں اس ضرورت کا لہرا کرنے والا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس دور میں وہ قدرت کا فرستادہ کون تھا؟ یہ وہی شخص تھا جس کو دنیا آج لینن کے نام سے یاد کرتی ہے۔

لینن کی آمد

نظر میں گہرائی نہ ہونے سے قدرت کا عام طریقہ کار بھی معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ دنیا والے ظاہر کے خوگر باطن سے بے بہرہ بیت المقدس میں سقانی کر لیا لے کر گیا پہچانے گلستان و بوستان کے مصنف نے ساہا سال تک اس مقدس مقام میں سقانی کی سعدی شیرازی ظاہر میں سقا لیکن باطن میں سرخسہ علم و ادب تھا۔ اگر اس وقت بیت المقدس کے لوگوں سے کوئی اہل باطن آ کر یہ کہتا کہ تمہاری بستی کا یہ سقا دنیا سے ادب کا ماہتاب ہے اور قدرت نے اس کو حیات جاودان حنایت کی ہے۔ لوگ اس پیشگوئی کر لے والے کو دیوانہ بتاتے لگیوں میں رہتے والے۔ بوسدہ لباس میں بلبوس زمین پر ہاتھ کاٹکیہ لگا کر سولے والے۔ دنیا کی نظر میں گدراہ اگر کچھ عرصے بعد خورشید بن کر چلے گا تو اس کو کیوں قدرت کا معجزہ اور تقدیر کا کرشمہ کہہ کر نہ پکاریں۔ لیکن دنیا والوں کو یہ معلوم نہیں کہ جسمانی دنیا کے ساتھ ساتھ ایک معنوی دنیا بھی ہے۔ جہاں چہرے کے رنگ و روپ اور لباس کی خوش پوشی سے انسان نہیں پرکھا جاتا بلکہ تمدنی و فکری یقین محکم و عمل بہیم، شجاعت و استغنا اس باطنی دنیا میں کسی انسان کا مقام مقرر کرتے ہیں اور ظاہری دنیا اس معنوی دنیا کا عکس ہوتی ہے۔ چونکہ عام نظر

معنوی اہلیتوں کو نہیں دیکھتی اس لئے جب کبھی معنوی اہلیتیں رکھنے والے بظاہر بد حال دنیاوی رفعت پر پہنچتے ہیں اس وقت عوام اس کو تقدیر کا کرشمہ کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ تقدیر کا کرشمہ نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ اہلیتوں کا اعجاز ہوتا ہے انسان میں قدرت نے وہ باطنی اہلیتیں ودیعت کر رکھی ہیں جن سے کام لے کر وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن بھی ان ہی انسانوں میں سے تھاجو ظاہر میں ہرزہ گرد لیکن معنوی اعتبار سے صاحب دل و دماغ ہوتے ہیں اور تاریخ عالم کو سمجھ کر اس کی تشکیل میں حصہ لیتے ہیں۔

فروری کے انقلاب کی خبریں جب اخبارات میں نشر ہوئیں تو گویا روسی جلاوطن انقلابیوں کے لئے خردہ جان فزا گیا۔ تمام عمر کی تمنائیں متوقع طور پر پوری ہو جانے پر کس کو عید مسرت نہیں ہوتی۔ چنانچہ انقلاب کی خبر ملتے ہی دورافتادہ انقلابی جلاوطن مسرور و شاداں اپنے عزیز وطن واپس ہونے کی تمنا بے سوچے لگے۔ لیکن اس زمانہ میں یورپ کے دارالامان یعنی سوئٹزرلینڈ میں تھا اس جھوٹے سے ملک کی سرزمین جغنی خوشنما ہے اتنی ہی خوش نصیب بھی ہے اس ملک کے کوسستان نے بہت کم انسانی ہیبت کے نظارے دیکھے اور ہمیشہ ستم زدہ کواہن دیا۔ لیکن کاندرج سے روس جانا آسان نہ تھا لیکن انسان کے اپنے گرد و پیش کے حالات پر عمل کرنے سے اس کو مقصد میں کامیابی ہو ہی جاتی ہے لیکن کی بہیم کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو سوئزرلینڈ کی مزدور پارٹی کا ایک ایسا قائد بن گیا جس نے لیٹن اور جرمنی حکومت میں ایک معاہدہ کرادیا اس کی رو سے جرمنی نے لیٹن اور اس کے شریک کار کو ایک بندریں گاڑی میں ملک سے گرنے کی اجازت دیدی لیکن نے جرمن حکومت کے اس دوستانہ اقدام پر یہ وعدہ کیا کہ روس پہنچ کر وہ شریک کار کی تعداد کے برابر جرمن قیدی رہا کرانے کی کوشش کرے گا۔ ظاہر میں یہ خبریں تھیں

لیکن دراصل لیٹن روس پہنچ کر وہاں اشتراکی انقلاب کی جدوجہد کرنے کے لئے بتیاب تھا اور جرمنی کو یہ گمان تھا کہ ان انقلابیوں کے روس پہنچ جانے سے وہاں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور دول متحدہ کا مشرقی محاذ کمزور ہو جائے گا۔ اس کے بعد جرمنی اپنی افواج کو مشرق سے مغربی محاذ پر روانہ کر سکے گا۔ کسی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ قدرت نے انسان کو زبان اظہار خیال کے لئے نہیں بلکہ عمل خیالات کو پوشیدہ رکھنے کے لئے عنایت کی ہے یہ شاید سیاسی دنیا کے مطالعہ کے بعد کہا ہے۔ زبان کی دل سے رفاقت انسان کو قلندر بنا دیتی ہے اور اگر یہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوں تب وہ بہترین سیاستدان بن جاتا ہے لیکن اس طلسم کدہ کی رسم کچھ ایسی ہو کہ اس دل و زبان کے بیگانہ و بیگانہ پن کے استخراج سے کامیابی پیدا ہوتی ہے۔ جرمنی سے شرائط طے کرنے کے بعد روسی مجاہد سوویتوں اور فنلینڈ ٹھہرتے ہوئے اس سرزمین میں داخل ہو گئے جس سے جدا ہوئے برسوں گزر گئے تھے اور جس کے دیدار کو ان کی آنکھیں ترس رہی تھیں۔ کوہ و دشت، دریا و صحرا سے مجاہدین کا یہ قافلہ نسیم صبح کی طرح گورا جا رہا تھا۔ انجن کی تیز رفتاری شہ کے سکوت، ہوا کی خشکی۔ مجاہدین کے دلوں میں آرزوؤں کے تلاطم، لبوں کی غمازبانی نے اس ریل کے ڈٹے میں عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ انجن نے دو چار سالس لئے تھے کہ پٹریروگ کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ جیسے جیسے یہ روشنیاں قریب ہوتی جاتی تھیں مجاہدین کے چہرے سنجیدہ ہوتے جاتے تھے۔ اسٹیشن قریب آئے۔ یومین الا قوامی راگ کے نغمے ریل کی گھڑ گھڑ سے بہا بہا ہو کر مجاہدین کے کانوں سے گھرائے۔ لیٹن نے گھڑ کی سے گردن نکالی ہی تھی کہ گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہو گئی۔ پٹریروگ کے سوویٹ کے نمائندے اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے حاضرین کی انقلابی انگلیوں نے کس جوش و خروش کے ساتھ ان خستہ و شکستہ

عالیٰ محامدین کا خیر مقدم کیا اس کا نقشہ مورخ کا قلم نہیں کھینچا کرتا بلکہ گہری طبیعتیں
 اس کی کو خود ہی پورا کر لیا کرتی ہیں۔ چونکہ سوویتوں نے ان جلاوطنوں کو سپاس نامہ پیش
 کئے جانے کا انتظام اس کمرے میں کیا تھا جس میں نانا کر قیام کرتا تھا اس لئے پر غلوں
 پر جوش دلوں نے لینن کو اپنے شاؤں پر لے جا کر اس کمرے میں صدر نشین بنا دیا۔

معنوی اہلیتوں کی عجیب طلسم کاریاں ہیں جو آج فقیر راہ ہے کل وہ سرور آئے
 سلطنت ہو جاتا ہے غلیظ سزاؤں کا رہنے والا آج تار کے کمرے میں بحیثیت صدر
 کے شکنجہ تھا۔ عمر خیام کیسے حالات کو کار ساز عالم کی شعبہ ہاری کہتا ہے اور قبائل
 کے نزدیک یہ معنوی اہلیتوں کا اعجاز ہوتے ہیں۔ کون کسی کو غلط کہنے اس قسم کے
 تاریخی واقعات تقدیر کا نوشتہ ہوتے ہیں یا تدبیر کا کرشمہ اس کو انسان کا پیدا کرنے
 والا جانے مورخ کو صرف یہ علم ہے کہ سپاس نامہ اور لینن کی مختصر سی جوابی تقریر ختم
 ہو جانے پر انقلابی ہاتھوں نے اس سرایا انقلاب کو ایک مسلح گاڑی پر پہنچا دیا اور
 مجلس انقلابی نعرہ لگاتا ہوا لوشیوک کے صدر دفتر کی جانب روانہ ہو گیا۔ دہنار
 کی گردش کے کرشمے دیکھئے کہ جن راہ گزاروں پر یہ مجاہد زار کی پولیس سے چھپ چھپ
 کر نکلتے تھے آج انہیں سڑکوں پر ہزاروں آنکھوں کا دلپند مرکز بنے ہوئے تھے جہاں
 کے صدر دفتر پہنچ جانے پر زیادہ مفصل تقریریں ہونے لگیں۔ پٹرورگرڈ سوویت کے
 بنائندے کے اظہار خیال کر چکنے کے بعد لینن ان کا جواب دینے اٹھا۔ مسلسل دو
 گھنٹے تک سلسلہ کلام جاری رہا۔ دوران تقریر میں لینن نے ان تمام تحمیلات کی تردید
 کر دی جو آج تک سوویت کے بنیادی اصول بنے ہوئے تھے۔ اگلے روز سین نے اپنا
 ایک مقالہ لشر کیا جو "۴ اپریل کا مقالہ" کے نام سے مشہور ہے اس تقریر و مقالہ میں
 جن خیالات کا اظہار تھا ان کا اجمالاً ذکر و چسپی سے خالی نہ ہو گا۔ لینن کا خیال تھا۔
 "مادری حکومت پر جماعتی ادارہ ہے اور جمہور سیاسی شعور نہ ہونے کی بنا پر اپنے

لیڈروں کی کم ہمتی اور سیاسی ندامت فکری کا شکار ہو کر عارضی حکومت کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ فروری کے ماہ میں اگرچہ طاقت جمہور کے ہاتھ میں آگئی تھی لیکن ان کے لیڈروں نے اپنے احساسی کتری اور سیاسی خامی کی بنا پر آئی ہوئی طاقت متوسط طبقہ کو دیدی ان حالات میں بالٹیک کو جمہور میں خود اعتمادی اور سیاسی نظر پیدا کرنے کی سعی کرنی اور سوویت کے انتخابات میں حصہ لے کر جمہور کے موجودہ لیڈروں کی جگہ لینی چاہئے اس طرح سوویت اداروں میں بالٹیک کی اکثریت ہو جانے پر از سر نو انقلابی جدوجہد کر کے ہم کو عارضی حکومت سے زام حکومت چھین لینی چاہئے۔ اگر بالٹیک نے جمہور کو سینٹیکوگ و سوشل انقلابی اور دیگر پارٹیوں کے سیاسی تخیل کے لفظ ہونے کا یقین دلایا دیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ بالٹیک نے مزدور آمریت قائم کر دی۔ آمریت قائم کرنے کے بعد بالٹیک سرمایہ دارانہ دنیا سے قطع تعلق کر لیں گے اور خفیہ شرائط نامے نشر اور جنگ ختم کر دیں گے بالٹیک دنیا کی انقلابی جماعت کی ایک کڑی ہے اور بین الاقوامی انقلاب میں ہی بالٹیک کی کامیابی پوشیدہ ہے۔ روس میں برجوازی انقلاب ختم نہیں ہونے پایا کہ متوسط طبقہ مردہ ہو گیا ہے اب اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انقلاب کو کامیاب بنا سکے دوسرے الفاظ میں متوسط طبقہ کی تشکیل کر دہ چہوتہ پیدا ہوتے ہی فنا ہو گئی ہے اس وقت روس میں مزدور جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جو ملک کو ترقی کی طرف لے جا سکتی ہے۔ مزدور طبقہ کے ساتھ صرف یہ تباحث ہے کہ وہ پوری طرح بیدار نہیں ہے۔ بالٹیک پارٹی کو چاہئے کہ طبقاتی فرق مزدور طبقہ کے ذہن نشین کر آئیں۔ اگر بالٹیک اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ روس میں مزدور آمریت قائم ہو گئی۔ سرمایہ دارانہ نظام بحیثیت ایک عالمگیر نظام ہونے کے نتیجے میں آخری منزل اپیل ازم پر پہنچ گیا ہے۔ اب اس نظام میں مجموعی طور پر تضاد پیدا ہو گیا ہے اور یہ تضاد اس کو تباہ کر رہا ہے۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام

میں بنی نوع انسان کے لئے ترقی کی گنجائش نہیں رہی اس لئے دنیا میں ایک دوسرا نظام قائم کرنے کا وقت آگیا ہے ترقی یافتہ قومیں اس تبدیلی کو آسانی سے عمل میں لاسکتی ہیں لیکن کیا کیا جائے سرمایہ داری کی زنجیر اتنی سب سے کمزور کڑی (روس) پر سے کونسی شروع ہوئی ہے۔ پسماندہ قوموں کو اشتراکی منزل کی طرف جانے کے لئے ایک ڈکٹیٹر شپ کی ضرورت ہوتی ہے۔ روس میں اشتراکی انقلاب اسی وقت ممکن ہو کہ یہاں ایک مزدور ڈکٹیٹر شپ قائم کی جائے ہمارے بد نصیب ملک کی اقتصادی پسماندگی سے یہ عائد نہیں آتا کہ روس کو صرف برجوازی انقلاب پر اکتفا کرنا چاہئے بلکہ اقتصادی پس افتادگی کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ روس کو ایک جمہوری دور سے گورنا ہوگا جس میں بڑی بڑی اقتصادی، سیاسی و معاشرتی مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ روس اشتراکی انقلاب شروع کر رہا ہے نہ معلوم کونسا ملک اس کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ یہ چند بنیادی خیالات تھے جن کو لینن مختلف انداز سے بار بار تکریر و تخریر میں لہرایا کرتا تھا۔

انسان کی جہالت کچھ اتنی عمیق ہوتی ہے کہ چند سادھے سادھے تفکرات کو ذہن نشین کرانے میں پیغمبروں اور مصلحین کی عمریں صرف ہو جاتی ہیں اور اس پر بھی وہ انسانی دل و دماغ پر اپنے خیالات کا صرف ایک ہلکا سا عکس چھوڑنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لینن کے چند سادھے خیالات اس زمانہ میں اتنے عجیب اور دوراز کار معلوم ہوتے تھے کہ خود بولشویک اپنے قائد کے خیالات کی تائید کرنا اپنی فکری دیانتداری کے خلاف سمجھتے تھے۔ خود بولشویک کے پاس لینن کے معترضین کا سوائے شائوں کی غیر مذہب حرکت کے کوئی جواب نہ تھا اور جمہور اس کے سیاسی تخیل کو حالات و واقعات سے بالکل ہی بیگانہ خیال کرتے تھے۔ معترضین ہلپس میں کہتے تھے "لینن شاید بھی مسئلہ موع سے آ رہا ہے۔"

آئے دیر ہوئی نہیں کہ اس نے عارضی حکومت پر قبضہ کرنے کی باتیں کرنا شروع کر دیں، لیکن کے مخالفین کہتے تھے ”جو شخص اس قسم کی لٹوگوئی کر سکتا ہے۔ وہ محدوش نہیں ہو سکتا۔ اچھا ہوا کہ یہ روس آگیا۔ اب یہ اپنی ترویج آپ ہی کر دے گا“ کر تسکی نے جو بعد میں کچھ عرصہ کے لئے وزیر اعظم روس رہا اپنے احباب کے حلقہ میں کہا ”لیکن کو روس آئے ہوئے چند ہی روز گزرے ہیں ہنوز اس کو مکمل حالات و واقعات کا پورا عالم نہیں اسلئے وہ بہر معاملہ کو غیر حقیقی نقطہ نگاہ سے دیکھ رہا ہے اب تک اس کو کسی نے اصل حالات بتانے کی کوشش نہیں کی میں اس سے ملوں گا اور سمجھا دوں گا“

تاریخ کے ہر دور میں دنیا کے مصلحین کو یہی دقت پیش آئی ہے کہ ان کی حقیقت خناس نظر جو کچھ دیکھتی تھی عام انسان عالم رویا میں بھی اس منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے شروع میں جمہور کو مصلحین کی تعلیم و تلقین ہمیشہ دور از کالما و رغبت معلوم ہوتی تھی سے وہ ہمیشہ روگرائی کرتے رہے۔ اور کرتے رہنے جمہور میں جہالت کی تاریکی اور فکر و تدبیر کا فقدان ہوا اور ایک ذمی ہوش انسان تاریخی تعاضلوں اور زبانے کے رجحانات کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک خاص لائحہ عمل ان کے سامنے پیش کرے اس کو وہ کب مان سکتے ہیں پیغمبروں کی زندگیوں اس امر کی شاہد ہیں کہ حق ابرو کے اشارہ سے نہیں پھیلتا بلکہ تلقین میں بھید کا وحش وسیع کرنی پڑتی ہے اس کہ وکاش کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ پیغمبر آئے والے دور کا فرد سنا ہے اور اس کی امت گزرے ہوئے دور کی رسومات۔ توہمات اور بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہوتی ہے یہی دشواریاں مصلحین کو پیش آتی ہیں دنیا کے سرمایہ دارانہ دور کے تضاد کا مطالعہ کرنے کے بعد لیکن اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ زانا اور تاریخ اب اس دور کو مسترد کر چکے ہیں جو دور اس کی جگہ لے گا اس کے ضد و خال بھی تاریخی تعاضلوں

اس پر روشن کر دئے تھے۔ عہدِ سلف کی تاریخ لے کر اس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ کوئی نیا
دورا خود راج نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ سرمایہ داری کے
خلاف مزدور امریت قائم کر لے اور جدوجہد جاری رکھنے کا طریقہ بھی انقلابِ فرانس
کے گہرے مطالعہ سے اس پر آشکارا ہو گیا تھا۔ یہ سب امور ایک رات میں اس کے
قلب پر القاء نہیں ہوئے بلکہ سالہا سال کی دماغ سوزی اور تجربے کا نتیجہ تھے۔ اس
دماغ سوزی کے بعد جراثیمِ عمل اس نے تیار کیا اس کو جمہور ایک دن یا ایک ہفتے یا
ایک ماہ میں کس طرح سمجھتے۔ چنانچہ چینوں کی دن رات کی کوشش کے بعد اتنا ہوا
کہ جمہور نے لیٹن کے پروگرام پر غور کرنا شروع کیا جمہور کو خود فکر پر آمادہ کرنا بڑی
بات ہوتی ہے یہ لیٹن کی ادھی فتح تھی صراطِ مستقیم پر پہلا قدم رکھوا دیا جائے پھر انسان
خود بخود چل پڑتا ہے لیکن جمہور کو پہلا قدم اٹھانے پر آمادہ کرنا جوئے شیر لانے سے
کہیں زیادہ کٹھن ہوتا ہے۔ یہ قدم کس دشواری سے اٹھا وہ حالات و حقائق اگلے
الباب کا موضوع ہیں۔

انقلابی عناصر کا اندام

حرکت میں قیام ہوتا ہے۔ ناقابلِ منزلین طے کرتا چلتا ہے۔ دور دراز کے سفر میں یہ نہیں ہوا کرتا کہ کوچ کے بعد منزل مقصود ہی پر پہنچ کر دم لیا جائے۔ بہت سی راتیں تاروں بھرے نیلگون آسمان کے نیچے گزارنے کے بعد آخری منزل آتی ہے یہی حال انقلاب کا ہے۔ انقلاب پہلا قدم اٹھانے پر ایک جست میں کھٹن منزل طے نہیں کرتا بلکہ دم لے لے کر چلتا ہے۔ فروری میں انقلاب نے پہلا قدم اٹھایا اور نزار روس کو سرنگوں کرنے کے بعد زمام حکومت متوسط طبقے کے ہاتھ میں دیدی اس ہنگامہ خیز ماہ کے بعد مارچ سے ستمبر تک انقلاب نے دوسری منزل سر کرنے کے لئے رختِ سفر تیار کیا۔ اکتوبر میں منزل مقصود پر پہنچ کر متوسط طبقہ سے زمام حکومت چھین کر فروری طبقہ کو دیدی۔ فروری کی داستان ختم ہوئی اب چند ابواب میں مارچ سے ستمبر تک انقلاب انگیز پارٹی کو جو مراحل طے کرنے پڑے اور جو واقعات پیش آئے ان کی روفا دیکھیں گی جاتی ہے انقلاب سے جو زمانہ جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی بلاخیز ہوتا ہے۔ جس طرح ماں کے بطن سے بچہ بلا درد و کرب کے برآمد نہیں ہوتا اسی طرح پرانے معاشرہ کے بطن سے نئے معاشرہ کا عالم وجود میں آنا شدید حالات پیدا کرتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں تمام روس و دو کرب سے کانپ رہا تھا۔ اگر ایک طرف انقلابی رجحانات

غیظ و غضب سے تھرا رہے تھے (دوسری طرف عارضی حکومت خوف و ہراس کی وجہ سے لڑاں تھی۔ فوج۔ مزدور۔ کسان سب عارضی حکومت سے نالاں اس سے عدم تعاون کر رہے تھے فوج نہ صرف جرمن دشمن سے برسبر پیکار ہونے سے انکار کر رہی تھی بلکہ اس لئے اپنے سخت گیر افسروں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ فوج کے پرے کے پسے مضمیں چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے جو صحت بستہ تھے ان کا بھی یہی مطالبہ تھا کہ جرمنی سے فوراً صلح کر لی جائے حکومت کو بغاوت کی خبریں مل رہی تھیں) ساتویں فوج کے اعلیٰ افسر نے اطلاع دی "۲۴ نمبر جینٹل نے حماد پر جانے سے انکار کر دیا۔ ۲۵ نمبر جینٹل نے نہ صرف جانے سے انکار کیا بلکہ اپنے افسروں کو گرفتار کر لیا۔ فوجی چیف نے حکومت کو اطلاع دی: "تو پختہ بندہ حملہ کرنے سے انکار کر دیا" ایک جینٹل کے کمانڈر نے خبر دی "کچھ دن ہومے کے پانچویں کمپنی میں ایک سپاہی آیا ہوا ہے۔ جو لینن کا پیرو ہے اور اس کی تبلیغ سے میرے بہترین سپاہی اور افسر مضمیں چھوڑ کر فرار ہو گئے ہیں جو موجود ہیں ان کو اپنی جان کی حفاظت کرنی مشکل ہو رہی ہے" جنرل بیتان دفرانس کا موجودہ ڈپٹی نے کہا "روس کی فوج کی حالت اس درجہ خراب ہے کہ اس کا شیرازہ دشمن کا حملہ ہوتے ہی بکھر جائے گا" آزاد ملک کا سپاہی سیامی بیداری پیدا ہو جانے کے بعد اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف نہیں لڑتا، فوج جب جنگ سے انکار کر دے کون اس کو برسبر پیکار رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ فوج کی اس نفسی کیفیت سے انقلابی رجحانات کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انقلاب طاقتور اور عارضی حکومت کمزور ہوتی چلی جا رہی تھی حکومت نے زمین کی ملکیت کے مسئلہ کو مجلس دستور ساز کے انعقاد تک کے لئے منوی کیا اس پر پچھلے انتظار کرنے کے نزدیک کسان اور فلاحیت زدہ و ہتھیانے بڑے بڑے زمینداروں، لٹا بوں، جاگیرداروں، گرجاؤں، خاندانوں کی عارضی پزیرائی قبضہ کر لیا۔ (پچھلے کی آخری تاریخوں میں عارضی حکومت کے پاس دیہات سے نسلحات

کی خبریں آتی شروع ہو گئی۔ لوگوں کو ڈر کے حاکم نے خردی کا ریلوے لائنوں کا نامی نے بغیر سمن کے ایک بڑے زمیندار کو گرفتار کر لیا۔ ۱۵ مارچ کو کار کوٹ کے صوبہ کی اراضی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ امیر زمینداروں کے ہتھیار ضبط کر لئے جائیں۔ اس قسم کے انقلابی عمل روس کے طول و عرض میں عام تھے۔ اپنے جنگل سے لکڑی کاٹنا، اراضی میں کاشت کرنا، کھیتی کٹوانا، لگان وصول کرنا زمیندار کے لئے بحال ہو گیا تھا، حکومت کے احکام پر یقین نہ رہے مستقبل میں تمام ملک پر جو من قبضہ ہو جانے کے امکانات قوی ہوں۔

حضرت کا شکر کے بار آور ہونے تک زندہ رہنے کا کسی کو یقین نہ رہے۔ دیہات میں طوائف الملوک کی پھیل جائے۔ زمیندار اور کسان میں کشت و خون ہو رہا ہو۔ ان حالات میں کون ہل چلائے گا (چنانچہ عام طور پر دیہات میں کسان صرف اتنی اراضی کاشت کر رہا تھا جس کی پیداوار اس کے گھر والوں کے لئے کافی ہو جائے اور پس۔ دیہات میں پیداوار کم ہونے کا یہ نتیجہ ہوا کہ شہروں میں قحط پڑنے لگا۔)

(صنعت و حرفت کی حالت زراعت سے بھی خراب تھی۔ کارخانوں میں پرانی مشینیں دو سال کے متواتر اور شدید استعمال سے بیکار ہو چکی تھیں نیز جنگ کی وجہ سے نئی مشینوں کی آمد غیر ممکن تھی۔ ذرائع رسل و وسائل کا بہت بڑا حصہ جرمن گولہ باری کی نظر ہو چکا تھا جو باقی رہا وہ اتنا کافی اور خراب حالت میں تھا کہ کارخانوں میں خام اجناس کا پہنچانا ناممکن تھا۔ مشینیں بیکار اور ذرائع رسل و وسائل قریب قریب ختم ہو جائیں تو ملک میں کیا اقتصادی زندگی باقی رہ سکتی ہے۔ اقتصادی بد حالی کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ روس میں سیاسی حالات تیز رفتاری سے بدل رہے تھے اور اشتراکی ملکیت کے خوف سے روس کے سرمایہ دار طبقہ نے ملک کی صنعت و حرفت سے اپنا سرمایہ کھینچ لیا تھا جس کی وجہ سے مارچ سے جون تک ۳۶۲ کارخانے بند اور ۵۶۰۰ مزدور بیکار ہو گئے تھے۔ ریلوں کی قیمت اس قدر گر گئی تھی کہ معمولی شے خریدنے کے

لئے ہزاروں روپے کی ضرورت ہوتی حکومت بہت بڑی تعداد میں ٹوٹ چھا رہی تھی لیکن وہ بھی ضرورت کے لئے بہت ناکافی ہو رہے تھے۔ جس طرح افلاس زدہ انسانوں کو قرضہ نہیں ملتا اسی طرح تباہ حال ملک بھی ایسے یار و مددگار نہ جاتا ہے۔ قدرت کا شاید یہ مستحکم اصول ہے۔ اہل ثروت کو زیادہ دولت دی جائے گی اور غریب سے وہ چند پیسے بھی لے لئے جائیں گے جو اس کے پاس ہیں۔ دارالاسطانت میں صرف پندرہ روز کا سامان خوردنی موجود تھا۔ حکومت قرضہ کی خواہاں تھی لیکن کسی سمت سے دست زبر بڑھتا ہوا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ البتہ عارضی حکومت کا دست طلب بڑھا دیکھا کہ مفید شاہی خاندان نے یہ اعلان کیا کہ ان کی نیشن میں اضافہ ہو جانے پر وہ حکومت کو معقول رقم قرض دینے کے لئے تیار ہے۔ شاہی خاندان کے جو رسوم کا بدلہ عارضی حکومت ہنزہ نیشن کی شکل میں ادا کر رہی تھی اور جمہور اس طریقہ عمل کے شاکھی تھے۔ شاہی خاندان کی طرف سے اعلان ہونے پر جمہور کو شہنشاہیت کے عود کرانے کے امکانات دکھائی دینے لگے۔ اب عوام نے پہلے سے زیادہ شدت سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔

مزور پڑتالوں کے ذریعہ سے سرمایہ دار کو صنعت و حرفت میں حصہ لینے پر مجبور کرنا چاہتے تھے۔ ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ سرمایہ دار طبقہ کے اس تحریمی رویہ کی بنا پر حکومت کو تمام کارخانے اپنی تحویل میں لے لینا چاہئیں۔ اپنے سیاسی تحیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مزدور ملک کے طول و عرض میں بڑھنا لیں گے۔ تھے۔ اقتصاد اور سیاسی سمیٹنی انقلابی رجحانات کے لئے ہمیشہ سازگار ہوتی ہے۔ انقلاب بھوک پیاس پر پھلتا پھولتا ہے۔ سیاسی شکمش انقلاب کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ جہاں دیدہ بولشویک حکومت کی ہر خامی اور غلاما اقدام اور جمہور کی آتش لڑائی اور کرب روح سے فائدہ اٹھا رہے تھے جون کے چہرے میں موٹسکو سوویٹ میں ۲۰۶ بولشویک - ۱۶۰

سینٹوک اور اسوشل انقلابی کی نسبت تھی۔ اگرچہ مجموعی طور پر بالٹیوک کی تعداد ہنزہ کم تھی لیکن ہر تنہا پارٹی سے زیادہ تھی۔ ماسکو کے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر سوویت اداروں میں بالٹیوک آہستہ آہستہ غلبہ پالتے جا رہے تھے۔ پھر وگرنے میں اپریل کے آخر میں بالٹیوک پارٹی کے ۱۵۰۰۰ ممبر ہو گئے تھے لیکن جون کے آخر میں ان کی تعداد ۳۲۰۰۰ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ انسان اپنی خوابیدہ اہلیتوں کو بیدار کرے اور گرد و پیش پر عمل کرتا رہے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے ایسے انسان کے لئے حادثات زمانہ اور واقعات غیر اختیاری نامید ممکن ہوتے ہیں اور نہ زیادہ نقصان ہی پہنچا سکتے ہیں بلکہ غیر متوقع مشکلات خردمند انسان میں وہ روحانی سختی اور نفسی گہرائی پیدا کرتی ہیں جو انقلابی منزل طے کرنے کے لئے زاویہ کا کام دیتی ہیں۔ لیکن اور اس کے چہرہ سا تھی جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے آج ایک طاقتور جمیعت بن گئے تھے۔ موشیوک اور سوئٹل ڈاکٹر کریٹ نے بالٹیوک پارٹی کی طاقت بڑھتی دیکھی تو آپس میں تعاون کرنا شروع کر دیا اور ایک مشترکہ کابینہ بنالی جس میں شاہنوازہ کوول بدستور وزیر اعظم ہے جس کا کابینہ کا وزیر اعظم ایک شاہنوازہ ہو اس کے سیاسی رجحانات کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہی رجحانات تھے جن کو تاریخ مسترد کر چکی تھی اور وہی اعمال تھے جن کو کروش ایام نے فرسودہ قرار دیا تھا لیکن واہرے متوسط طبقہ کی گراں خوابی کہ ناز کی تباہی سے بھی وہ سبق حاصل نہ کر سکا اور یہ سمجھتا رہا کہ پارٹیوں کے سطحی اتحاد۔ سیاسی چالوں اور بلند آہنگ تقریروں سے شکست فتح میں تبدیل ہو جائے گی۔ متوسط طبقے کو یہ خبر نہ تھی کہ سیاسی سازشیں نہیں بلکہ دوا می قدور کا اجلا ہی کسی معاشرہ کی زندگی کی تشکیل کر سکتا ہے جس طرح قانون جرقیل سے لاعلمی اس کے عمل کو نہیں روکتی۔ اسی طرح دوا می قدور سے لاعلمی ان کے عمل و اخراجات کو نہیں روک سکتی۔ فکر و عمل سے لاپرواہی۔ اجتماعی مفاد سے بے اعتنائی اور انفرادی مفاد سے وارفتگی۔ اخلاقی کمزوریا

سیاسی خام کاریاں۔ محاذِ مذہب شکستیں۔ یہ سب عارضی حکومت اور اس کی خوش چین مجلسِ عاملہ کا وقار خاک میں ملا رہی تھیں۔ جمہور میں سیاسی پھینپی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ فضا میں کوئی بڑا حادثہ اپنا سایہ ڈالتا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ہنوز کسی گواہ کی نوعیت کا علم نہ تھا۔ عوام کسی غیر معمولی خبر کا امید کر رہے تھے کہ کیڈٹ پارٹی کے چار وزراء کے استعفیٰ کی خبر آئی۔ واقعہ یہ تھا کہ ان وزیروں کو جب مخفیہ طور پر ایک بہت زبردست شکست کی خبر ملی انھوں نے شکست کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس اندوہناک خبر کے نشر ہونے سے قبل ہی استعفیٰ دیدئے تاکہ جمہور کی سرزنش سے بچ جائیں۔ کیڈٹ پارٹی ان سیاسی جالوں سے سرخ رو رہنا چاہتی تھی۔ پارٹی کے ممبروں کو یہ علم نہ تھا کہ تاریخ ان کو کافی فرصت دے چکی ہے اور چونکہ وہ وقت پہنچ نہیں چکے اس لئے اب ان کی تباہی لازمی ہے۔ لیکن قدرت کی کارسازی یہ ہے کہ ہر تباہی میں بھی تعمیری پہلو قائم رہتا ہے۔ تباہی بتدریج وقوع میں آتی ہے تاکہ دنیا دیکھ لے اور ضروری سبق حاصل کرے۔

چند روز بعد اندوہناک شکستوں کی خبریں نشر ہونے پر فوج کا ہیما نہ صبر لبریز ہو گیا اور مشین گن کی رجمنٹ نے یہ تجویز منظور کی کہ مسلح فوج کا مظاہرہ کر کے حکومت پر فوراً مسلح کر لینے کے لئے زور ڈالنا چاہئے۔ جان عزیز کو رائیگاں ہونا نہیں دیکھا جاتا۔ اگر فتح کی امید کی جھلک بھی ہوتی تو شاید فوج صبر و شکر سے شکستوں کی خبریں سنتی رہتی۔ لیکن جب اسلحہ کی کمی نے اس کو شکست کا یقین دلادیا۔ اس حالت میں ظاہر تھا کہ سپاہی اپنی جان کیوں منافع کرتا۔ مظاہرہ طے پانے پر مشین گن رجمنٹ نے اپنے نمائندے دوسری رجمنٹوں اور فیکٹریوں کو مظاہرہ میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے روانہ کر دیئے اور یہ ہدایت کر دی کہ جو شرکت کی نیت سے اسے مسلح ہو کر آئے۔ سر بار دوش ہونے پر کون اس کی حفاظت کرتا ہے۔ زندگی جہنم ہو جانے

بدجان کو کون عزیز رکھتا ہے۔ بھوک پیاس اور موت کے یقین نے سب کو سینہ سپر بنا دیا تھا۔ مصیبت خود وہ نفسی کیفیت پیدا کرتی ہے اس مصیبت کا احساس نہیں رہتا۔ شیطان اپنی شیطنت سے ہی انسان میں وہ نفسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جس پر اتوار الہی برستے ہیں۔ لیکن بالشیوک پارٹی انقلابی اقدام کو ہنوز قبل از وقت خیال کر رہی تھی اور انقلابی عناصر کو مظاہرہ سے روکنا چاہتی تھی۔ لیکن انقلابی منگیں ان کے ہم آہنگ نہ تھیں ایک فیکٹری لمیٹیڈ کے بالشیوک سکرٹری نے جب مزدوروں کو مظاہرہ میں حصہ لینے سے قبل پارٹی سے مشورہ لینے کو کہا تو اس پر ایک مزدور نے جواب دیا ”پارٹی پر لعنت بھیجو تم حالات کو بھرا تو میں ڈالنا چاہتے ہو ہم اس طرح زندہ رہنا نہیں چاہتے۔“ بے عوتی کی زندگی قابل قدر نہیں رہتی۔ مزدور بے آرام بے عورت زندگی سے اس کو بہتر خیال کرتا تھا کہ تاریکی میں جھلانگ مار دے۔ عام انقلابی رجحانات کی طاقت کا اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب فرانس کے نئے کسفر نے روس آکر سفارت کا عہدہ سنبھالا اس وقت فرانس کے مشہور نامہ نگار کلاڈ ڈائٹ نے دوران گفتگو میں سفیر سے کہا ”آپ کے سفارت خانہ کے دوسری تہہ دریائے نیوا کے کنارے سے ویروک کا ضلع واقع ہے وہاں بہت بڑے بڑے کارخانے ہیں جن پر لینن اور ٹروٹسکی حکومت کرتے ہیں۔ اس ضلع میں مشین گن جنٹیل کی پارٹی بھی ہیں جن میں سے چند برلوشیوک کا اثر ہے۔ اگر یہ دونوں برلوشیوک لیڈر پیٹر وگرڈیٹر قبضہ کرتا چاہیں تب ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔“ اس اطلاع پر سفیر نے تعجب سے دریافت کیا۔ ”عارضی حکومت ان حالات کو کیسے برداشت کر رہی ہے۔“ نامہ نگار نے جواب دیا ”ہم نئے حکومت کر ہی کیا سکتی ہے۔“ انقلابی حالات اتنے سخت ہو گئے تھے کہ باوجود برلوشیوک کا ویروک کے ضلع کے مزدور اور فوج بہت اثر ہونے کے جب اکابر برلوشیوک نے ان دونوں عناصر کو فوری انقلابی اقدام سے منع کیا وہ نہ مانے

اور مسلح ہو کر مظاہرہ میں شرکت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ویروک کے ضلع کے مظاہرہ میں شریک ہونے کے بعد پولیشیوک پارٹی بھی ان کی سرگردی کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ۳ جولائی کو ازمیر نیشنل پیٹرو گریڈ نے فروری کے انقلابی ایام کا منظر دیکھا مسلح فوج کا سٹرکول پر مظاہرہ۔ جمہور کے انقلابی نعرے انقلابی سفروشنوں کی قدم قدم پر تقریریں اجتماعی جوش و خروش۔ عورتوں کی اُٹھی ہوئی بیچ و پکار کم سنوں کا وجدانی ذوق و عسل انقلابی علم کی بھیر۔ استیغاب کا چڑھاؤ۔ گھونسوں کا سناؤ۔ خشکوں کی دندنہ گی۔ کبھی کبھی گولی کی آواز کسی کا زخمی ہو کر خاک و خون میں غلطان و بیجان ہو جانا۔ یہ مناظر انقلابیوں میں مزید جوش کرفار پیدا کر رہے تھے رات کے ۱۰ بجے اس مجمع نے جلسہ کیا اور ایک نئے ادارے ندروس کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کی بنیاد ڈالی۔ اس نئے ادارے نے وجود میں آئے ہی حسب ذیل ۶ مطالبات عارضی حکومت کے سامنے پیش کر دیئے۔

(۱) سب برجوازی وزرا برطوت کر دیئے جائیں۔

(۲) تمام طاقت سوویٹ کو دیدی جائے۔

(۳) جرمنی کے خلافت جارحانہ کارروائی بند کر دی جائے۔

(۴) برجوازی پریس پر قبضہ کر لیا جائے۔

(۵) زمین کسان کی ملکیت میں دیدی جائے۔

(۶) ملک کی صنعت و حرفت مزدور کے قبضہ میں دیدی جائے۔

ان مطالبات سے مسلح ہو کر مجمع مجلس عاملہ کے دفتر کی سمت جو ٹوراند محل

میں واقع تھا روانہ ہو گیا رات کے ۳ بجے ۸۰ ہزار مرد و عورتیں بچے محل پر پہنچے

اور انھوں نے مجلس عاملہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حکومت سے جمہور کے مندرجہ

بالا ۶ مطالبات منمائے اور عارضی حکومت کے گریز کرنے پر مجلس عاملہ کو عارضی

حکومت کی برطرفی کا اسٹان کر دینا چاہئے تاکہ سوویٹ بلاشرکت غیرے نام حکومت اپنے ہاتھ میں لیں۔

کبھی کبھی اس رباط کہن میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر کو گھر کے چراغ سے اٹک لگ جاتی ہے، ماشانہ میں چنگاری لگنے پر کبھی کبھی باغ کے پتہ ہوا سے کس چنگاری کو شعلہ میں منتقل کر دیتے ہیں۔ مجلس عاملہ اگرچہ مزدور طبقہ کا مرکزی ادارہ تھا جس کی شاخیں تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ احساس کمتری اور سیاسی خامی کا شکار ہو کر عارضی حکومت کے ساتھ ہمہ تن تعاون کر رہی تھی۔ مجلس عاملہ بھی اس انقلابی مظاہرہ اور مطالبات کے اتنی ہی خلافت تھی جتنا کہ عارضی حکومت اور یہ دونوں مل کر جمہور کے اس انقلابی اقدام کو کھینچا جاتے تھے۔ جب گھر والے گھر کو نظر آتش کر دیں اس وقت مخالفت کیوں نہ ہاتھ سینگیں۔ خود مزدور ادارہ ہی جمہور کے انقلابی اقدام کو فنا کرنا چاہے عارضی حکومت کیوں نہ اس کی سمیت افزائی کئے مجلس عاملہ نے یہ چال چلی کہ بظاہر جمہور کے نمائندوں سے صلح کی گفتگو اور ان کے مطالبات کے پورا کرنے کی تدابیر پر بحث و مباحثہ شروع کیا لیکن درپردہ عارضی حکومت اور مجلس عاملہ و قادیار فوج فراہم کرنے اور مجمع کو طاقت کے ذریعہ سے منتشر کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ اس زمانہ میں عارضی حکومت اور مجلس عاملہ کی کس مپرسی کا یہ عالم تھا کہ باوجود ہر امکانی کوشش کے یہ دونوں ادارے کوسک فوج کے صرف دو دستے فراہم کر سکے جو آتے ہی مجمع پر حملہ آور ہو گئے ان دستوں کے گولی چلانے پر مسلح مجمع نے بھی ترکی بتر کی جواب دیا اور تعجب خیز یہ امر ہے کہ ان نیروا زمانی میں کوسک فوج کو شکست ہوئی۔ کسی امر میں محکم یقین ہونے سے انسان میں بے پناہ قوی عمل پیدا ہو جاتی ہے یہ یقین کا جادو تھا کہ مجمع نے کوسک پر فتح پائی۔ لیکن انسانی فطرت کچھ ایسی ہے کہ خواہ وہ عیش و آرام ہو یا

سعی و جہاد کچھ مدت بعد طبیعت گھبرائی جاتی ہے چنانچہ دو دن کی متواتر کشمکش سے بھوکا پیاسا مجمع مضمحل ہو گیا تھا۔ دوسرے مجلس عالم انقلابی نمائندوں سے مصالحت کی گفتگو کر ہی رہی تھی۔ مجمع کا خیال تھا کہ مطالبات کا کچھ حصہ مان لیا جائے گا۔ اور حکومت کی تنظیمی رفتار میں تیزی آجائے گی اس گمان کے ماتحت مظاہرہ ختم کر دیا گیا۔ لیکن دنیا کی یہ قدیم رسم ہے کہ انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے۔ پردہ عجب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے اس کی تیز سے تیز فہم کو بھی اطلاع نہیں ہوتی۔ انقلابی امنگیں اپنے وجدان سے آپ دھوکا کھا گئیں ان کا گمان صرف گمان رہا اور بسا اٹلٹ گئی۔

بولشیویک کوشکست

یہ ایک ہمدردہ اٹھنے اور منزل مقصود کے سامنے آجانے پر راہ روان قافلہ کیوں نہ خوش ہوں۔ جمہور و فقہاً انقلابی قدم اٹھائیں اور حکومت ان کے خلاف کوئی کامیاب جارحانہ کارروائی نہ کر سکے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ جارحانہ کارروائی کرے اور ناکامیاب رہے ان معاملات میں حامیان انقلاب کیوں نہ سید ہوتے۔ ۲۔ جولائی کے جانفزا انقلابی نظاروں نے بولشیویک کوشکست کی انقلاب کے امکانات کا یقین دلایا تھا۔ ۲۔ جولائی کو مجلس عاملہ اور انقلابی انصار میں جو مصاحبت کی گفتگو شروع ہوئی تھی وہ ہنوز جاری تھی اور یہ امید گویا رہی تھی کہ لاکشٹ خون کے ملک کے سیاسی نظام میں تبدیلی ہو جائے گی کہ پردہ نجیب سے پھر اور ہی عالم ظہور میں آیا کسی عمل کا کیا رد عمل ہوتا ہے شاید اس لاطیفی کا نام ہی نجیب ہے مستقبل کا علم یقینی نہیں ہو سکتا۔ انسان کی ہمیشہ سے ہی درمانگی رہی ہے کہ کبھی کسی اس کی نگاہ ہمدردہ وجود چیر کر مستقبل کی جھلک دیکھ لیتی ہے لیکن بسا اوقات اپنے اندازہ و گمان میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ اور ازل سے عقل انسانی میں یہ کمی جو رہتی ہے کہ قدرت نفس کو کوئی ایسی قوت عنایت نہیں کی جو کسی عمل کے رد عمل کو صحیح طور پر سمجھ جایا کرتی۔ لیکن کو مستقبل ہمیں فہم معلوم ہو رہا تھا۔ اس کو یہ علم نہ

تھا کہ ظاہرہ مجلس عاملہ اور عارضی حکومت انقلابیوں سے مصالحت کی گفتگو کر رہی ہیں اور پس پردہ انقلاب کو قطعی طور پر فنا کرنے کی تدابیر اختیار کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں رجعت پسند عناصر نے حیلے اور جارجانہ عمل سے کام لیا۔ اول یہ کہ لینن کے جرمن جاسوس ہونے کے جعلی کاغذات مرتب کئے اور حکومت نے اس خبر کو گشت دیا کہ ایک سنگین سازش بکری گئی ہے جس سے لینن کا جرمن جاسوس ہونا پتہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ ۴۔ جولائی کو مجلس عاملہ کا اجلاس انقلابیوں سے مصالحت کی شرائط پر بحث و مباحثہ میں سرگرم تھا کہ لینن کی جعلی سازش کی یکایک خبر آئی۔ اس خبر کے معلوم ہوتے ہی تمام اجلاس سر دیا تحیر و استعجاب بن گیا۔ مجلس عاملہ کے دو سو نمائندے بخت و مباحثہ ترک کر کے اس خبر پر تنقید و تبصرہ کرنے لگے اگلے روز یہ خبر تمام روسی اخبارات نے جلی سرخیاں دے کر نشر کی اور لینن کے سر بھر گاڑی میں جرمنی سے گزرنے کو اس کے جرمن جاسوس ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جانے لگا۔ حکومت نے دوسری تدبیر یہ کی کہ محاذ جنگ سے وفادار فرج طوٹا تاکہ انقلابی جویش کو باجبر و بادیا جائے۔

معمولی دل و دماغ کے انسان کی کیفیت عجیب ہوتی ہے۔ فہم کی کوتاہی ان کو اپنے وجدانی علم پر یقین کامل نہیں ہونے دیتی اور یہ ایک کلیہ ہے کہ جب تک وجدانی علم کی عقل تصدیق نہ کر دے اس وقت تک دل شکوک کا شکار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ جمہور کے ناویہ نگاہ میں ناہموار لہریں آتی رہتی ہیں جو بس اوقات ان کو ساحل سے دور لیجاتی ہیں۔ روسی عوام کو بولشویک کے پروگرام کے درست ہونے کا صرف وجدانی طور پر احساس تھا ان کے فہم نے ہونوئاس احساس کی صحت کی تصدیق نہیں کی تھی وہ اپنے دماغ کے سیاسی و معاشرتی حالات کو غیر فطری اور لائق تبدیل ضرور خیال کرتے تھے لیکن ان کو یہ علم نہ تھا کہ ان حالات کو

کس طرح اور کس قسم کے نئے نظام سے بدلا جائے۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ جمہور
 افراد کے ہر تیز و تند جھونکے کے ساتھ ٹاڑ جاتے تھے چنانچہ جب عارضی حکومت نے
 شاید مجلس عاملہ کے مشورہ سے نہایت حُسن تدبیر سے نیشنل کے جرمن جاسوس ہونے
 کا افسانہ نشر کیا انقلابی جمہور اور فوج کیسے متاثر ہو گئے۔ ادھر یہ افواہ عوام میں اتنا زہریلا
 اثر پیدا کر رہی تھی کہ ۵۔ جولائی کو محاذ سے وقفا وار توج بھی آگئی جس نے آتے ہی پولشویک
 کے اطلاع منبٹ کرنے شروع کر دیے اور پولشویک ملاحوں اور سپاہیوں کے ہتھیار چھین
 ان کو پیٹر پال کے قلعہ سے نکال دیا نیز پولشویک کا اخبار پڑا وادانہ اور پریس بیکار کر دیا
 گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت نے پولشویک کے صدر دفتر پر بھی قبضہ کر لیا اور تمام
 احرار کو حراست میں لے لیا شروع کر دیا۔

جس طرح قسمت سے تختہ تک بہت کم فاصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فتح و شکست
 میں تبدیل ہونے کی پوری نہیں لگتی۔ وہی لیتھی۔ وہی اس کے دل و مارغ۔ وہی اسکے
 حُسن تدبیر اور جوش گروا۔ لیکن کل کا فاتح آج مفتوح تھا۔ اگرچہ انسان، حادثات، حالات
 میں جکڑا ہوا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان جمہور ہے بلکہ صرف یہ کہ اسکو
 حالات و واقعات، آگے حُسن تدبیر، قربت عمل اور ولیر ہی سے کھولنی پڑتی ہے۔ ان نکل
 (حکومت نے نیشنل کے سر پر قیمت لگا دی تھی کوئی ایک بانہ ہے جہاں ہر شے فرخت
 ہوتی ہے قیمت دوا اور لو۔ آزادی انکار اور آزادی کردار کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ اس
 متاع بے بہا کے حصول کے لئے جان و رکاوٹ ہے۔ نیشنل یہ قیمت ادا کرنے کے لئے تیار
 تھا۔ لیکن قدرت کی گرفتہ سازیاں عجیب ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی انسان کے
 اپنی بلند پایتوں کے ثبوت کو دینے پر قدرت بھی اس کی مدد کرنے لگتی ہے۔ حُسن
 اتفاق کہنے یا قدرت کا طریقہ کار خیال کیجئے ہوا یہ کہ نیشنل حکومت کے چھاپا مارنے
 سے چند منٹ قبل مکان سے فرار ہو چکا تھا) دو چار لہجوں کی تاخیر نیشنل کی موت بن کر

نمایاں ہوتی اور نہ معلوم انقلابی حالات کس سمت بہہ نکلنے لیکن قدرت کو اس
 انسان کو عمل بہیم کے صلے میں حیات جاوداں عنایت کرنی تھی اس لئے وہ کیونکر قتل
 کیا جاسکتا تھا۔ صرف لینن کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اکثر دوسرے مشاہیر کو بھی قدرت
 نے اپنے اعجاز سے بچالیا ہے۔ کالی کالی گھٹا سچائی ہوتی تھی۔ تیز بارش ہو رہی
 تھی۔ سجلی بادلوں میں لہریں مار رہی تھی اور اس روشنی میں دو پادری دو رخ بدو رخ
 راستہ دیکھے چل رہے تھے کہ سجلی گری اور ایک پادری خاکستر ہو گیا لیکن دوسرے
 کو آٹھ ٹک نہ آئی۔ یہ دوسرا پادری مارٹن لیو تھ تھا۔ رات کی تاریکی میں ایک کار پورل
 اپنے خیالات میں مستغرق جلا جا رہا تھا۔ خیمہ کے قریب آیا تو سنتری نے تین مرتبہ
 استفسار کیا اور جواب نہ پا کر گولی مار دی۔ گولی کی آواز سے کار پورل چونکا اور اسے
 سنتری کو جواب دیا بعد میں دنیا نے اس کار پورل کو نیپولین بھٹلم کہہ کر لپکارا۔ ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ انسان کے قریب عمل کا ثبوت دینے پر قدرت خود مدد کرنے لگتی ہے۔

لینن نے فرار ہو کر ایک مزدور کے مکان میں پناہ لی بعد ازاں کئی ہفتے
 پیرو آرٹ کے گرد و توں کے جنگلوں میں چھپتا پھرا۔ رات کو بارش سے بچنے کے لئے
 ٹھاس کے تودوں میں بسر کرتا۔ آخر کار ایک آگ بجھانے والے کا لباس پہن لیند
 کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ جنگ آزادی میں خطروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قدرت
 حیات جاوداں کی قیمت چاہتی ہے فانی زندگی سے بے نیاز ہو جائے تب کہیں
 جا کر لافانی زندگی ملتی ہے۔ لیکن اس فانی زندگی سے کنارہ کش ہونا کچھ آسان نہیں
 اس دشواری پر نفع پانا ہی حیات جاوداں کی قیمت ادا کرنا ہوتا ہے۔ لینن کے روس
 سے فرار ہو جانے پر جمعی غناصر نے بہانگ دہل یہ کہنا شروع کر دیا کہ جرم کا جاسوس
 لڑائی کی آمدور کشتی میں بیٹھ جوتی بیچ گیا اور اگر روس میں ہے تب اس کو چاہئے
 کہ قانونی معالت کے سامنے آجائے تاکہ اس پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔

حکومت کے اس پروپیگنڈے سے عوام اور بھی متاثر ہوئے اور بوشیوک کا خیال زیادہ پریشان ہو گیا ایک شہر بوشیوک ۹ جولائی کو اپنی باوجود سخت میں اندراج کرتا نہ پلڑا ہمارے تمام چھاپے خانے بند کر کے گئے ہیں کوئی پریس ہمارا اخبار شائع کرنے بہت کمادہ نہیں ہوتا اگر پریس کا مالک تیار بھی ہو جاتا پریس کے مزدور کام کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ایک زمین دوز پریس جاری کر دیا ہے۔ یہ زمانہ ہمارے لئے مستعدنا دک ہو گیا ہے کہ ہم جھپکریٹو ڈیکٹری کے حوکیدار کی کوٹھڑی میں اپنی کوئی کا اجلاس کرتے ہیں کالج کل اس امر پر بحث ہو رہی ہے کہ ہڑتال کرنی چاہئے یا نہیں یہ وہ زمانہ تھا کہ اکثر اداروں سے بوشیوک نکالے جا رہے تھے۔ پارٹی کے بہت سے کمزور و دماغ کے ممبر متعفی و کردوسری سیاسی پارٹیوں میں شریک ہو گئے تھے یا انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ یا تو قلیفنا جو بوشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ممبر تھا اس زمانے کے حالات گلہ بند کرتے ہوئے تحریر کرتے ہے :-

”اکثر مقامات پر بوشیوک مقررین کو مہر زد و کوب کر رہے تھے ہماری پارٹی کے ممبر اتنی بڑی تعداد میں متعفی دے رہے تھے کہ جنوبی صوبوں میں بوشیوک پارٹی کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا۔“ رفعت سے بستی کتنی قریب ہے لیکن خلوص رکھنے والے قلوب کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ نہ وہ رفعت پر پہنچ کر مغرور اور نہ بستی میں گر کر نا امید ہوتے ہیں ان کا عمل صالح کسی توقع کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ وہ نیک کرداری کو آپ اپنا انعام تصور کرتے ہیں۔ لیکن اور اس کے شریک کار اگرچہ گردش ایام کا خاکار ہوئے لیکن سعی و جہاد سے باز نہیں آئے اور یہی کامیابی کی پہلی شرط ہوتی ہے کہ انسان ناکامی سے مستعمل نہ ہو۔

رجعت پسند عناصر کی جدوجہد

بولشیویک کی شکست پر رجعت پسند عناصر میں از سر نو جان پراگمی بلکہ تاریخ کی ورق گردانی یہ بتاتی ہے کہ جن عناصر کو زمانہ کی رفتار گردیاد سمجھ کر بچے چھوڑ آتی ہے انہیں منزل مقصود نصیب نہیں ہوتی۔ مریض مریض الموت میں گرفتار ہو اور بیماری کے دوران میں اس کی مدت العمر کی کوئی تمنا پوری ہو جانے سے وقتی طور پر وہ خود اور بیمار دار مریض کی حالت رو بصحت محسوس کرنے لگتے ہیں لیکن رجعت نہیں ہوتی بلکہ وقتی صافیت ہوتی ہے۔ بالکل یہی حال رجعتی عناصر کا تھا۔ انقلابیوں کو اپنی خامی فہم سے شکست ہوئی رجعت پسند عناصر اس کو اپنی قوت کا نتیجہ سمجھے اور انہوں نے اپنے خام طریقہ پر سیاسی جدوجہد شروع کر دی۔ نااہل لوگوں کے دولت ہاتھ لگ جائے اس کی تقسیم پر ان میں جدوجہد اور گروہ بندی ہو ہی جاتی ہے۔ چنانچہ بولشیویک کی شکست پر دو سیاسی پارٹیاں حکومت کی دعوی دار بن کر ملک کی بساط پر دو نما ہو گئیں۔ ان میں سے ایک شہنشاہیت اور دوسری جمہوریت پسند تھی۔ دونوں کا زاویہ نگاہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف تھا کہ آپس میں عملی تعاون ناممکن تھا بولشیویک کی طرف سے انقلابی خطرے نے ان کو ایک دوسرے سے بفکر سونے پر مجبور کر دیا لیکن سیاسی اختلاف کی بنا پر وہ ایک

دوسرے سے مکمل طور پر متحد نہ ہو سکیں۔ شہنشاہیت پسند گروہ کا لیڈر روسی فوج کا
 کمانڈران چیف جنرل کو نیکولت اور جمہوری گروہ کا روس کا وزیر اعظم کرٹسکی تھا۔
 ایک نوکمانڈران چیف ہونے پر گھمنڈ تھا دوسرے کو وزیر اعظم ہونے پر ناز تھا فرانس
 کا مشہور نامہ نگار کلاوڈ اینریٹ وزیر اعظم کی بابت لکھتا ہے کہ کرٹسکی کا وقار کم ہونے کی
 ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تئیں زار خیال کرنے لگا تھا۔ اکثر ذرا کے محلوں میں رہتا اور
 اس کے بستر پر سوتا۔ اس قسم کا تکبر روس جیسے سادہ ملک میں جمہور کو اپنے لیڈر سے
 بدظن کروینے کے لئے کافی تھا۔

کو نیکولت کی خصوصیات بیان کرتا ہوا جنرل مارنیف لکھتا ہے "اگرچہ
 معمولی دماغ کا انسان تھا لیکن خود اعتمادی از حد تھی۔ کام کرنے کا شوقین تھا۔ لاپرواہی
 نہیں بلکہ بہادر تھا۔ البتہ وسعت نظر اور تنظیمی قابلیت نہ تھی اور چونکہ مزاج میں جلد بازی
 تھی اس لئے کوئی کام نقشہ کے مطابق نہیں کر سکتا تھا جنگ عظیم میں نمبر ۴
 ڈویژن تمام کا تمام اس کی حماقت سے تباہ ہو گیا چونکہ وہ پسپا ہوتی ہوئی فوج
 میں تنظیم قائم نہ رکھ سکا۔ وہ وقت پر فوری فیصلہ نہیں کر سکتا تھا اور عمل کا وقت
 غور و فکر میں گزار دیتا تھا" جب دونوں لیڈروں کی ایسی نفسیاتی کیفیات ہوں ان
 حالات میں قدرت کا فیصلہ ظاہر تھا۔ ایسے انسانوں کو قدرت بتدریج فنا کیا کرتی
 ہے۔ باطنی باتیں نہ ہونے کی شکل میں سرفروزی نصیب نہیں ہو کرتی مادھان دونوں
 لیڈروں کی اہلس کی چشمک لئے جمہور کو ان دونوں سے بڑا کیا اور محاذ سے شکستوں
 کی خبروں نے ان کے وقار کو خاک میں ملایا اور جس نسبت سے ان دونوں کا وقار کم
 ہوتا گیا اسی نسبت سے جمہور کا بالشیوک پارٹی برآمدت اور یقین بڑھتا گیا۔

سیاسی دنیا میں سربراہ اور وہ پارٹی کا یہ ایک آزمودہ ہتھیار ہے کہ جب اہمات
 مخالفت ہوں اس وقت انہی طور پر ہنگامہ سازی کر دینی چاہئے جہاں اس کا

کے ماتحت محاذ پر شکستوں کی خبروں کے اخراجات کو زائل کرنے اور اپنے گرتے ہوئے اڑکھو سہارا دینے کے لئے ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ مدعا یہ تھا کہ اس کانفرنس کے مختلف انجیال نمایندوں کو ایک دوسرے سے برسر پیکار کر کے اپنے اڑکھو قائم کیا جائے چنانچہ صدر وزیر نے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کانفرنس میں برجمازی طبقہ کو زیادہ نمائندگی دی۔ اس لیے انصافی پر بوشیوک پارٹی نے صلہ کے احتجاج بلند کی اور کانفرنس کی شرکت کے کارڈ واپس کر دئے۔ مزدور طبقہ عام طور پر اس غیر منصفانہ نمائندگی کے خلاف تھا چنانچہ اسکو میں مزدور طبقہ نے ہڑتال کر دی جس میں چار لاکھ جمہور نے حصہ لیا اور موجود مزدور طبقہ کے احتجاج کے کانفرنس ہوئی اور کیوں نہ ہوتی اس کانفرنس میں کزنسکی اور کورنیوٹ اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ دو سیاسی جلدی جمیع ہو جائیں اور تخت و تاج کی بازی لگی ہوئی ہو ایسے موقع پر دونوں کیا کچھ کرنے پر آمادہ نہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ دونوں لیڈر ہر ممکن طریقہ پر عوام کو مروجہ کرنے اور اپنا وقار قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دونوں لیڈر امیرانہ پوشاک میں ملبوس، خوش وضع لباسوں میں خدم و خشم کے پہرے کے پرے آداب و نیاز جھکاتے ہوئے ہر کاب۔ چاروں سمت مسلح فرج کی قطاریں، موٹروں، ایک جلیوس، اپنے چہروں پہ ایک سیاسی تبسم لئے ہوئے مختلف اوقات میں اس کانفرنس کے اجلاس میں داخل ہوئے۔ نظر حقیقت میں نہ ہونے سے انسان حالاً واقعات کے علل کو حساب کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور کسی امر کی علت کا علم نہ ہونے پر اس کے برے اخراجات کی پیش بینی نہیں کر سکتا۔ دو امی قدر ظلم و نا انصافی کو ہموار کرنے پر تلی ہوئی تمغیں، تاریخی تقاضے لازوال تدور کے دوش بدوش چل رہے تھے۔ نمانہ کروٹ لینے والا تھا۔ انسانیت تیرہ سو سال بعد بھرا پنہ مقام کو پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن یہ دونوں عقل سے محروم لیڈر اپنے کو فرسے جمہور کو مروجہ کر کے

فطری رجحانات کا رخ بدلنا چاہتے تھے۔ اگر ظلم تراش سے ہائیہ میں خشکات پڑ جا یا کرتے تو رجعت پسند لیڈروں کا غور و شغب کبھی حق کی آواز دبا دیتا۔ شکست ہو جانے کے باوجود روسیوں کو ہم تن سہی کرتے رہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ وہ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں کرتی۔ چنانچہ پولشیوک کی تبلیغ کا یہ نتیجہ ہوا کہ انقلابی از سر نو طاقتور ہو گئے (پولشیوک کا اثر بڑھتا دیکھ کر عارضی حکومت نے بالشیوک کے مرکزی مقام ریگا کو جرمنی کے ہاتھوں فنا کرانے کی ٹھان لی) اس شہر کو جرمن حملہ سے خطرہ پیدا ہونے پر حکومت نے نہ صرف مدافعت کا انتظام نہیں کیا بلکہ سرور ہوئی کہ اب پولشیوک تباہ ہو جائیں گے۔ مگر یہ کامشہور جنرلسٹ جن ریڈ جو اس زمانہ میں روس میں مقیم تھا اپنی یادداشت میں لکھتا ہے "روس کا امیر طبقہ انقلابی حکومت کی نسبت جرمن حکومت کو بدرجہا بہتر خیال کرتا تھا۔ اس کو قبول کرنے کیلئے تیار تھا۔ ایک روز میں ماسکو کے ملک التھار کے یہاں چائے پر مدعو تھا امیر ریگبارہ جہان تھے دوران گفتگو میں یہ استفسار ہوا کہ عارضی پولشیوک کی حکومت منظور کریں گے یا قیصر کی۔ اس پر دس نے قیصر کی رائے دی۔ شمالی محاذ پر فوجی فیسوں سے گفتگو کرنے سے یہ نکشائے ہوا کہ وہ سپاہیوں کی کیٹیوں کے ساتھ تعاون کرنے سے اس کو زیادہ بہتر خیال کرتے ہیں کہ شکست ہو جائے۔"

میلیکوف اپنی مشہور تصنیف "تاریخ روس" میں تحریر کرتا ہے: "کو ریلوون نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ ریگا پر جرمن قبضہ ہو جانے دو اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جمہوریہ عارضی حکومت کا وقت ختم ہو جائے گا اس وقت میں خاص فوج لے کر ماسکو پر حملہ کر دوں گا۔ اور اپنی اہمیت قائم کر لوں گا۔ اس نے اپنی ڈاکٹر طبقہ کے اعلان کے لئے، ۷ اگست مقرر کر رکھی تھی۔ جب شکست خوردہ روسی فوج ریگا سے فرار ہو رہی تھی اس وقت سیاسی ضرورت کو مد نظر رکھ کر کو ریلوون نے اپنے ایک محرم راز جہز کو یہ پیغام بھیجا تمام

کی نظروں کے سامنے میدان جنگ سے فرار ہونے کے جرم میں چند فرار شدہ فوجیوں کے گولی مار دونا کہ جمہور کو یہ گمان نہ گذرے کہ ریگاک کی شکست ہماری تدابیر کا نتیجہ ہے۔ ریگاک کی شکست شہنشاہیت پسند عناصر کی خفیہ تدابیر کا نتیجہ تھی اس شکست سے عارضی حکومت کا وقار بہت کم ہو گیا تھا جس نسبت سے کرتسکی کا وقار گرا اسی نسبت سے کورنیلوؤف کا بڑھا یہاں تک کہ یہ دینی ممالک کی نظریں بھی کورنیلوؤف پر پڑنے لگیں۔ اس زمانہ میں نہ صرف انگلستان کا سفیر کورنیلوؤف کی بہت افزائی کر رہا تھا بلکہ عارضی حکومت کے سفیر مقیم پیرس نے کرتسکی کو مار دیا۔ فرانس کا وزیر خارجہ دریافت کرتا تھا کہ کرتسکی کی کاہنہ میں کون یا بہت اور با عمل ہے نیز پریڈیڈنٹ پنکارے نے کورنیلوؤف کی بابت مجھ سے بہت سے سوالات کئے۔ بیرونی سرمایہ دار ممالک کورنیلوؤف میں دلچسپی لینے لگے اس پر کرتسکی اپنی شخصیت و وقار کو برقرار رکھنے کی تدابیر میں سرگرم ہو گیا۔

دشمن ملک میں بڑھتا چلا آ رہا تھا اور اس ملک کے وزیر اعظم اور کمانڈر انچیف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر آپس میں برسبر بیکار تھے۔ کرتسکی کو کورنیلوؤف سے خطرہ پیدا ہونے پر اس نے فوج کے کچھ حصے کو اپنے زیر اثر لانا چاہا اور اس بہانے سے کہ پریڈنٹ میں پولشیک کو کھینچنے کے لئے فوج و کار ہے کمانڈر انچیف سے فوج طلب کی۔ کورنیلوؤف اس مطالبہ کا پوچھتا مقصد سمجھ گیا اور اس نے کرتسکی کو حسب ذیل پیغام روانہ کیا۔ دارالسلطنت میں چونکہ حالات مخدوش ہوتے جا رہے ہیں اسلئے کاہنہ کے تمام وزراء کو میرے پاس آجانا چاہئے یہ مقام محفوظ ہے۔ لوٹری کے لوٹری کو بہکانے سے دوڑنا اپنے مقصد میں ناکام ہونگی کورنیلوؤف کے مدد سے نامہ کا مطلب کرتسکی سمجھ گیا اس نے یہ علی جواب دیا کہ کاہنہ کو برخاست کر کے اپنی محنتی امریت قائم کر دینی چاہی سیاست کی اس طور پر طرح ڈالی کہ پولشیک سے اشتراک عمل کر کے کورنیلوؤف پر خدیہ ضرب لگانی

مطالبات ماننے سے انکار کر دیا تاہم اس زرین موقع سے فائدہ اٹھانے کی خاطر سوویٹ کرئسکی سے تعاون کرنے لگے۔ اس تعاون کا یہ اچھا نتیجہ نکلا کہ کرئسکی نے اپنے مفاد کی خاطر سوویٹ کو مزدوروں کو مسلح کرنے کی اجازت دیدی۔ لیل و نہار کی گردش بھی عجیب ہے۔ دشمنوں کے ہاتھ سے دوستی کراتی ہے۔ حالات و واقعات نے کرئسکی کے ہاتھ سے اس کے گورکھوں کو مسلح کر دیا قدرت کا طریقہ کار کچھ ایسا ہے کہ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتی ہے جبراً کرا دیتی ہے ایسے حالات کو مشیتِ ایزدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان سے مفر نہیں ہوتا۔ کرئسکی اگر مزدوروں کو مسلح ہونے کی جگہ نہ دیتا تب کورنیلوف کے بچے خونخوئی کا شکار بنتا۔ مزدوروں کو مسلح ہونے کی اجازت دیدی اور اپنے خلاف ایک انقلابی طاقت کھڑی کر لی۔ اگست کی آخری تاریخوں میں چالیس ہزار مزدور مسلح ہو گئے اور انھوں نے کورنیلوف کی بڑھتی ہوئی فوج کے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۳۰۔ اگست کو جب کورنیلوف کی افواج نے پیٹرورڈ کے نواح پر حملہ کیا اس وقت یہ مسلح مزدور سرپا دلیری و استقلال جنگ کے انداز میں خون خواری سے بردار بنا ہوئے کہ دشمن کو فرار ہوتے ہی بی بیٹھی شکست فاش ہونے پر کورنیلوف نے ہتھیار ڈال دئے ۳۱۔ اگست کو کورنیلوف کے صدر دفتر سے کرئسکی کے نام حسب ذیل مضمون کا تار موصول ہوا "کورنیلوف موجودہ ملکی حالات پر نظر رکھتے ہوئے فوج کی کمانڈ سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ ایک مضبوط مرکزی حکومت وجود میں آجائے۔ ماد جو فوجی افسر اس کی اہمیت میں لڑے ہیں ان کو گرفتار نہ کیا جائے" اس اعلان پر کرئسکی کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انسانی فطرت کچھ ایسی ہے کہ حریف مقابل کے زیر ہونے پر چہرے پر تبسم و رانکھوں میں روشنی ابھی جاتی ہے۔ لیکن چند روز بعد ہی کرئسکی کی مسرت بوشوکر کے انقلابی اقدام سے منقطع ہونی شروع ہو گئی۔ کرئسکی کی اپنی سیاسی مرددیت نے

اس کے اپنے ہاتھ سے مزدوروں کو مسلح اور میدان جنگ کا تجربہ کرادیا جب وہ میدان جنگ کی آگ سے فولا اور خود اعتمادی کا جسم پیکر بن کر واپس آئے انہوں نے کزنسکی کی بساط سیاست اٹھانے کی کوشش شروع کر دی انقلابیوں سے خطرہ پیدا ہونے پر صدر روزی نے دوسری چال چلی۔ اس نے کورنیوٹ سے ہمہ تن ہنگ اور متحد ہو کر بولشیویک کو اپنی جاہ و ہوس کا خاکسار بنانا چاہا اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کزنسکی نے کورنیوٹ کو از سر نو روسی فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا۔ فنا ہوتی ہوئی حکومت کی سیاسی ضرورتیں بھی وہ قابل عمل و عقد کو عجیب عجیب مضحکہ خیز اقدام پر آمادہ کر دیتی ہیں کل کا باغی آج کمانڈر انچیف مقرر کیا جا رہا تھا۔ لیکن کزنسکی کی سعی کے باوجود جمہور کے سیاسی دباؤ نے کورنیوٹ کا تقرر کمانڈرانچیف کے عہدہ پر نہ ہونے دیا اور عارضی حکومت کورنیوٹ اور اس کے شریک کار کو حراست میں لینے پر مجبور ہو گئی۔ مگر یہ حراست بھی غیر حقیقی تھی ان نظربندوں کے بیرونی دنیا سے تعلقات بدستور قائم تھے اور برجوازی طبقے نے کورنیوٹ کی خدمت میں چار لاکھ روبل ہدیہ عقیدت کے طور پر پیش کر دیئے تھے اس رقم کو انہوں نے لے لے لے لے قبول کر لیا تھا۔ اگرچہ کزنسکی نے جمہور کے دباؤ سے کورنیوٹ کو نظر بند کر دیا تھا لیکن اپنے بنیادی تخیل یعنی غیر بولشیویک عناصر کو ایک طرزی میں پروانے اور ان کی مدد سے بولشیویک پر ضرب لگانے کا خیال ترک نہیں کیا تھا۔ اس تخیل کے ماتحت کزنسکی نے اب رجعت پسند پارٹیوں کے پانچ ممبروں کی ایک ڈیڑ کڑی بنالی جس کا وہ خود صدر بن گیا۔ اس ڈیڑ کڑی نے اپنی سیاست کے مطابق شہنشاہیت پسند نظربندوں کو رہا کر دیا لیکن کورنیوٹ کے ساتھیوں کو جو بغاوت کے الزام میں نظر بند تھے رہا کرنے پر کزنسکی کے لئے اکابر بولشیویک کو قید میں رکھنے کا کوئی معقول حذر نہ رہا۔ چنانچہ حکومت کو بولشیویک کو بھی رہا کرنا پڑا البتہ ان کے ساتھ یہ تخصیص کر دی کہ ان کو عنایت پر آمادگی دی۔ اس طرح

بولشیوک کی جدوجہد

قانون الہی کچھ ایسا ہے کہ جب کوئی قوم طبقہ یا فرد صدق دل سے بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا مسلک بنا لیتا ہے تاہم الہی بھی اس کی حمد و مددگار ہو جاتی ہے۔ یہ غیبی ابداد کس کس طرح ہوتی ہے اس کی بابت کوئی کلیہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ تاریخی مشاہدہ کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی مدد ایسے حالات و واقعات کرتے ہیں جن کے واقع ہونے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا غیر متوقع مفید حالات و ماحول کا پیدا ہو جانا ہی تاہم الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بولشیوک کے تن من دھن بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے نذر کر دینے پر بارگاہ الہی میں ان کی نذر تسبول ہو گئی۔ روسی جمہور بولشیوک کو شمع حریت پر پروانہ وار قربان ہوتے دیکھ کر ان مجاہدوں کے سوز و رنج کا یقین کرنے لگے۔ کسی کو کسی کے خلوص نیت اور ذوق حریت کا یقین آجائے تو اس کے ساتھ تعاون کرنے کو بے ساختہ دل چاہتا ہے۔ چنانچہ جمہور عارضی حکومت اور مجلس عاملہ کے غلط پروپیگنڈے سے بیزار ہو کر بولشیوک کے ساتھ تعاون کرنے لگے۔

تبلیغ انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کسانوں کے سوویت نے ۱۳۹۵ مبلغین دیہات کو روانہ کر دیئے جو وہاں پہچان انقلاب برپا

کرنے کے لئے فوری جدوجہد کرنے لگے۔ لیکن سب سے زیادہ تبلیغی کام ان سپاہیوں نے کیا جو محاذ جنگ سے وطن واپس آئے۔ ان کا ہتھیار سپاہیوں نے دیہات میں پھینک کر ایک ایسی سیاسی بیداری پیدا کر دی جس کا پوشیوک کو وہم و گمان بھی نہ تھا اس کو اگر تائید الہی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ مسلح سپاہی جن کو میدان جنگ کی ہولناکیوں نے ہر خوف و ہراس سے بے نیاز کر دیا تھا حکومت سے برگشتہ خاطر ہو کر انقلابی جماعت کے ساتھ تعاون کرنے لگے تھے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ دیہات میں غریب طبقہ میر زمینداروں کی اراحتی پر بلا کسی خوف و تردد کے فیصلہ کر رہا تھا۔ کسی زندہ ہمتی ملک میں کسان اور فوج مل کر تنظیم کو دہم برہم کرنا چاہیں وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دیہات میں طوائف الملوک کی پھیلنے لگی اور لیٹن کا نام عزت و احترام کے ساتھ لیا جانے لگا۔ ستمبر اور اکتوبر میں سب فصلیں کٹ چکنے پر کسان کو فرصت ہی فرصت ہو گئی۔ اور قتل و خون سار پیٹ امیروں کے گھروں کو تاخت و تاراج کرا دیات کے باخندوں کا مستقل مشغلہ بن گیا۔

(ملک کی حالت خستہ تر ہو جانے پر حکومت نے حالات پر غور و فکر اور اصلاحی تدابیر سوچنے کے لئے پری پارلیمنٹ کا اجلاس بلایا۔ پوشیوک بھی اس دورہ کے ممبر تھے۔ چونکہ پارلیمنٹ میں بر جوازی ممبروں کی اکثریت تھی اسلئے پوشیوک نے پہلے اجلاس میں اپنے مقاصد کے اظہار کرنے کے بعد پارلیمنٹ سے عدم تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ٹروسکی نے بحیثیت پوشیوک پارٹی کے قائد ہونے کے دوران تقریر میں کہا "اس پارلیمنٹ میں سرمایہ دار طبقہ کے نمائندے اس طبقے کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں جس کا ان کو حق نہیں۔ ہم کو اس امر کی بھی شکایت ہے کہ چونکہ پیٹروگرڈ انقلابی جماعت کا مرکز بن گیا ہے اس لئے حکومت دیدہ و دانستہ پیٹروگرڈ پر جبراً قبضہ کرانے کے دسپے ہے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس حکومت کے ہاتھ

سے یہ انقلاب خطرے میں ہے۔ اس وجہ سے اپنا اور فدار حکومت سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ ہم مزدوروں، سپاہیوں، کسانوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے ہوشیار رہیں جب تک تمام طاقت سوویٹ کے ہاتھ میں نہ آجائے گی انقلاب خطرے ہی میں رہے گا۔ اگر عارضی حکومت پیٹروگریڈ کی حفاظت نہیں کر سکتی اس کو صلح کرنی چاہئے یا دوسری سیاسی پارٹیوں کے لئے جگہ خالی کر دینی چاہئے۔ اس اعلان کے بعد بالشیوک اجلاس سے اٹھ کر چلے گئے اور عوام میں انقلابی تبلیغ اور زیادہ تیزی سے کرنی شروع کر دی۔

(اس تبلیغ کا نتیجہ ہوا کہ عوام عارضی حکومت سے اور زیادہ بیزار ہو گئے اور انہوں نے بہت بڑی تعداد میں بالشیوک کمیونسٹیوں کا ممبر منتخب کر دیا۔ بالشیوک نے کمیونسٹیوں کے ممبر ہو کر یہ نائدہ اٹھایا کہ ان کو ختم کر دیا اور ان کے تمام وظائف کی انجام دہی سوویٹ کے سپرد کر دی ان سوویٹ کا یہ مطالبہ تھا کہ پیٹروگریڈ کی حفاظت کا مسئلہ مجلس عاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔ سوویٹ کے مطالبہ پر مجلس عاملہ کو بھی پیٹروگریڈ کے لئے ایک تحفظی کمیٹی اور سرخ فوج بنانے کا اعلان کرنا پڑا خود مجلس عاملہ نے سرخ فوج کی علیحدہ تنظیم کا اعلان کر کے بالشیوک کو مزدور طبقہ کے مسلح کرنے کا موقع دیدیا جس موقع کی مدت سے تلاش تھی اس کے غیر متوقع طور پر ظہور میں آجانے سے بالشیوک بہت خوش تھی۔ ٹروٹسکی کا بیان ہے ”اس زمانہ میں پرولتاریہ طبقہ کا ایک وفد ہتھیاروں کے انتظام کے لئے میرے پاس آیا میں نے جواب دیا ”ہتھیار بنانے کے کارخانے ہمارے قبضہ میں نہیں ہیں میں کیسے انتظام کر سکتا ہوں“ اس پر وفد نے جواب دیا ”ہتھیار تیار کرنے کی فیکٹری والے یہ کہتے ہیں کہ اگر سوویٹ کے صدر سے تم ہمارے نام حکم تحریر کرالو ہم تمہیں ہتھیار دیدینگے یہ سن کر میں نے فیکٹری کے نام وفد کو

پانچ ہزار اہل نقل دینے کا حکم تحریر کر دیا اور ان کو رانگلین وصول ہوئیں۔ بر جوازی اخبارات کو جب اس واقعہ کا علم ہوا انھوں نے شدید صدائے احتجاج بلند کی اور اس امر پر تعجب ظاہر کیا کہ ایک غیر متعلقہ سزایافتہ جو چند روز ہوئے ضمانت پر آزاد ہوا تھا اس کے حکم پر حکومت کے ہتھیار بنانے والی فیکٹریوں نے کیسے ہتھیار دیئے لیکن باوجود بر جوازی طبقہ کے شور و شغب کے عارضی حکومت نے نہ ٹراکٹسکی اور نہ سلج کی فیکٹری سے کسی قسم کا استفسار کیا۔ البتہ مجلس عاملہ نے یہ حکم جاری کیا کہ بلا اس ادارے کے تواری حکم کے ہتھیار نہ دئے جائیں۔

ادھر ٹراکٹسکی مزدوروں کو مسلح کرنے میں لگا ہوا تھا ادھر لینن فنلینڈ کی کمین گاہ سے اپنے عمیق افکار و خطوط کے ذریعہ سے بولشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی رہنمائی کیلئے روانہ کر رہا تھا۔ خطوط انقلابی فکر و عمل کا مرقع اور ہر دور کی انقلابی تحریک کے لئے مشعل راہ ہیں لیکن ایک خط میں لکھتا ہے۔ ہمیشہ بولشیوک اور سوشل انقلابیوں کی تلوار مزاجی سے جمہور از حد بیزار ہیں بطور و گریڈ اور آسکو کے سویٹ میں ہماری اکثریت ہو جانے سے کسان ہماری بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر بہت بڑی تعداد میں تعاون کرنے لگیں گے۔ ان دونوں مرکزی مقامات کے سویٹوں میں بولشیوک کی اکثریت ہو جانے پر ان کو حکومت پر فوراً قبضہ کر لینا چاہئے۔ دوسرے خط میں پرولتاری کی اہلیتوں پر تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے۔ ”انقلابی پرولتاریوں میں قوت عمل بہت ہوتی ہے ان کی سیاسی قوت کا اندازہ اس امر سے نہ لگانا چاہئے کہ وہ جمہوری اداروں میں دھبہ نہیں لیتے دراصل واقعہ یہ ہے کہ چونکہ عوام کے عمل کرنے کا طریقہ دوسرا ہوتا ہے اسلئے وہ جمہوری اداروں کی قید و بند میں رہ کر اپنی قوت عمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتے ان کی قوت عمل کے مظاہرہ کے لئے دوسری نوعیت کے اداروں کی ضرورت ہے۔ جب اس نوعیت کے ادارے وجود میں آجائیں گے اس وقت پرولتاری کی عملی قوت کھولتے ہوئے

پانی کی طرح اپنے لگنے کی جہود کی قوت عملی سیاسی انتخابات کے وقت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ میدان عمل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر کسان بغاوت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں یہ اتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ اگرچہ حالات بغاوت کے خلاف بھی ہیرا پھری کی کوئی قیمت نہیں رہتی مگر کسان کا مسئلہ ملک کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر عارضی حکومت کو کسان پر فتح ہو گئی سمجھ لو کہ انقلاب بھی خواب و خیال ہو گیا۔ کسان کے علم بغاوت بلند کرتے ہی ہم کو بغاوت کر دینی چاہئے۔ ایسا زرین موقع دوبارہ نہیں آسکتا عمل کا لمحہ آگیا ہے تمام دنیا کے پروتاریوں کا استقبال ہمارے ہاتھ میں ہے۔ لوہا سُرخ ہے۔ زبردست ضرب لگاؤ۔ ایک اور خط میں انقلاب کے بین الاقوامی پہلو پر روشنی ڈالتا ہوا تحریر کرتا ہے: "بوشیوک پارٹی انقلاب عالم کے دروازے پر کھڑی ہوئی ہے اس کو اب دروازے میں داخل ہو جانا چاہئے۔ تمام دنیا اس کی تاکید کرے گی۔" اکتوبر کے چہینے میں بغاوت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کرتا ہوا تحریر کرتا ہے: "بغاوت کے آغاز کے لئے کوئی خاص روز مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ وقت کا تعین وہی لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جو جمہور اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ انہیں یہ چاہئے کہ تعداد کی حرمت نہ دیکھیں بلکہ وفادار اور الو العزم لوگوں کو فیکٹریوں اور سپاہیوں کی بارگاہ میں تبلیغ کے لئے رو نہ کر دیں۔ بغاوت شروع ہوتے ہی بوشیوک کو یہ چاہئے کہ وہ وفادار جہنٹوں کو مورچوں پر روانہ کر دیں۔ پٹی پال کے قلعہ پر قبضہ کر لیں۔ عارضی حکومت اور فوجی حکام کو گرفتار کر لیں۔ وقت آنے پر ہمیں انقلابی فوج عارضی حکومت کی فوج کے مقابلہ پر روانہ کر دینی چاہئے۔ اور اس امر کی اشد کوشش کرنی چاہئے کہ حکومت کی فوج شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔ ہمیں تار اور ٹیلیفونوں کے مرکروں پر قبضہ کر لینا چاہئے۔" عملی اقدام کی یہ تشریح جب بوشیوک مرکزی کمیٹی کے سامنے آئی سب نے دانتوں میں انگلیاں دسے لیں چونکہ کسی نے بناوٹ

کے مسئلہ کو اس تفصیل سے نہیں سوچا تھا۔ اکابر بوشیوک پر قدر سے ہر اس طاری ہو جانا یقینی تھا۔ بوخارن کا بیان ہے: "اس خط کے کٹنے پر ہم سب پر ہر اس طاری ہو گیا۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس خط کو نظر نش کر دیا جائے جتنا چاہیں گے۔" اس کے بعد گویا لیٹن کو اپنی کمین گاہ میں اس واقعہ کا علم ہونے پر مرکزی کمیٹی سے بہت نا اہمی ہوئی اور وہ اپنے ایک دیرینہ رفیق کاوسلگا (جس کا فنلینڈ کی فوج پر بہت اثر تھا) سے مل کر روس پر حملہ آور ہونے کی سازش کرنے لگا۔ اس زمانہ میں لیٹن نے سملگا کو ایک طویل خط روانہ کیا جس میں تحریر تھا: "ہم لوگ بجز تجاویز منظور کرنے کے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ اور قہرمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ بوشیوک بغاوت کرنے کے لئے کوئی تنظیم نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں بوشیوک پارٹی میں اس امر کی تلقین کرنی چاہئے کہ بغاوت کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔ رحم انقلابی فوج کے چند لوگوں کی تحفیہ کمیٹی بناؤ اور یہ معلوم کرو کہ پیٹرو گریٹا وہاں کے اس پاس حکومت کی کتنی فوج پڑی ہے۔ اگر فنلینڈ کی فوج لے کر حملہ کیا جائے تو رسل و رسائل کا انتظام کس طرح کیا جائے اور بحری بیڑے کو کس طرح نقل و حرکت میں لایا جائے وغیرہ۔" یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ دیکھ کر لیٹن نے بوشیوک کی مرکزی کمیٹی کے جدیدہ جدیدہ لوگوں کو اپنی کمین گاہ میں بلا کر ان پر اپنا زاویہ نگاہ ظاہر کیا ان کے متاثر نہ ہونے پر ایک مضمون "مواد یک چکا ہے" کے نام سے شائع کیا اس میں تحریر کرتے ہیں: "ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ بوشیوک پارٹی کے زیادہ تعلیم یافتہ افراد اس وقت بغاوت کرنے اور عارضی حکومت پر قبضہ کرنے کے خلاف ہیں۔ ہماری پارٹی کے بیشتر احرار یہ چاہتے ہیں کہ سوویت کانگریس کے اجلاس ہو جانے کے بعد انقلابی قدم اٹھایا جائے۔"

لیکن وقت کی بکاریہ ہے کہ ہمیں فوراً کانگریس کی حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے

کانگریس میں رد و قلع کے علاوہ کوئی نتیجہ خیز امر طے نہیں ہو سکتا کانگریس کے انعقاد میں باہر روز باقی ہیں اس سے پیشتر ہی حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ بوشیوک کی حکومت قائم ہو جانے پر اس حکومت کے زیر اثر جو کانگریس ہوگی وہ بلا چون و چرا ہمارا نقطہ نگاہ قبول کر لے گی۔ چونکہ بوشیوک کی پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ہنوز میری تجاویز پر توجہ نہیں دی ہے نیز پارٹی کے اخبارات کے اڈیٹر دیدہ و دانستہ میرے مضامین دیر میں شائع کرتے ہیں اور ان میں سے وہ حصص حذف کر دیتے ہیں جہاں میں پارٹی کے نقطہ نگاہ سے اختلاف کرتا ہوں اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بوشیوک کی مرکزی کمیٹی سے علیحدہ ہونے کی اجازت دیدی جائے تاکہ میں پوری آزادی سے اپنے خیالات کی شاعت کر سکوں۔“

لینن نے مرکزی کمیٹی سے علیحدہ ہو کر بوشیوک کی پارٹی کے ابتدائی ادارے کو خطوط کے ذریعے سے بغاوت کی تلقین کرنی شروع کر دی۔ ایک مزدور ناموت نامی کا بیان ہے: ”جب لینن کا تبلیغی خط ہمارے پاس آیا تو پہلی مرتبہ میں معلوم ہوا کہ بہت مدت سے لینن پارٹی کی مرکزی کمیٹی کو بغاوت پر آمادہ کر رہا تھا اور کمیٹی لیت و لعل کر رہی تھی اس خط کو پڑھنے کے بعد ہم نے مرکزی کمیٹی پر زور دیا کہ لینن کی تجاویز پر کاربند ہونا چاہئے۔“ اس زور دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوشیوک کی مرکزی کمیٹی کا ایک خفیہ جلسہ ہمارے تلخیخ کا مذاق دیکھنے کے یہ انقلاب انگیز اجلاس کرکسکی کے دست راست سوکاٹوف کے مکان پر سہا قدرت کا طریقہ کار بھی عجیب ہے۔ اگر موسیٰ کو فرعون کے محلوں میں پرورش کراتی ہے تو انقلابی رجحانات کی تشکیل سوکاٹوف کے محل کے ایوانوں میں کرتی ہے۔

سوکاٹوف کا بیان ہے: ”میری شریک حیات بوشیوک بھی ایک روز میرے پاس ہونے پر اس لئے مشغورہ دیا۔ تم جھکے ہوئے ہو اس لئے الگ باغ کی پرکھنا سکتا

میں آرام کرو میرے سو جانے کے بعد مگر میں پولشیوک کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس ہوا میرا گھر اسلئے منتخب کیا گیا تھا کہ اجلاس پولیس کی نگاہ سے محفوظ رہے۔ اس اجلاس میں لیٹن مالوں کی ٹوٹی اورٹھے عنناک نکائے ڈارٹھی منڈائے موجود تھا۔ اس اجلاس میں لیٹن نے حسب ذیل تجویز پیش کی ”مرکزی کمیٹی کو انقلاب ایکٹیز بنالاقوامی حالات کا اور روسی فوج کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ ہے اور اس کا بھی علم ہے کہ کسان بغاوت پر آمادہ ہے۔ جمہور پولشیوک پر اعتماد کر رہے ہیں اور اس کے بھی اشارے نمایاں ہو رہے ہیں کہ رجعت پسند عناصر متحد ہو کر انقلاب کو فنا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں مرکزی کمیٹی دوسری کمیٹیوں کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ جنگ آزادی کے لئے تیار ہو جائیں اور سوویت کانگریس ہونے سے قبل ہی بغاوت کریں کافی رد و فوج کے بعد یہ تجویز اٹھرائے سے منظور ہوگی اس تجویز کے بعد حسب ذیل تجویز حاضرین کے سامنے پیش کی گئی ”مرکزی کمیٹی مزدوروں اور سپاہیوں کے تمام اداروں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ بغاوت کرنے کی تیاری شروع کر دیں اس تجویز کے دس رائے سے منظور ہو جانے پر زیر توجہ اور کمیوٹیف نے اختلاف کی بنا پر مرکزی کمیٹی سے استعفیے دے دیئے۔

اختلاف رائے کہاں نہیں ہوتا لیکن اگر قائد خود اور اس کے شریک کار بیدار مغز ہوں تو اختلاف کے باوجود بھی آپس کا رشتہ اور تیاہ نہیں ٹوٹتا اور جادہ خیریت سے قدم نہیں ہٹاتا۔ جہاں حیات و موت زیر بحث ہوں وہاں اختلافات بھی غیر معمولی سختی پر طبعاً تھے ہیں لیکن لیٹن کا جادو کچھ ایسا تھا کہ باوجود ہتم باشان سائل پر اختلاف ہونے کے کسی مخالف کو لیٹن کی ذات سے مخالفت نہیں ہوتی۔ غلص قلوب کی کیفیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شریک کار سے اختلاف کے باوجود محبت کا رخہ نہیں توڑتے۔

اکتوبر کا انقلاب

فردی کا انقلاب ایک سیاسی انقلاب تھا کیونکہ اس کے بعد بھی معاشرہ کے بنیادی اصول یعنی انفرادی ملکیت کے قوانین تقسیم دولت کے طریقے وغیرہ بدستور سابق قائم رہے اس کے برخلاف اکتوبر کا انقلاب ایک معاشرتی انقلاب تھا کیونکہ اس کے بعد معاشرہ میں انفرادی نفع کی بجائے جماعتی نفع طریقہ پیداوار کا محرک ہو گیا تھا اگرچہ کابو بولشیویک میں کمین کی بغاوت انگیز تجاویز پر اتفاق نہ تھا تاہم چونکہ پارٹی کی اکثریت نے ان تجاویز کو منظور کر لیا تھا اسلئے بولشیویک پارٹی نے ان کو عملی جامہ پہنانے کی تدابیر سوچنی شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ فوجی انقلابی کمیٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا اور اس کے حکم سے ۲۶ اکتوبر کو ایک عظیم الشان انقلابی مظاہرہ ہوا تاکہ عارضی حکومت کو بولشیویک کی طاقت کا پورا پورا اندازہ ہو جائے اور وہ بلاکشت و خون کے ہی زمام حکومت سویٹ کے ہاتھ میں دیدے۔ اگر شکست خوردہ عناصر تاریخی تقاضوں سے درست نتائج نکال کر خودی طاقت و حکومت سدمت بڑا رہو یا کرتے تو تاریخ عالم میں بہمیت کے مناظر کا ذکر نہ ہوتا لیکن تاریخ اس امر کی شامد ہے کہ اگر کسی غصہ جاس بھی پہنچے کہ تاریخ اس کو رد کر چکی ہے پھر بھی وہ اپنی زندگی کو سرمایہ کانی کوشش سے طویل کرنا چاہتا ہے جب دنیا کی یہ رسم نہیں پھیری کہ فرسودہ عناصر کو بھی تباہ کرنا پڑتا ہے وہ از خود

طاقت سے دست بردار نہیں ہوتے ایسی صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ پولشیوک کے مطالبے کو قبول کر لیا جائے۔ ۲۲ اکتوبر کے مظاہرہ میں جس جوش و خروش کا اظہار کیا گیا اس سے لیٹن کو یقین ہو گیا کہ عارضی حکومت پر یورش کرنے کا آخری لمحہ آ گیا ہے۔ اسی مظاہرہ سے متاثر ہو کر عارضی حکومت اور مجلس عاملہ نے یہ جاہا کہ سوویت سے صلح کر لی جائے مگر پالے تجربہ کی بنا پر سوویت اس عہد شکن و عیار عارضی حکومت سے صلح کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

دلت تک خفگی اور فکری اضمحلال سے طبیعت میں از حد تصنع و حقیقت سے غماض کرنیکی عادت پختہ ہو جاتی ہے ان فہم عادات کے پختہ ہو جانے پر اگر کبھی دل کی دنیا سیدھا رکھی ہوتی ہے اور عقل سے پردے بھی اٹھتے ہیں تب بھی دل و زبان ظاہر حقیقت سے کہتے ہیں۔ ۲۲ اکتوبر کو کامیاب مظاہرہ دکر نے کے لئے آپ کو دھوکا دینے کے لئے یہ کہتا پھرتا تھا ”مجھے یقین ہے کہ ہم بہت آسانی سے پولشیوک نے انقلابی اقدام پر قابو پالیں گے میں جو محاذ جنگ پر نہیں جا رہا اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ مجھے اپنی عدم موجودگی میں پرتو گرڈ میں کامیاب بغاوت ہو جانے کا خطرہ ہے۔ وہ تو میری عدم موجودگی میں بھی فنا کر دی جائے گی میں ذاتی طور پر پولشیوک کی بغاوت سے بہت غرض ہوں گا کیونکہ اس طرح ہم کو پولشیوک کے بچنے کا زرین موقع مل جائے گا۔ میں اس کے لئے منت ماننے کے لئے تیار ہوں“ برہمائی اخبارات کی یہ تنقید تھی ”طوفان ضرور اڑ رہا ہے لیکن وہ گرد و خبار کو مٹا کر دے گا“

کیڈٹ پارٹی کے ایک ممبر نے امریکن نامہ نگار جون ریڈ سے کہا بغاوت میں پولشیوک کو شکست فاش ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ مجلس دستور ساز کے موقع پر نہیں اٹھا سکیں گے“

۲۲ اور ۲۳ اکتوبر کو کونسلکی یہ مشورہ کرنا پھرنا تھا کہ فوجی انقلابی کمیٹی کو گرفتار کرنے کا کوئی موقع بہتر ہوگا۔ اور اس کے مشیر اس کو یہ مشورہ دے رہے تھے ”فی الحال گرفتار کرنا مناسب نہ ہوگا۔ بغاوت شروع ہونے پر گرفتار کر لیا جائیگا“ جہاں عقلموں پر اس قدر جمود طاری ہو کہ وہ بغاوت کے شروع ہو جانے سے بعد اس کے سدباب کرنے کی سعی کرنے کا ارادہ کریں ان پر غلظت کا مرنی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس غیر فکری کیفیت کا نام ہی تہرالی ہے۔ تہرالی کے نزول کا وقت آجائے۔ بروہ کسی طرح نہیں ملتا۔

بغاوت سے صرف دو روز قبل عارضی حکومت چوکی اور اس کو بالشیوک کے جانے اور اقدام کی اہمیت کا احساس ہوا۔ چنانچہ سیاسی روز حکومت نے بالشیوک کی انقلابی فوجی کمیٹی اور دیگر اجراء کو گرفتار کرنے بالشیوک اخبار کو بند اور دارالسلطنت میں وفادار فوج مہیا کرنے کا حکم نافذ کر دیا۔ حکومت کی عمارات اور دفاتر پر پیرہ داروں کی تعداد زیادہ کر دی اور بالشیوک کے مرکزی دفتر کا رشتہ ٹیلیفون منقطع کر دیا جب اجل سامنے آکھڑی ہو اس وقت انسان کا علاج و معالجہ کی طرف توجہ کرنا بے سود ہی رہتا ہے کسی سال کی سیاسی خفگی کے بعد کونسلکی چوکی اور اس نے اٹھتے ہوئے انقلابی طوفان کو روکنا چاہا لیکن خفگی اور بے عملی کو سزا ضرور ملتی ہے۔ حکومت نے اسی روز بری پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کیا اس میں کونسل نے تقریر کرتے ہوئے کہا چند روز سے تمام روس اور خاص کردار سلطنت میں بغاوت کی افواہیں گرم ہیں۔ بالشیوک عوام کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں یہ نشور شیوں اس وقت جاری ہیں جب کہ راضی کسان کمیٹیوں کی تخریب میں دینے اور جنگ ختم کرنے کے ہمس مسائل حکومت کے زیر غور ہیں۔ حکومت نے ہنوز ان تعداد بالشیوک کے خلاف کوئی کارروائی اسلئے نہیں کی کہ شاید یہ خود اپنی غلطی سمجھ لیں اور راہ راست پر آجائیں لیکن

اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا۔ بولشیویک نے نہ صرف یہ کہ اپنی غیر فکری حرکت پر ناسف کا اظہار نہیں کیا بلکہ انہوں نے در فوجی دستے تیار کر لئے ہیں۔ جن کو وہ مسلح کر رہے ہیں۔ اس مرتبہ حکومت نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ باغیوں کو فنا کر کے رہے گی۔ کونٹسکی کی تقریر جاری تھی کہ اس کو ایک برقی پیغام ملا جس میں یہ اطلاع درج تھی کہ بولشیویک نے دارالسلطنت کی فوج کو تیار رہنے اور حکم کے انتظار کرنے کا پیغام روانہ کر دیا ہے کونٹسکی نے حاضرین کو یہ پیغام پڑھ کر سنایا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "قاتلونی زبان میں ان حالات کو تفاوت کہتے ہیں جو سیاسی پارٹیاں حکومت کے خلاف سازش کر رہی ہیں ان کو پس دیا جائے گا۔"

تقریر ختم کرنے کے بعد وزیر اعظم روس سیدھا وزارت خانہ پہنچا اور اس نے شہر کے خاص خاص راستوں پر فوجی پھرہ بٹھا دینے اور پل اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ اسی وقت بولشیویک فوج بھی پل پر پہنچ گئی اور انہوں نے کامیاب طور پر مزاحمت کی چنانچہ باوجود کونٹسکی کے حکم کے پل نہ اٹھ سکے اور بولشیویک کو گردنواح سے مدد ملتی رہی۔ ۲۵ اکتوبر صبح کے ۵ بجے حکومت نے بولشیویک پر پریس پر چھاپا مارا اور عمارت کو مقفل کر دیا۔ لیکن بولشیویک نے حکومت کی مزاحمت کے باوجود قفل توڑ کر چند گھنٹے میں سابق کی طرح وقت پر اخبار نکال دیا۔ اسی روز آرو را جہاز اعلیٰ ملاہوں نے بجائے اپنے بحری محکمہ کی طرف رجوع کرنے کے بولشیویک کی فوجی انقلابی کمیٹی سے اپنی نقل و حرکت کے لئے احکامات چاہے، ان سب واقعات کا نظہور اس امر کی دلیل تھا کہ پروتساری امریت قائم ہو گئی۔ اسی روز فوجی انقلابی کمیٹی نے تمام فوجی مرزوں کو مار دیا۔

”جمہور کے دشمنوں نے رات سے حملہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ فوجی انقلابی کمیٹی خداوں کا مقابلہ کر رہی ہے فوج کو چاہئے کہ پوری طرح مسلح رہے اور احکامات کا

انتظار کرے۔ ۲۵ اکتوبر کو بولشیویک نے حکومت کی زبان میں اعلانات اور احکامات نشر کرنے شروع کر دیے۔ گویا بولشیویک روس کے معنی حاکم تھے اور ماضی حکومت کی حیثیت یا معنی کی تھی۔ اسی روز بولشیویک حکومت نے بلاکشت و خون کے ریلوے اسٹیشن بجلی گھر تار گھر ٹاک خانہ۔ پریس۔ پانی گھر اور حکومت کے بینک پر قبضہ کر کے سرخ فوج کا پہرہ بٹھا دیا۔ دوپہر کے وقت سرخ فوج نے بری پارلیمنٹ کے اجلاس کو جو ہنوز حالات حاضرہ پر غور و خوض کر رہا تھا درہم برہم کر دیا۔ کزنسکی نے ان حالات کی خبر پاکر مزاحمت کرنی چاہی ماس سٹی میں ناگاسیاب ہو کر وہ امریکن سفیر کی موٹریں محاذِ جنگ کی جانب خزا ہو گیا اور کابینہ کے دیگر وزراء سے یہ کہہ گیا کہ وفادار فوج لے کر وہ فوراً ہی محاذِ جنگ سے واپس ہو گا لیکن افسوس کہ کزنسکی اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا جس مدبر کو تار بجی تھا غصے رو کر چکے ہوں وہ واپس نہیں آیا کرتا۔

زندگیوں کی سہنگامی جگہ گاہٹ میں کبھی عجیب جاذبیت ہوتی ہے۔ دور روزہ زندگی ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر انسان کو ان چند لمحوں میں تزک و احتشام شان و شوکت عیش و نشاط حاصل ہونے کا یقین ہو جائے وہ دور روزہ زندگی پر حیاتِ جاواں کو قربان کر دیتا ہے۔ دراصل حق اور حیاتِ ابدی کی ضد سہنگامی انبساط و مسرت ہے جس کو عرف عام میں باطل کہا جاتا ہے وقتی تزک و احتشام کا جادو ایسا ہوتا ہے کہ خام طبیعتیں اس کے زرین دام میں گرفتار ہو کر ایسے اعمال و افعال کرنے پر تیار ہو جاتی ہیں جن پر آنے والی نسلیں لعنت بھیجتی رہتی ہیں۔ لیکن ارادہ باطل کی دلچسپی کی راہ جو اس لعنت کے انسان ہمیشہ حیاتِ جاواں کو چند لمحوں کے عیش و نشاط پر قربان کرتا ہی رہا۔ مسلمان غالب یہ ہے کہ کرتا ہی رہے گا کزنسکی ایک غریب غیر معروف وکیل تھا پھر لٹویا کا ممبر منتخب ہوا چونکہ مقررہ سلسلے حالات و واقعات سے فائدہ اٹھا کر وزیرِ اعظم روس بن گیا اور قلیل عرصہ وزارتِ کالطف اٹھا کرتا رہی تھا انہوں کی

رو میں بہہ گیا۔ بیشتر سیاسی مدبروں کا یہی حال ہوتا ہے۔
 ۲۵۔ اکتوبر کے روز جب بالشیوک کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا اس وقت انھوں نے سوویٹ کانگریس کا اجلاس منعقد کیا۔ اگرچہ اس کانگریس میں بالشیوک کے مخالف عناصر بھی کافی تعداد میں موجود تھے لیکن بالشیوک کی کامیاب بغاوت معترضین کے تمام اعتراضات کا جواب تھی۔ کامیابی بہت سے دلائل براہین کو رد کرتی ہے چنانچہ کانگریس میں بالشیوک کے ہر لفظ و تجویز پر لبیک ہونے لگی۔ اس منظر کی تاب نہ لا کر مخالف عناصر کانگریس کے اجلاس سے بطور صدائے احتجاج اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے پلنے جانے کے بعد کمیونٹ نے جواز سر لو بشیوک مرکزی کمیٹی کا ممبر ہو گیا تھا اور اس اجلاس کی صدارت کر رہا تھا مجلس عاملہ اور عارضی حکومت کے ختم کرنے اور تمام اختیارات کانگریس کے ہاتھ میں لے لینے کا اعلان کر دیا اس کے فوراً ہی بعد سوویٹ حکومت کے حسب ذیل پروگرام کا اعلان کر دیا گیا :-

(۱) جنگ فوراً ختم کر دی جائے گی۔

(۲) کاشتکار کو زمین دیدی جائے گی۔

(۳) فوج میں جمہوری روایات قائم کی جائیں گی۔

(۴) صنعت و حرفت پر سوویٹ حکومت قبضہ کر لے گی۔

(۵) مجلس دستور سادہ کا عنقریب انعقاد ہوگا۔

(۶) روس میں مختلف اقوام کو حکومت خود اختیاری کا حق دیا جائے گا۔

یہ اجلاس صبح تک ہوتا رہا صبح جب پیٹروگریڈ کے رہنے والے جاگے اس وقت حکومت بدل چکی تھی۔ بعض مرتبہ لفظ ہر مہیب و عظیم الشان واقعات اتنی آسانی سے وقوع پذیر ہو جاتے ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ رجعت پسند فرانسسی نامہ نگار کاؤٹنٹ اس روز کے حالات بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔ ”فاتح فتح کے

گیت گار ہے ہیں ان کو خشن منانے کا حق ہے۔ کیونکہ جب مختلف پارٹیاں صرف لفظی رد و قدح میں مشغول تھیں پوٹیشنیک سراپا عمل تھے۔ آج وہ کل کی بونی ہوئی مکتھی کاٹ رہے ہیں۔ ہر جہاں کیا خوب کام کر کے دکھایا ہے۔ انسان کا سعی و عمل مخالفین کی زبان سے بھی کلمہ تحسین لکھوا ہی دیتے ہیں۔

۲۶ اکتوبر کو رات کے نو بجے سوویٹ کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں ۲۵ و ۲۶ کی کارروائی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کمیونٹیف نے کہا۔

- (۱) موت کی سزا کا قانون منسوخ کر دیا گیا ہے۔
 - (۲) سیاسی بحث و مباحثہ کی مکمل آزادی دیدی گئی ہے۔
 - (۳) سیاسی قیدیوں کی رہائی کے احکامات جاری کر دئے گئے ہیں۔
 - (۴) عارضی حکومت کے تمام وزراء برخواست کر دئے گئے ہیں۔
 - (۵) کورنیلوو و کونسنکی کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دئے گئے ہیں۔
- کمیونٹیف کے دوروز کی روداد سنا چکنے کے بعد لیٹن نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں جو فوراً منظور کر لی گئیں۔

(۱) ہم کسانوں، مزدوروں کی حکومت کی طرف سے دوسری حکومتوں کے ہر سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں پر زور ڈال کر فوراً منصفانہ صلح کی گفت و شنید شروع کر دیں۔ ہماری سوویٹ حکومت ہر تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ وہ تجاویز جلد معلوم ہو جائیں اور ان میں کوئی سیاسی چالیں پوشیدہ نہ ہوں۔ جہاں تک ہماری حکومت کا تعلق ہے یہ حکومت تمام خفیہ معاہدے منسوخ کرتی ہے اور ان کو منسوخ کرنے کا وعدہ کرتی ہے۔ مان معاہدوں کی مدد سے روس راگر کوئی ناجائز حقوق ملے ہوئے ہیں ہم ان سے دست بردار ہوتے ہیں اور یہ مشورہ دیتے ہیں کہ برسرِ بیکار حکومتوں کو فوراً بحال تین ماہ کے لئے عارضی صلح کا اعلان کر دینا چاہئے۔

روس کی سوویت حکومت اس تجویز کو خاص طور پر انگلستان، جرمنی اور فرانس کے جمہور کے روبرو پیش کرتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان ممالک کے جمہوران مقاصد کے حصول میں ہماری مدد کریں گے۔

یہ تجویز غلطی سے بحسن کے ساتھ منظور ہو گئی اس کے بعد لینن نے حسب ذیل دوسری تجویز پیش کر دی۔

”زمینداروں کی جائداد بلا کسی معاوضہ کے ضبط کی جاتی ہے اور جب تک مجلس دستور ساز منعقد نہ ہو زمینداروں کے گھاؤں اور خالقوں کی اراضیات اور مویشی گاؤں کی کمیٹیوں اور سوٹوں کی تحویل میں دے جاتے ہیں۔ غریب کسان اور کوساک کی اراضیات ضبط نہ کی جائے گی لیکن انفرادی ملکیت کا حق کا عدم کیا جاتا ہے تمام کاشتکاروں کو زمین کاشت کرنے کا حق ہے کسی شخص کا اجرت برکام کرنا یا مزدوری پر کام کرنا ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ یہ تجاویز اس لئے راجل تھیں کہ بعد میں ضرورت کے مطابق ان میں ترمیم و تنسیخ ہو سکے۔ اسی کانگریس میں پولشویک حکومت کی کاہنہ یعنی مجلس کی تشکیل کی گئی اور لینن اس کا صدر مقرر ہوا۔“

کبھی قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند۔ کبھی منگولیا کے برفانی لٹو و ق میدان میں جلا وطن۔ کبھی پیٹر و گریڈ کی شاہراہوں پر لرزاں و ترساں۔ کبھی دیہات میں بارش سے بچنے کے لئے گھاس کے توڑوں میں پناہ گزین۔ کبھی بھیس بدلے ہوئے ملک در ملک رواں دواں اور کبھی صدر سوویت روس کی پستی و گنجانی سے رفعت و شہرت ایک طویل منزل ہے۔ یہ جتنی طویل ہے اتنی ہی کٹھن بھی ہے۔ لیکن سعی و عمل کی طلسم کاری اسی ہوتی ہے کہ یہ چارہ صد سالہ چند سال کی عنایت و مشقت سے سر ہو جاتا ہے۔ لینن کی زندگی جتنی بھنگا مہ خیز ہے اتنی ہی عبرت انگیز ہے۔ مفکر طبیعتیں اس انسان کی زندگی میں حوادث و عمل کا مد و جزر و جزئی دیکھ سکتی ہیں۔ لینن کے صدر

سوویٹ روس ہونے پر وہ گویا ایک دنیا چھوڑ کر دوسری دنیا میں داخل ہو گیا لیکن یہ دوسری دنیا بھی تعمیری عمل و تخلیقی فکر کی منت پذیر تھی انقلاب کرنا جو سبے خیر لانا ہے انقلاب کے کامیاب ہو جانے پر راستہ خود بخود صاف نہیں ہو جاتا بلکہ راہ ترقی میں انواع و اقسام کی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں ان مشکلات کو عینت میں مختلف لیکن زیادہ بچیدہ اور زیادہ سخت ہوتی ہیں کسی عمارت کی بنیاد رکھنا اگرچہ آسان نہیں ہوتا لیکن اس پر بالکل جدید نقشہ کے مطابق عمارت تعمیر کرنا اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر اس انسان کی بہت مردانہ پر جو خود بنیاد رکھے اور خود ہی عمارت تعمیر کیے۔

انقلاب کے فوراً بعد کے حالات

انقلابی دور قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ معاشرتی انقلاب عام طور پر مروجہ آئین و قوانین، رسم و رواج، اخلاق و مذہب کے تصورات، تہذیب و تمدن کے معیار صنعت و حرفت کے دستور، زرعات و تجارت کے طریقہ کار، شہر و دیہات کی نوعیت، محل و چھوڑنے سے کی ساخت، پیر و خور و کی نفسیاتی کیفیت، سرمایہ دار و مزدور کے تعلقات سب کو ایک وقت جدید سانچے میں ڈھالتا ہوا چلتا ہے۔ ایک دہریہ جو وسیع سیاسی و تمدنی نظام خواہ کتنا ہی یوسیدہ و جب تاریخی اقتضا کی وجہ سے یا فتن یا فتن ہو گئے معاشرہ تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ ایک وسیع عمارت جہز لزلہ کے خوفناک جھٹکوں سے زبائے وہ گرد و تراخ کے لئے تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ لیکن جس طرح اس منہدم عمارت کے گل و خشت ہٹانے اور اس کی جگہ ایک زیادہ حسین و آرام دہ عمارت تعمیر کرانے میں وقت درکار ہوتا ہے اور جب تک نئی عمارت مکمل نہ ہو منہدم عمارت کے کچھ نہ کچھ آثار باقی رہتے ہیں اسی طرح جب تک نیا نظام معاشرہ کے ہر پہلو کو متاثر نہیں کر لیتا اس وقت تک پرانے طرز زندگی کے خدو خال باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ انقلاب کے فوراً بعد بھی شہروں میں غریب کی محنت پر جینے والے عیش و نشاط کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ میروں کے تھمے ہوئے پھولیں۔ تفریح گاہیں بدستور

جاری تھیں دن آرام و راحت۔ اور نئی حکومت پر تنقید و تبصرہ کرنے میں گزارا اور تین چنگ و رباب اور ماہ پاروں کے ساتھ عیش و نشاط میں بسر ہوئیں۔ اس طبقہ کو انقلاب ہنوز ایک ایسا ناشہ معلوم ہو رہا تھا کہ جو اپنی چند ماہ کی عمر طبعی گزارنے کے بعد ختم ہو جائے گا۔ امیر طبقہ کو اپنے نگری اضمحلال کی وجہ سے امت ڈا ہوا انقلابی طوفان تنگ چشمہ آب دکھائی دے رہا تھا چشم دل بیدار نہ ہونے سے کوہ امتش نشان چشمہ آب حیات دکھائی دیتا ہے جس طرح نیوٹن اور اس کے کئے ڈاکٹریٹ کے لئے یہ کائنات دو مختلف خصوصیات کے منظر تھے اسی طرح مختلف اہلیوں کے انسانوں کو یکساں حالات و واقعات میں دو مختلف پہلو دکھائی دیتے ہیں خواہ وہ آسمانی صحیفے ہوں یا پیغمبروں کی زندگیاں۔ قدرت کے مظاہر ہوں یا زمانہ کی گردنیں ہر انسان اپنے فہم کے مطابق ہی ان کی نوعیت و نتائج کو سمجھتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ بیدار مغز لوگ زمانہ کے سانس میں انقلاب کی تپش و تیز رفتاری محسوس کر رہے تھے لیکن سرمایہ دار طبقہ انقلابی شعلے کی ہر لپک کو اسی مسرت و لاپرواہی سے دیکھ رہا تھا جس طرح کسی متبرک دن عمر سیدہ انسان بچوں کو آتش بازی سے محفوظ ہوتے دیکھتا ہے۔

حکومت کے ادارے اور بڑے بڑے کارخانے بند اور صنعت جرفت تجارت تباہ ہو جائے ان حالات میں متوسط طبقہ نان جوین کا محتاج ہو جاتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں روس کا متوسط طبقہ حالت امید و بیم میں لیل و نہال گزار رہا تھا اس کو نہ امیر کی فارغ البالی بیسہ تھی اور نہ غریب کی بدستی انجینیر و کمپن مڈس کلرک مصنف ایسے سب جامعین تباہی کی رو میں ہی چلی جا رہی تھیں جس طبقہ کی زندگی کا نصب العین صدیوں سے شکم پروری رہا ہو وہ غیر معمولی حالات میں تحقیقی و تعمیری عمل نہیں کر سکتا چنانچہ متوسط طبقہ اس امید میں دن گزار رہا تھا

کہ کوئی مستقل اقبال جائے تاکہ اس کی علاجی قبول کر لیں اور باقی عمر متوسط درجہ کی زندگی کے نرم و نازک نشیب و فراز سے گزرنے کی جدوجہد میں صرف کر دیں غریب طبقہ کا حال زیادہ زبوں تھا لیکن اس طبقہ میں قوت عمل ہوتی ہے جب تعمیری عمل کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اس وقت یہ طبقہ تخریبی عمل کرنا شروع کر دیتا ہے غربت اور تخریب میں باطنی رشتہ ہوتا ہے اور افلاس میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جب جرم گناہ نہیں رہتا۔ غریب طبقہ بھوک کی شدت سے چشم ناک جبر یہ تحصیل جنس و مال کرنے لگا تھا جس کو عام طور پر چوری۔ ڈاکہ قتل مخو زبری کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں انسانی زندگی کے قیام کا سوال ہو وہاں ملکیت کا حق کا عدم ہو جاتا ہے۔ افراد کی زندگیاں حق ملکیت پر قربان نہیں کی جکتیر ۱۹۱۶ء میں بنی نوع انسان کے کروٹ لی اور ازلی تدور کی روشنی میں حق ملکیت کو انسانی زندگی پر قربان کر دیا۔

اس ابتدائی زمانہ میں تمام روس حشر کا میدان بنا ہوا تھا۔ اور بے دست و پا اشتراکی حکومت سمونہ کی عمارت میں مرکوز تھی جہاں وہ نفوس کام میں منہمک نظر آتے تھے جنھوں نے چند سال ہی میں انتشار و پراگندگی کو کچھتی و تنظیم اور تباہی و نامرادی کو فتح و کامرانی میں بدل دیا۔ چونکہ بولشویک پارٹی کے ممبروں کے اہل عیال بھی اس عمارت میں مقیم تھے اس لئے یہ عمارت بذات خود ایک چھوٹی مہسی دنیا بن گئی تھی اس دنیا کے گوشے میں فکر و عمن کی ہنگامہ آرائیاں بھی جاری تھیں اور برآمدوں میں بہت سے کسمن بچے بھی کھیلنے نظر آتے تھے حشر کا میدان ہوا وہاں کسمنی کھیلے کس قدر عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن حشر و معصومیت کو ازلی نسبت ہی اور یہ تکراریں ہمیشہ ایک ہی جگہ نظر آئیں ہیں۔ فکر و عمل کی نیرنگی دیکھئے کہ کل کے فیروزہ مال و غدار آج اس عمارت میں معزز عہدوں پر ممتاز نظر آتے تھے لیکن ذمہ دار

عہدوں پر ممتاز ہو جانا اور اس کا اہل ہونا دو مختلف باتیں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ جن میں سے بیشتر میں تخریبی اہلیتیں ہوں لیکن تعمیری نہ ہوں اگر ذمہ دار شہستوں کے مالک بھی ہو جائیں ملک میں تنظیم پیدا نہیں کر سکتے۔ کوئی جماعت اپنی معنوی اہلیتوں سے بلند تر نہیں ہو سکتی۔ کسی جماعت کی معنوی اہلیتیں ہی اس کی تقدیر بنکر اس کے سامنے آتی ہیں۔ فرد یا جماعت کی تقدیر اس کی اپنی معنوی اہلیتوں کا عکس ہوتی ہیں یہ عکس معاشرتی تعلقات و گرد و پیش کے حالات بنکر کسی فرد و جماعت کے سامنے رونما ہوتا ہے۔ ٹروٹسکی اس ابتدائی زمانہ کے حکومتی اداروں کی تشکیل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”پیٹر وگرڈ کی فتح کے بعد حکومتی اداروں کا مسئلہ سامنے آیا لیکن دریافت کرنے لگا ہم کیا نام اختیار کریں۔ وزیر کے لقب سے رجعت پسندی کی بوائٹی ہے یہ نفرت انگیز و فرسودہ لفظ ہے اس پر میں نے کیمیا کا لقب تجویز کیا۔ اس پر لینن نے کہا لیکن ہر عہد سے دار کیمیا کہلائے گا؟ کاہنہ کے ممبروں کا کیا لقب مقرر کریں؟ اس پر میں نے کہا چیف کیمیا، لینن نے کہا چیف کا لفظ جعی معلوم ہوتا ہے اس پر میں نے پولیس کیمیا تجویز کیا لینن کو عہد سے کا یہ نام پسند آیا۔ پھر اس نے دریافت کیا اچھا کاہنہ کو کیا کہہ کر پکارا جائے۔ میں نے جواب دیا کونسل آف پولیس کیمیا لینن نے یہ نام پسند کیا اور وہ کہنے لگا۔ ”ہاں۔ ہاں۔ اس نام سے انقلاب ٹپکتا ہے۔“

اداروں کے نام ان کی نوعیت، وسعت و اختیارات۔ ان کے لئے کیمیا اور دیگر عمال کی تعداد اسی طرح باتوں باتوں میں طے پارتے تھے لینن رسرڈیو۔ ٹروٹسکی۔ اسٹالین۔ بوخارن۔ زینوویف۔ کیروف۔ کیملینن۔ رہبازوف۔ ریدک۔ ٹروٹسکی وغیرہ مشکل سے ایک درجن نفوس تھے جو حکومت بھی تھے اور پارٹی بھی۔ انھوں نے بظاہر حکومت کے مختلف شعبوں کو تقسیم کر لیا تھا لیکن ایک دوسرے

سے مشکل مسائل میں مشورہ لیتے اور ایک دوسرے کے شعبے میں دخیل ہوتے رہتے تھے۔

ملک میں بہت سی سیاسی پارٹیاں ہوں اور ان میں سے ایک کو غیر متوقع طور پر فتح ہو جائے اس کا یہ نتیجہ نہیں ہوا کہ تاکہ شکست خوردہ پارٹیاں فوراً صفر پرستی سے مرٹ جائیں بلکہ وہ بھی فاتح پارٹی کے دوش بدوش مدت تک زندہ رہتی ہیں اور سیاسی تنقید و عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیتی رہتی ہیں۔ روس میں اگرچہ بولشویک کزنسکی کی حکومت تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر اس کے بعد بھی نیشویک اور سوشل انقلابی پارٹیوں کا روسی جمہور پر بولشویک سے زیادہ اثر رہا اور عوام بولشویک کے برسر اقتدار آنے کو انقلاب کا ایک خوشگوار حادثہ ہی خیال کرتے رہے۔ سوشل انقلابی چونکہ مجموعی طور پر زار کی استبدادیت اور کزنسکی کی آمریت کے خلاف اور جمہوری روایات کے حامی تھے اسلئے جمہور کی نظر میں یہ سب ایک ہی انقلابی عنصر کے مختلف نام تھے۔ اور بس جمہور کا سیاسی فہم اس درجہ بیدار نہ تھا کہ وہ ان مختلف پارٹیوں کے مسلک میں تفریق کرتے۔ خود بولشویک میں ایسا عنصر موجود تھا جو دوسری پارٹیوں کی سیاسی حیثیت اور ان کی خدمات کا معترف تھا اور جس کا یہ خیال تھا کہ کسی نظام حکومت کے قیام میں دوسری پارٹیوں کے عملی تعاون کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ لینن اور ٹروٹسکی مزدور آمریت قائم کرتے اور مخالفت رجحانات کو تشدد کے ذریعہ سے فنا کرنے پر بصر تھے۔ چنانچہ جب کمیونٹ نے کزنسکی کی حکومت کے جاری کردہ سزائے موت کے قانون کی منسوخی کا اعلان کیا لینن نے نتیجہ ہو کر دریافت کیا!

”یہ کیا دیوانگی ہے۔ بغیر کشت و خون کے انقلاب کیسے ہوگا؟ کیا یہ گمان ہے کہ مخالفت خود بخود ہتھیار ڈال دین گے۔ سزائے موت کا قانون منسوخ کر دینے کے

بعد تمہارے پاس صرف منزل عینے کے لئے جیل رہ جائے گی جہاں سرمایہ دار کے خلاف جنگ ہے اور زندگی اور موت کا سوال ہے وہاں جیل کی کون پر واہ کرتا ہے جیل کا خوف رجعتی بحثا صر کو خاموش نہیں رکھ سکتا۔ موت کا قانون منسوخ نہ کرو۔۔۔۔۔ اور دیکھو مخالفت پارٹیاں اخباروں کے ذریعہ سے ہمارے خلاف از سر تا پا جو غلط پروپیگنڈا کر رہی ہیں اس کا بھی سدباب کرو۔ یہ کیسی مفلوج امریت قائم کر رہے ہو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہاتھ کو بغیر خون سے سنائی گئے تم انقلابی حکومت قائم کر سکو گے“

ایک روز موقع پر لیٹن نے انہماں خیال کرتے ہوئے کہا:-

”مخالفین کو ان کی حیات ختم ہوتی دکھائی دے رہی ہے اس لئے اپنی زندگی کے تحفظ کے لئے وہ کیا کچھ کرنے پر آمادہ نہ ہو جائیں گے۔ یاد رہے ہمارے مخالفین کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں وہ طبقہ ہے جس کو باقاعدہ فوجی تعلیم ملی ہوئی ہے۔ ان کے ساتھ فوجی افسر ہیں۔ سرمایہ دار ہیں۔ زمیندار ہیں۔ پولیس ہے اور اسلحہ کی کمی نہیں۔ اس کے برخلاف ہماری طرف اس قسم کے انقلابی ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف محبت و مروت انقلاب کرنے کے لئے کافی ہیں نہ معلوم ان لوگوں نے کون سی مکتب میں تعلیم پائی ہے۔ اگر کم فوجی کا یہی عالم ہے مزدور امریت ختم ہے اس وقت بولشیدوں نے جو نظام قائم کیا سو اسے وہ امریت نہیں بلکہ بد نظمی ہے اگر ہم ایک تباہ کار و مستعد دشمن کو قتل نہیں کر سکتے تو یہ کس قسم کا انقلاب ہوا“

لیٹن کے آخری جملہ میں عملی زندگی کے اس ہتھم بالشان مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ محمود و مقاصد کے حصول کے لئے نہ موم طریقہ کار بھی مفید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ایک گروہ کا یہ نظریہ ہے کہ تشدد جو بقیہ معاشرہ میں صرف وقتی طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن وہ اپنی نامحوریت کی بنا پر صد چند تخریبی حالات پیدا کر سکتے ہیں جن سے عہدہ بڑا ہونا پہلے سے بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ تخریب کو

تعمیر کے لئے ضروری خیال کرتا ہے وہ محمود مقاصد کے حصول کے لئے ہر فعل کو جائز خیال کرتا ہے اس کی نظر منزل کی رفعت پر ہوتی ہے وہ راستے کی کجی سے بحث نہیں کرتا۔ اس گروہ کے نزدیک قتل و خونریزی جراحی کے مترادف ہے اور بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ دونوں گروہوں میں ایسی ایسی متبرک و مفکرہ سستیاں نظر پڑتی ہیں کہ کسی ایک نقطہ نگاہ کو باطل ٹھہرانا مشکل معلوم ہوتا ہے دراصل اس رو و قدرح کا حل مستقی قلب میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ مستقی انسان کے لئے دونوں راستے جائز ہیں چونکہ وہ ان کے حدود سے واقف ہوتا ہے اس کو یہ علم ہوتا ہے کہ کہاں تخریبی عمل ختم اور تعمیری عمل شروع کرنا چاہئے اور تعمیر سے قبل کس حد تک تخریب ضروری ہے۔

جس طبقہ میں اہل تدبیر و تفکر اور تخلیقی مفکروں کی کمی اور خام فہم نا تجربہ کار ناخواندہ افراد کی زیادتی ہو اس طبقے کے لئے غیر معمولی مشکلات سے دوچار ہونا لازمی ہے۔ روس کا مزدور طبقہ علم و فہم سے عاری سیاسی رسم و راہ سے نا بلند حکومت کا کب نظام کرسکتا تھا چنانچہ چند ہفتے ہی گزرنے پائے تھے کہ ہر طرف بد نظمی اور مزور امریت کے گرد خلا پیدا ہونے لگا۔ برسرِ اقتدار طبقہ کی نا اہلیت سے جو دشواریاں کسی قائد کو پیش آسکتی تھیں وہ سب معاشرے کی بد نظمی کی شکل میں لینن کے سامنے آ رہی تھیں لیکن نامساعد حالات کے باوجود لینن کا یہ خیال تھا کہ جب وقتہ سے زمام حکومت مضبوطی سے تھا سے رکھنی چاہئے وقت گزرنے پر مزدور طبقہ حکومت کرنا سیکھ جائیگا نیز روسی عوام امریت کو حرکت کرتا دیکھ کر تعاون پر آمادہ ہو ہی جائیں گے اس طرح مزدور امریت جوان ہو جائے گی لیکن ریپو ولیٹ کی موثقت وغیرہ لینن کے تخیل کے خانات تھے۔ ان کو مزدور طبقہ کی جہالت امریت کے لئے شرب مرگ معلوم ہوتی تھی اس لئے وہ تعلیم یافتہ و تجربہ کار نیشیدرگ و سوشل انقلابی پارٹیوں کو حکومت میں شریک کرنے کے حامی تھے۔ چنانچہ انہوں نے غور و غوض کے بعد اپنی مشترکہ حکومت

قائم کرنے کی تجویز بالشیوک کی مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش کر دی۔ مرکزی کمیٹی مزدور کے تعلق سے نکر و عمل کی نعمت سے یک تسلیم کر سکتی تھی کہ مزدور طبقہ تمہا بار حکومت نہیں آٹھا سکتا اس امر کا اعتراف اس کی گذشتہ دو تین سال کی سعی پر بڑی سخت ضرب لگانا۔ چنانچہ تجویز مسترد کر دی گئی اس پر نیکو و کیمونیت نے مرکزی کمیٹی سے استعفیہ دے دے چند روز بعد جب یہ غلط افواہ عام ہوئی کہ بالشیوک نے اسکو کے ایک گرجا کو سما کر دیا ہے ایسا کار سکی بھی بطور احتجاج کے کمیٹی سے مستعفی ہو گیا ان استعفیوں سے پر متا پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بالشیوک میں آمریت کے قیام اور نہ ہب کے استیصال کا تخیل بہت محدود و حلقوں میں تھا چند روز بعد طریقہ کار کے متعلق اندوئی اختلاف کی بنا پر ۱۵ میں سے اکیسار مستعفی ہو گئے اور انہوں نے جمہور کی عام اطلاع کے لیے حسب ذیل اعلان کر دیا۔

”ہلہ اخیال ہے کہ روس میں تمام اشتراکیت پسند پارٹیوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنی چاہئے چونکہ دوسرا راستہ صرف یہ ہے کہ کشدو کے ذریعہ سے تنہا بالشیوک پارٹی کی آمریت قائم کی جائے ہم کیمیا کے عہدہ سے اسلئے مستعفی ہوئے ہیں چونکہ کشدو کے طریقہ سے ہمیں اختلاف ہے ہمیں یقین ہے کہ کشدو کرنے سے پر دولت ری طبقے اور بالشیوک پارٹی کے درمیان ارتباط قائم نہیں رہ سکتا اور یہ خوف ہے کہ کشدو کے راستہ پر کامز ان ہونے سے ایک ایسی غیر ذمہ دار حکومت برسر اقتدار آجائیگی جو آمریت کی برحیثیات کو ناکر دے گی“ تاریخ شاہد ہے کہ چند سال بعد یہ اعلان حروف بحت صحیح ثابت ہوا اور بالشیوک آمریت نے اس اعلان کا انقمام اعلان کرنے والوں کے سوا سے لیا۔

گلائن کی روشیں ابھی تیار بھی نہ ہوئی تھیں اور باغباتوں میں گلزار کی ترتیب پر نزع ہو جائے ان حالات میں کون اس باغ کی مہادی کی پیش گوئی نہ کر دے گا۔

لیکن بیدار دل رکھنے والے اختلاف و نزاع کے باوجود سعی و عمل کرتے رہتے ہیں اگرچہ دیرینہ سہمیوں سے جدائی دل خراش تھی لیکن لینن صبر و تحمل کا دامن بڑھے ہوئے ملک کی سیاسی و اقتصادی تنظیم میں لگا رہا کسی ملک میں تنظیم پیدا کرنے کے لئے پہلی ضرورت امن و امان کا قیام ہوتا ہے۔ انقلابی دور میں امن اس وقت قائم ہو سکتا ہے جبکہ کسی حکومت کے پاس رفا و روجان نثار فوج موجود ہو نیز مزدور طبقہ خوشحال اور کسان اپنی زندگی سے مطمئن ہو۔ سپاہی مزدور کسان ہی معاشرتی زندگی کے تین عناصر ہیں جو کسی حکومت کے عروج و زوال کا باعث ہوتے ہیں۔ چونکہ لینن کی حکیمانہ نظر اس بنیادی حقیقت سے کلی طور پر آشنا تھی اسلئے برسراقتدار آتے ہی اس نے ۸ نومبر ۱۹۱۷ء کو تمام برسریریکارمالک کی حکومتوں اور خاص طور پر ان ممالک کے جمہور سے عارضی صلح کر لینے کی اپیل شائع کر دی اور خود جرمنی سے صلح کرنے اور روسی فوج کو جو محاذ پر جرمنی کی خلاف ورزیوں کا باعث تھا مزدور آمریت کے زیر اثر لانے کی سعی میں سرگرم ہو گیا۔ اس سلسلے میں ۲۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو لینن اور سٹالین روسی فوج کے کمانڈر کو یہ ترغیب دینے ٹیلیفون گھر گئے کہ وہ جرمنی سے صلح کی گفت و شنید شروع کر دے بصفت گھنٹے تک ٹیلیفون پر بات چیت ہوتی رہی لیکن جنرل ڈیکونن نے جرمنی سے صلح کرنے پر آمادہ ہوا اور وہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہونے پر راضی ہوا۔ کمانڈر انچیف فوج کا مالک و حاکم اگر کسی بنیادی عقل کو تسلیم نہ کرے کون اس کو جمہور کر سکتا ہے لیکن تاریخ عالم کا معاملہ یہ بتاتا ہے کہ تاریخی تقاضے اور روسی جھانٹا وہ طاقتیں ہیں جو فرعون وقت کو تسلیم ختم کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں اور جس گروہ میں عمری پسند رجحانات ہوتے ہیں وہ خراب ہو ہی جاتا ہے سٹالین کا بیان ہے کہ اگرچہ ٹیلیفون پر گفت و شنید کامیاب نہ ہوئی لیکن جنرل کے مایوس کن

جواب کے باوجود لینن کا چہرہ یک سخت شگفتہ ہو گیا یہ القا کی کیفیت اس پر اکثر طاری ہوتی رہتی تھی اس نے اچانک مجھ سے مخاطب ہو کر کہا پہلو نشتر گاہ چلیں۔ اور براہ راست فوج سے صلح کی اپیل کریں چنانچہ ہم دونوں فوراً نشتر گاہ پہنچ گئے اور جنرل سے ٹیلیفون پر گفتگو کا ماجرہ ریڈیو پر تمام فوج کو سنا دیا نیز یہ اعلان بھی کر دیا کہ روس کی مزدوروں کا حکومت جنرل موصوف کو ان کے عہدے سے موقوف کرتی ہے لینن نے جنرل کو حراست میں لینے جو جرمنی کے خلاف جارحانہ کارروائی منہم کرنے اور جرمن فاسٹرین فوج سے رشتہ ارتباط قائم کرنے کی عام سپاہی سے اپیل بھی کی۔

اس تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بعد جنرل ڈیکوئن قتل کر دئے گئے اور وقتی طور پر روسی فوج بالشیوک کے زیر اثر کئی نیروسی سپاہی جرمن خندقوں میں پہنچ کر صلح کی گفتگو کرنے لگے اور کل کے دشمنوں میں سلسلہ آمد و رفت قائم ہو گیا اس طرح لینن نے صلح کی آرزو جرمن فاسٹرین فوج میں پیدا کر دی جو آئندہ چل کر ایک حد تک ان دونوں حکومتوں کی شکست کا موجب بنی۔

جنگ کے دوران میں امن عامہ قائم رکھنے کے لئے فوجی طاقت کے علاوہ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ ملک کے اخبارات جمہور کو حکومت کے خلاف براہ کجیت نہ کریں۔ چونکہ روس کے قریب قریب تمام اخبارات مخالفت اشتراکی پارٹیوں کی ملکیت تھے اسلئے بالشیوک کے برسرِ اقتدار آتے ہی ان اخبارات نے ان پر سخت تنقید کرنی اور جمہور کو بالشیوک سے بدظن کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی شروع کر دی۔ ان حالات میں بالشیوک نے مخالفت جو آئندہ پر قید و بند لگا دئے پابندی و آزادی افکار و کردار تشدد و عدم تشدد کے مسئلے کی طرح اخلاقی و سیاسی دنیا کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ اگر ایک گروہ افکار و کردار پر پابندی لگانے کا حامی

ہے تو دوسرا اسی شدت سے اس کا مخالف۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں انسانی زندگی کے ارتقا کے لئے آزادی افکار و کردار کی ضرورت ہے وہاں اس پر بعض اوقات قید و بند بھی لگانے پڑتے ہیں کوئی ایک طریقہ کار دوامی طور پر درست نہیں مانا جاسکتا اور اضداد کا استخراج ترقی کا باعث بنتا ہے۔ متقی قلوب کی یہی ضرورت و اہمیت ہوتی ہے کہ وہ اضداد میں استخراج پیدا کرتے ہیں انسانی زندگی کی یہ ایک نیرنگی ہے کہ وہ نفعی و اثبات کے اشتراک سے ترقی پذیر ہوتی ہے ضرورت کو ملحوظ رکھ کر اضداد میں نسبت و توازن قائم کرنا متقی قلوب کا کام ہوتا ہے اور اتفاقاً تدبیر و تفکر سے پیدا ہوتا ہے۔ بالشیوک چونکہ ہمیشہ سے آزادی تحریر و تقریر کے حامی رہے تھے اس لئے ان کا جدید عمل بڑا قابل اعتراض خیال کیا جانے لگا۔ معتدین کے گروہ میں سب سے اہم شخصیت روس کے مشہور دانشور کی ادیب گورکی تھی وہ اس زمانے میں بولشیوک کو اندھے متعصب اپنے ضمیر بن اوقت اور بولشیوک حکومت کو وحشیانہ استبدادیت اور ان کے دستور کو قومی بد نصیبی کہہ کر لپکا رہا تھا نہ صرف یہ بلکہ اپنے دیرینہ دوست لینن کو عہد شکن، گھمٹا دیا اور دیوانے کے الفاظ سے یاد کر رہا تھا اس ابتدائی زمانے میں گورکی نے اپنے اخبار میں بولشیوک پر تہ قید کرتے ہوئے تحریر کیا:-

لینن۔ ٹروٹسکی اور ان کے معتقدین فتح کے غرور میں سرشار ہو رہے ہیں انہوں نے تحریر و تقریر کی آزادی سلب اور جمہوری روایات کو فنا کر دیا ہے۔... کیا لینن اپنے مخالفوں کو زار کی طرح مجبوس نہیں کر رہا، جب وہ ایسا کر رہا ہے زار اور لینن میں کیا فرق رہا، اسی زمانے کے ایک جریدہ میں گورکی نے تحریر کرتا ہے:-

لینن حکیم نہیں بلکہ عطائی ہے جس کو پرولتاری کی زندگی و موت سے سروکار نہیں وہ اس طرح اشتراکیت پھیلا رہا ہے جیسے کچر میں پوری طاقت سے

رولر چلایا جاتا ہے وہ روسی پر ولتاری طبقہ کے خون سے سیاسی تجربات کر رہا ہے اور بہت ممکن ہے کہ لیٹن کے ان غیر دانشمندانہ تجربات کی ناکامی اشتراکیت کے نظریہ ہی کو فنا کر دے اور جمہور اس کو ناقابل عمل خیال کر کے کبھی اس کی طرف آئندہ متوجہ ہی نہ ہوں۔ جس ملک کے جمہور کم فہم اور تدبیر و فکر سے عاری ہوں نیز ذرا سی باغیانہ ترغیب ان کو برا علیحدہ اور کشت و خون پر آمادہ کر دے وہاں آزادی تحریر و تقریر میں نمایاں خطرات پیدا ہو جاتے ہیں ایسے گرد و پیش میں یہ ایک سیاسی ضرورت ہو جاتی ہے کہ اخبارات میں اشتعال انگیز مضامین شائع نہ ہونے پائیں اور جو جراثیم اشتعال انگیز مضامین نشر کرنے کے عادی ہوں ان کو بند کر دیا جائے۔

فوج و پولیس کے مسائل وقتی طور پر طے پا جانے کے بعد روس کی مختلف اقوام کی تنظیم کا مسئلہ سامنے آ گیا روس اچھا خاصہ براعظم ہے جہاں مختلف اقوام بستے ہیں جو ایک دوسرے سے تبارش و خراش۔ زبان۔ رسم و رواج۔ مذہب۔ تمدن و تہذیب اور نفسیاتی کیفیت میں مختلف ہیں۔ زار روس کی برہنہ تلوار لینے ان کو پیڑ و گریڈ کا باجگزار بنائے رکھا لیکن جب بالٹیک کی حکومت برسر اقتدار آئی اس نے اپنی جمہوری روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے روس کی مختلف قوموں کی علیحدہ علیحدہ خود مختار حکومتوں کی بنیاد ڈالنی چاہی چنانچہ بالٹیک نے اقوام کا اعلان حریت جاری کیا جس کی رو سے روس کی تمام اقوام کی الگ الگ حیثیت تسلیم کر لی گئی اور ان کو مرکزی حکومت سے علیحدگی کا حق بھی دے دیا گیا۔ خیال یہ تھا کہ مختلف اقوام بالٹیک کی سیاسی دیانتداری سے خوش ہو کر ان کے ساتھ تعاون و امداد کی مرکزی حکومت سے رشتہ اشتی قائم رکھے لیں۔ لیکن بالٹیک کے اس حسن اخلاق اور سیاسی راستبازی کا وہ اثر جو اس کی پیشین گوئی جزبہ منی کی مشہور سیکرٹو عمل روزا لکسمبرگ کر چکی تھی۔ اس علیحدگی کے حق لئے اقوام کو بجائے

اشتراکیت کا گرویدہ کرنے اور مرکزی حکومت سے قریب لانے کے ان میں قومیت کا جذبہ شدید تر کر دیا اور وہ اپنی اپنی قومی حکومت قائم کرنے کی آرزو مند ہو گئیں۔ چنانچہ فنلینڈ اور یوکرین نے بوشیوک کی مرکزی حکومت سے قطع تعلق کرنے کے بعد جرمنی سے رشتہ یکگانگت و موائست قائم کرنا شروع کر دیا۔ ناقابل برداشت حالات رونما ہونے اور دوسرے سرمایہ دار ممالک کی روسی اقوام سے ساز باز کی اطلاع پا کر لیڈن نے مجبوراً مختلف اقوام کے سیاسی حقوق سلب کرنا شروع کر دئے اور اقوام کا اعلانِ حریت ازب داستان ہو کر رہ گیا۔

یہ دنیا کچھ ایسی ہے کہ اس میں کسی عمل کے ردِ عمل کا پتہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ مستقبل کے پردے سے نکل کر حال کی بساط پہنچتا ہے۔ بوشیوک اپنی جہڑی روایات کے مطابق محکوم اقوام کو حکومت خود اختیار ہی دے رہے تھے اور اس میں سلوک کا یہ غیر متوقع اثر ہو رہا تھا کہ وہ جرمن حکومت کی مدد سے بوشیوک کا اثر زائل کرنا چاہتی تھیں۔ اچانک وغیر متوقع حالات جس طرح انسان کی امیدوں کی پامال کرتے ہیں اس سے انسان کو اپنی لاچارگی کا احساس ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن مخلص قلوب اس لاچارگی سے متاثر ہو کر قوت عمل نہیں کھودیتے بلکہ صرف عمل کا راستہ و طریقہ بدل دیتے ہیں۔ رجعتی عناصر کے دو چار مرتبہ کے مظاہروں نے بوشیوک کو جب یہ یقین دلایا کہ حالات جمہوری روایات پر عمل پیرا ہونے سے رو بہ اصلاح نہیں ہونگے بلکہ روس میں سرمایہ داری سے اشتراکیت تک پہنچنے کے لئے ایک عبوری زمانہ سے گزرنا ہو گا جس میں مزدور آمریت قائم کرنی ہو گی تب انھوں نے پوری شدت سے آمریت قائم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ جمہوری روایات ترک کرنا اور آمریت کا قیام ایک نیا قدم تھا اور یادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آمریت نے بوشیوک حکومت کی بنیاد میں مستحکم کیں لیکن تاریخی مطالعہ بتاتا ہے کہ کسی نظام و

دستور میں جاو نہیں ہوتا کہ اس کا اجرا چشم زون میں کایا پلٹ کر دے بلکہ یہ سحر کاری ان ازلی قدور میں ہوتی ہیں جن کی پائدار بنیادوں پر کوئی دستور تعمیر کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد طلسم ان افراد کے دل و دماغ میں ہوتا ہے جو کسی نظام و دستور کو علی جامہ پہناتے ہیں دستور خواہ جمہوری ہو خواہ اشتراکی۔ نازی ہو کہ فسطانی چند صفحات پر مختلف نقش و نگار ہیں اور بس۔ اگر کسی نظام کو علی سانچے میں ڈھالنے والے بیدار مغز اور پرہیزگار انسان ہو گئے کی بجائے خود پرست و شکم پرورد ہوں تب خواہ وہ نظام مزود امریت ہی کے نام سے کیوں نہ پکارا جائے جمہور کی مسرتوں کا مرکز نہیں بن سکتا۔ کسی معاشرہ کی ہیوڈی کے لئے کسی خاص نفع کا دستور اتنا ضروری نہیں ہوتا جتنا کہ معاشرہ کے عام انسان کی ترقی یافتہ اخلاقی اور تمدنی حالت ضروری ہوتی ہے۔ کسی معاشرہ کے جمہور کا تدبیر و تفکر کا عادی ہونا اور انفرادی نفع کی بجائے اجتماعی خیر کو مد نظر رکھنا ہر دستور کو کامیاب بنا سکتا ہے۔

مجلس دستور ساز

روسی جمہور کا مجلس دستور ساز کے انعقاد کا مطالبہ جتنا اہم بالشان تھا اتنا ہی دیرینہ بھی تھا آزار کے زمانہ سے روسی عوام اس مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی جان عزیز قربان کر رہے تھے اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اگر آزار فراست سے کام لے کر عوام کے اس مطالبہ کو پورا کر دیتا تو ضرور کوئی ایسی شکل نکل آتی کہ اس کے شخصی وقار کو ضرور بہتیا اور عوام بھی خاموش ہو جاتے لیکن جو فرد فہم سلیم اور سیاسی تدبیر کھو بیٹھے وہ تاریخی حقیقتی کو سمجھنے اور ان سے درست نتائج نکالنے کے قاصر ہو جاتا ہے کسی شہنشاہ یا حکمران طبقہ کی دماغی خفتگی قہر الہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ دماغی خفتگی اور قہر الہی ایک ہی حقیقت کے دو مختلف نام ہیں۔ جو انسان قدرت کی نیرنگی اور اس کے طریقہ کار پر تدبیر و تفکر نہ کرے اس کو حقیقی تدبیر کا علم نہیں ہو سکتا اور یہ لاعلمی اس کو غلط راستہ پر ڈال کر نامرادی کی سمت لے جاتی ہے۔ آزار چونکہ تدبیر و تفکر سے بے بہرہ تھا اس لئے اس کو کبھی یہ احساس نہ ہوا کہ تغیر و تبدل قدرت کا ایک مخفی راز ہے اور جو افراد یا جماعت تاریخی تقاضوں کو سمجھ کر اپنا طرز عمل نہیں بدلیں گے وہ تباہ ہو جائیں گے اس کو تاہ نظر کی بنا پر آزار بدلتی ہوئی دنیا کو نہ سمجھ سکا یہاں تک کہ فنا ہو گیا۔

نار کی حکومت پاش پاش ہونے کے بعد ڈوما کا ایک اختراکی نمائندہ
 کرنسکی برسرِ اقتدار گیا عوام کا خیال تھا کہ ان کا مجلس دستور ساز کا مطالبہ مشترکوں
 کے ہاتھ میں زمام حکومت اہجانتے سے پورا ہو جائے گا لیکن اس زمانے کے
 سیاسی حالات پھر ایسے تھے کہ مجلس دستور ساز کا انعقاد کرنسکی کی سیاسی موت
 کے مترادف ہوتا ہے انسان سقراط کا سادل و دماغ نہیں رکھتا کہ خود کشی پر راضی
 ہو جائے چنانچہ کرنسکی لطائفِ اکھیل سے تمام سیاسی جماعتوں کے اس دیرینہ
 مطالبہ کو برابر التوا میں ڈالتا رہا یہاں تک کہ وہ ماضی کا ایک افسانہ بن گیا۔
 کرنسکی کے بعد بالشیوک کے برسرِ اقتدار آنے پر تمام جماعتوں نے مجلس
 دستور ساز کے انعقاد پر زور دیا بالشیوک کا عوام سے یہ وعدہ تھا کہ برسرِ اقتدار
 آتے ہی وہ مجلس دستور ساز کا انعقاد کریں گے۔ ان حالات میں لینن کے
 علاوہ تمام اکابر بالشیوک عوام سے اپنا وعدہ الیفا کرنے کے لئے فوراً تیار
 ہو گئے۔ کرنسکی کا بیان ہے کہ اس مسئلہ کے زیادہ شدید شکل میں سامنے
 آنے پر لینن اور اس کے درمیان یہ مکالمہ ہوا۔

لینن :- ”ہمیں مجلس دستور ساز کے انتخابات التوا میں ڈال دینے چاہئیں۔
 رائے و ہندگاہ کی موجودہ فہرستیں غیر مفید ہیں ان کے بوجب صرف
 تعلیم یافتہ طبقے ہی کو رائے دینے کا حق ہے اور نیلوف کے طرفداروں
 اور کیڈٹ پارٹی کے ممبروں کے شہری حقوق بھی سلب کر لینے چاہئیں“
 کرنسکی :- ”حال ہی میں صوبوں پر ہمارا افتراق کم ہوا ہے مجلس دستور ساز کے
 التوا کار و عمل نہایت خوفناک ہو سکتا ہے“

لینن :- ”اگر تمہاری یہی مرضی ہے مجلس کا انعقاد کر لو لیکن یہ بتائے دیتا ہوں
 بڑی سخت غلطی کر رہے ہو۔ زمام حکومت ہاتھ میں ہے مجلس کے

العقاد کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طاقت ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کو حاصل کرنے کے لئے از سر توجہ و جہد کرنی ہوگی۔

لینن و ٹروٹسکی کا یہ مکالمہ سیاسی تاریخ کا ایک اہم سوال سامنے لے آتا ہے یعنی یہ کہ کیا جمہوری طریقہ کار تاریخ کے ہر دور میں یکساں طور پر مفید ثابت ہو سکتا ہے یا جمہوریت کسی خاص ارتقائی منزل اور تمدنی ماحول ہی میں کامیاب ہو سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے تاریخ عالم کی ورق گردانی سے یہ علم ہوتا ہے کہ جب تک عام انسان ذہنی ارتقا کی بلندیوں پر نہ پہنچ جائے اور اس میں تدبیر و فکر کی اہلیت اس درجہ بیدار نہ ہو جائے کہ وہ سیاسی و اقتصادی امور پر غور کر سکے اور اس میں ذہنی و عقلی دیانتداری بھی پیدا نہ ہو جائے جمہوری دستور کسی معاشرہ کی ترقی کا محرک نہیں ہوتا۔ غیر تمدن اور پس افتادہ ملک میں جمہوری طریقہ کار جاری کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ زمام حکومت نااہل خود غرض چالاک و پرفتن لوگوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ کسی ملک کے باشندے فکر و تدبیر سے عارضی انفرادی مفاد کے دلدازہ۔ طلائی و لقمی اثرات میں جکڑے ہوئے ہوں تب ان کو نااہل لیکن چالاک لوگ بڑی آسانی سے اپنی تقلید پر لگا لیتے ہیں اور ان کی رائے حاصل کر کے جمہوری اداروں میں نمائندے منتخب ہو جاتے ہیں جہاں پہنچ کر ان کے عمل کا محرک قوم و ملک اور بنی نوع انسان کا مفاد نہیں رہتا بلکہ اپنا انفرادی مفاد ہو جاتا ہے چونکہ ان کے انفرادی مفاد اور معاشرہ کے اجتماعی مفاد میں بسا اوقات تضاد ہوتا ہے اس لئے قومی اداروں میں اپنا منتخب شدہ اصحاب کا عمل معاشرہ میں بجائے اصلاح کے تخریب پیدا کرتا ہے۔ روس کے رائے دہندگان چونکہ رجعتی فکر و عمل سے متاثر تھے اور ذہنی ارتقا کی اس منزل پر نہیں پہنچے تھے کہ لینن جیسے بیدار مغز انسان کے تخلیقی فکر و عمل کو سمجھتے اس لئے یہ

پیشینگوئی کر دینی آسان تھی کہ مجلس دستور ساز کے انتخابات میں ایسے اصحاب منتخب ہو جائیں گے جو انقلاب کو اپنی خام تدریر و عمل اور انفرادی حرص و ہوس کے مظاہروں سے فنا کر دیں گے۔ تیز فکر مستقبل قریب کے امکانات کو جانپ جاتا ہے لیکن کو ان انتخابات کا نتیجہ پہلے ہی معلوم تھا چنانچہ انتخابات میں روس کار رجعتی تعلیم یافتہ طبقہ اپنی سچہ بیانی۔ علمی اعزاز۔ مالی و معاشرتی اخراجات سے کام لے کر اس کے علاوہ رائے دہندگان کی فکری خامیوں اور فطری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر بہت بڑی تعداد میں منتخب ہو گیا۔ انتخاب میں ۲۶۳ غیر پولشیوک اور صرف ۱۴۰ پولشیوک مجلس دستور ساز کی نشستیں حاصل کر سکے۔ اگر تدریر و تفکر سے عاری نہ ہوتے دہندگان کسی سیاسی مسئلہ میں فیصلہ صادر کر سکتے ہیں تو انتخابات کے اعداد و شمار سے وہ فیصلہ اخذ کیا جاسکتا تھا اس مجلس کے اول ہی اجلاس میں پولشیوک کی جانب سے عینی بھی تجاویز پیش کی گئیں وہ سب مسترد کر دی گئیں یہ امر پولشیوک میں غیر عتمادی کی رائے کے مترادف تھا۔ ان رجعتی رجحانات کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو پولشیوک پیشتر مجلس دستور ساز کے موافق اور مزدور آمریت قائم کرنے کے مخالف تھے لیکن کے سنجیال ہو گئے اور پولشیوک پارٹی میں متفقہ طور پر یہ طے پا گیا کہ مجلس دستور ساز کو برخواست کرنے کے بعد مزدور آمریت قائم کی جائے چنانچہ لیکن نے خود اپنے قلم سے حسب ذیل حکم تحریر کر دیا :-

”مجلس دستور ساز کے طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو سوویٹ کی جمہوریت سے علاقہ نہیں ہے۔ جو پارٹیاں اس مجلس میں اکثریت میں ہیں وہ ملک کے طول و عرض میں سوویٹ حکومت کی شدید مخالفت کر رہی ہیں اور رجعتی عناصر کی مدد میں سرگرم ہیں وہ زمین اور کارخانوں کو اشتراکی ملکیت

میں لانے کی بھی مخالفت کر رہی ہیں اسلئے بولشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی مجلس دستور ساز کو برخاست کرتی ہے لہذا نچہ ۱۹۔ جنوری ۱۹۱۸ء کو مجلس دستور ساز کا ادارہ ختم کر دیا گیا۔

تاریخ جماعتوں کو صرف گنتی ہی نہیں بلکہ تولتی بھی ہے اور اس کے طالب علموں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ تاریخ کا آخری فیصلہ شمار کے قیاس سے نہیں بلکہ وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ سوشل انقلابی زمینداروں کی پارٹی، اگرچہ تعداد میں بولشیوک پارٹی سے کہیں کثیف تھے لیکن نیکو عمل سے محروم تھے۔ اسکے برخلاف بولشیوک اقلیت میں تھے لیکن ان میں تخلیقی فکر و عمل سلیم اور جرأت مروانہ بدرجہ اتم موجود تھے۔ بولشیوک چونکہ کامیابی کی سبب شرطیں پوری کر رہے تھے اسلئے تاریخ کا انصاف ہی ٹھہرا کہ ان کے سر پر ہی تاج رکھا جائے لیکن روز انزل سے تاج کے ساتھ یہ خصوصیت وابستہ رہی ہے کہ وہ دوسرے پیدا کرتا ہے حکومت کے ساتھ مشکلات ضرور ہوتی ہیں مگر چہ سرخ فوج نے مجلس دستور ساز کے نمائندوں کو سٹلین کی طاقت سے دہم برہم کر دیا لیکن بولشیوک سے کسان کی نفسی کیفیت نہ بدلی جاسکی وہ ہنوز انفرادی ملکیت کا دل و جان سے حامی تھا۔ اس کا کھیت اس کی جان تھا جس کو وہ کسی طرح سے بھی دوسرے کی ملکیت میں دینے کو تیار نہ تھا۔ چونکہ ملکیت کی ۸۰ فی صدی آبادی کسانوں پر مشتمل تھی اور وہ اشتراکی ملکیت کے خلاف تھے اس بنا پر حکومت کے لئے شدید مشکلات پیدا ہو گئی تھیں کسانوں نے بولشیوک کی اشتراکی تدابیر کے خلاف عملی جدوجہد کرنی شروع کر دی تھی مان کو برسرِ بیکار دیکھ کر سٹلین نے جرمنی سے صلح کرنے کا تہیہ کر لیا تاکہ دو محاذوں پر بیک وقت نہ لڑنا پڑے۔

جرمنی سے صلح

برسرِ بیکار حکومتیں لیٹن کے، نومبر ۱۹۱۸ء کی عارضی صلح کی اپیل پر خاموش رہیں اور ان کی جہرِ خاموشی نہ ٹوٹی ان حالات میں لیٹن نے جرمنی سے علیحدہ صلح کرنے کا ارادہ کر لیا اس ارادہ کی تشکیل میں کسان پارٹی کی شعور خن اور مغربی یورپ میں انقلابی آہٹار کو بھی بہت بڑا دخل تھا لیٹن کو کامل امید تھی کہ سرمایہ داری کا تضاد قلیل عرصے بعد مغربی یورپ میں اشتراکی انقلاب پیدا کر دے گا۔ اس خیال کے ماتحت لیٹن اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کے لئے جرمنی سے وقتی طور پر شرمناک شرائط پر صلح کر لینے کے لئے تیار ہو گیا تھا اس کا خیال تھا کہ موجودہ جرمن حکومت کو چند روز میں صفحہ ہستی سے مٹ ہی جاتا ہے اور جو حکومت اس کی جگہ لے گی وہ اشتراکیوں ہی کی ہم مشرب ہونی اس طرح یہ شرمناک شرائط خود بخود کالعدم ہو جائیں گی۔ روس و جرمنی کی صلح بونخرالذر کے لئے زیادہ مفید تھی چونکہ صلح ہونے پر جرمنی اپنے مشرقی محاذ سے تمام فوجیں مغرب میں لے جاسکتا تھا جہاں فرانس و انگلستان شدید حملہ کر رہے تھے لیٹن کا گمان تھا کہ مغربی محاذ کا سخت معرکہ جرمنی کو مشرق میں صلح کرنے پر آمادہ کر دے گا اور لیٹن کی صلح کی تحریک کو جرمنی اپنے مفاد کی خاطر الیک کہے گا۔

یہ خیالات تھے جن کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ٹروٹسکی کو جرمن نامہ دے سے صلح کی گفت و شنید کرنے کے لئے برسٹل روانہ کر دیا گیا۔ ٹروٹسکی برسٹل کے معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”جرمنی سے صلح کی گفت و شنید کرنے سے ہمارا مقصد وقت گوارا تھا۔ ہمیں مستقبل قریب میں مغربی یورپ میں انقلابی حالات پیدا ہوجانے کی پوری امید تھی اور یہ یقین تھا کہ جرمنی اسٹریٹیا اور رول متحدہ کا مزدور طبقہ ہمارے نظام کے حامی اور صلح کے رویہ کو بر نظر حسن دیکھے گا نیز اپنی اپنی حکومتوں پر ہم سے نہایت منفرد اور نرم شرط پر صلح کرنے کے لئے زور دے گا چنانچہ پہلی مرتبہ صلح کی گفتگو میں رکاوٹ ہونے اور جانے کی واپسی پر لیٹن نے مجھ سے برسٹل جانے کے لئے کہا میں نے اپنی نارضا مندی ظاہر کی لیٹن بولا ”لیکن کسی کو تو ہانا جانیے تاکہ بحث و مباحثہ میں وقت ٹلایا جائے۔ اس کے اصرار پر میں جانے کے لئے راضی ہو گیا۔ برسٹل کے راستہ میں میں نے دیکھا کہ خندق میں خالی کپڑے ہیں اور ہماری فوج کی حالت زبون ہے۔ مقام پر پہنچ کر شرائط صلح پر گفتگو ہوئی اور چند روز کے بعد ہی وقت ٹلانے کی خاطر حکومت سے مشورہ کرنے کے بہانے سے قمیضے و لوا سلطنت واپس آنا پڑا۔ واپسی پر میں نے بولشویک کی فوجی کمیٹی کے صدر سے ایک پُر زور تقریر کرنے کی درخواست کی تاکہ برسٹل میں ہمارے ہاتھ مضبوط ہوجائیں اس پر جواب ملا ”غیر ممکن ہے۔ کوئی دوبارہ خندقوں میں جانے پر آمادہ نہیں ہے۔ ایسی تقریر کا یہ اثر ہوگا کہ ہماری فوج ہم سے بالکل بر گشت خاطر ہو جائے گی“

یہ ظاہر تھا کہ ہم جنگ جاری نہیں رکھ سکتے لیکن زیادہ اہم سوال یہ تھا کہ کیا جرمنی میں حملہ آور ہونے اور جنگ جاری رکھنے کی سکت ہے۔ میرا خیال

تھا کہ جرمنی اب اتنا تھکا چکا ہے کہ معاہدہ دینے کرنے کی شکل میں بھی اس کو ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ لیکن جب لینن سے اس خیال کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگا "تمہارا استدلال قابل غور ضرور ہے لیکن فرض کر دو کہ جرمنی اب بھی قوی ہو اور اگر اس کی شرائط قبول نہ کی گئیں وہ حملہ آور ہو جائے اس وقت کیا ہوگا امرکاناں بڑے خطرناک ہو جائیں گے اس وقت انقلاب کو تباہی سے بچانے کے لئے ہمیں جرمنی کی سب شرطیں منظور کر لینی چاہئیں" اس زمانہ میں یورپ کے مزدور طبقہ کو دول متحدہ نے یہ یقین دلایا تھا کہ یہ صلح کی گفت و شنید غلطی پر اکارروائی ہے بلشویک جرمنی کے ہاتھ فروخت ہیں۔ دول متحدہ کے اس باطل پروپیگنڈے کو غلط ثابت کرنے کے لئے ہمیں یہ چاہتا تھا کہ جرمن فوجیں ہمارے ملک میں داخل ہو جائیں اس وقت بحالت جبوری ہم صلح کریں تاکہ ان حکومتوں کے جوہم پر جرمن جاسوس ہونے کا ہتھیار لگا رہی تھیں منہ بند ہو جائیں اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ پہلو دکھایا کہ جرمنی سے جنگ بند کر دی جائے لیکن صلح نامہ پر دستخط نہ کیے جائیں۔ میرا استدلال یہ تھا کہ جرمنی اور نازوں میں جنگ تھی اب چونکہ ناز کی حکومت فنا ہوگئی اور ایک ایسی حکومت برسرِ اقتدار آئی ہے جس نے جرمنی سے صلح اعلان جنگ نہیں کیا اس لئے بلشویک حکومت اور جرمنی کے درمیان صلح کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا جب میں نے لینن کو اپنا زاویہ نگاہ تحریر کیا۔ جواب آیا "تمہاں آجاؤ تاکہ اس کے متعلق گفتگو ہو جائے" اس جواب ہی سے میں سمجھ گیا کہ لینن کو میری رائے سے اختلاف ہے چنانچہ پیٹریوٹک ریپبلکن پریس پر لینن سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

لینن: "اس شکل میں کہ جرمنی حملہ نہ کریں۔ تمہاری بات معقول ہے

لیکن مجھے اس کی توقع نہیں کہ غیریت رہے۔ جرمن جنرل باویریا کے مضبوط کسٹوں کی رجسٹر ہمارے خلاف ضروری روانہ کر دے گا اس وقت کیا ہوگا تم خود کہتے ہو کہ ہماری خدقین خالی پڑی ہوئی ہیں۔ فرض کرو کہ جرمنی حملہ آور ہو جائیں۔

ٹروٹسکی: ”حملہ ہونے پر ہم صلح کر لیں گے اور سب کو یہ علم ہو جائیگا کہ مجبوراً ایسا کیا گیا ہے۔ اس طرح اس بہتان کی بھی قلعی کھل جائے گی کہ ہم نے جرمنی سے درپردہ ساز باز کر رکھی ہے۔“

لیکن: ”ہاں درست ہے۔ تمہاری تائید میں بھی بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔ فوری مسئلہ یہ ہے کہ خواہ کچھ ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے اس انقلاب کو تباہی سے بچانا چاہیے۔“

ٹروٹسکی: ”بغیر ضرورت آزما ہوئے صلح کر لینے سے خود بولشویک پارٹی میں اختلاف ہو جائے گا۔ ہماری پارٹی کا معتدبہ حصہ اسپیریٹ جرمنی سے صلح کرنا اشتراکی اصول کو خیر باد کہنے کے مترادف خیال کرتا ہے۔ جرمن کے حملہ آور ہونے پر جب ہم مدافعت نہ کر سکیں گے اور لاچارگی کی حالت میں صلح کر سکیں گے اس وقت ہماری پارٹی کو یقین ہو جائے گا کہ اس وقت صلح کرنا ہی قرین مصلحت ہے ورنہ خود بولشویک ہماری سیاست سے بدظن ہو کر وائیں پارٹیوں کے اغوش میں چلے جائیں گے۔“

لیکن: ”درست ہے لیکن فوری سوال انقلاب کی زندگی و موت کا ہے۔ اگر اس وقت پارٹی کا تواریخ بگاڑ بھی گیا تو کیا؟ از سر نو درست کر لیا جائیگا لیکن انقلاب! انقلاب اس وقت ہی زندہ رہ سکتا ہے کہ صلح نامہ پر دستخط کر دے جائیں۔ جرمن کی فتح کی شکل میں نہ ہم رہیں گے اور نہ انقلاب۔“

ٹروٹسکی :- جب پتول سینہ پر ہو گا اس وقت ہم صلح کر لیں گے اس سے
دنیا کے مزدور طبقہ پر یہ انکشاف ہو جائیگا کہ ہم نے اشتراکیت سے غداری نہیں
کی بلکہ محض ایک امپیریلیٹ حکومت سے صلح کی ہے۔

لینن :- کیا اس کے بعد جرمنی کے خلاف انقلابی جنگ نہیں کرو گے؟
ٹروٹسکی :- ہرگز نہیں۔

”لینن سے گفتگو ہونے کے بعد یہ مسئلہ مرکزی کمیٹی کے روبرو
پیش ہوا جہاں ممبروں کی اکثریت نے میری رائے کی تائید کی
کہ جنگ فوراً بند کر دی جائے لیکن کسی معاہدہ پر دستخط نہ کئے
جائیں جرمن ناکندوں نے ہماری اس تجویز کی خبر پا کر اعلان
کیا کہ فوری صلح کی شکل میں جرمنی روس پر حملہ نہ کرے گا جب
جرمنی کا فوری صلح کا مطالبہ ہم تک پہنچا اس وقت لینن کی
اور میری حسب ذیل گفتگو ہوئی“

لینن :- ہمیں جرمن دھوکا نہ دے رہے ہوں۔

ٹروٹسکی :- بظاہر یہ معلوم نہیں ہوتا۔
لینن :- اگر ایسا ہے تب خوب ہے۔ جنگ بھی ختم ہو گئی اور عورت
بھی رہ گئی۔

”ابھی عارضی صلح کی میعاد ختم ہونے میں دو روز باقی تھے کہ
برسٹ سے ہمارے جنرل کا تار آیا جس میں یہ اطلاع درج تھی
کہ جرمن جنرل کے پیغام کے مطابق ۱۸ فروری ۱۲ بجے دن سے
جرمن اپنے آپ کو روس سے برسرِ بیکار خیال کرے گا۔ اس
اطلاع کی موصولی پر لینن میرے پاس آیا اور کہنے لگا“

”اس اطلاع کا مطلب سمجھے۔ ہمیں دھوکا دیا گیا اور اس طرح جرمنی کو پانچ روز حملہ کی تیاری کے لئے مل گئے۔ یہ درندہ کسی کو نہیں بخشتا۔ اب کیا باقی رہا ہے۔ دستخط کرو۔ کیا جرمنی پر اپنی شرائط پر صلح کر لے گا۔؟“

ٹروٹسکی :- جرمن افواج کو حما اور ہونے دینا چاہئے۔
لیکن :- جرمن حملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ ڈونا برگ ہاتھ سے نکل جائیگا اور وہاں جو سامان حرب کے ذخیرے ہیں ان پر بھی جرمن قبضہ ہو جائے گا۔
ٹروٹسکی :- ظاہر ہے۔ وہ بانی کرنی پڑے گی لیکن یہ قربانی کرنی اس لئے ضروری ہے کہ روس و فرانس اور انگلستان کے مزدور اصلی حالت سمجھ جائیں گے

ہم مجبوراً ایک اسپیرلیٹ سے معاہدہ کر رہے ہیں۔
لیکن :- نہیں۔ نہیں۔ یہ ڈونا برگ کا ہی سوال نہیں ہے۔ لڑنا شکست کھاتا ہے۔ جرمن لڑیں گے اور وہ لڑ سکتے ہیں۔ انہیں پانچ روز تیاری کرنے کے لئے کبھی مل گئے ہیں یہ درندہ یک نخت ز قند لگا دے گا۔

ان حالات میں مرکزی کمیٹی نے فوراً برقی پیغام کے ذریعہ سے صلح پر دستخط کرنے کی رضامندی دے دی اس پر میں نے لیٹن سے کہا۔
کیا یہ قرین مصلحت نہ ہو گا کہ میں حکومتی اداروں سے استعفیٰ دیدوں؟
لیٹن :- ہم مغربی جمہوریتوں کا طریقہ کار پسند نہیں کرتے۔
ٹروٹسکی :- میرے استعفیٰ سے جرمنی کو یہ خیال ہو جائے گا کہ ماسکو میں واقعی سیاسی تبدیلی ہو گئی ہے اور ہم معاہدہ پر عمل پیرا نہیں گے۔

لیٹن :- ہاں بات وزنی معلوم ہوتی ہے۔
”شاید اسی روز جرمنی کی فٹلینڈ میں فتح کی خبر آئی۔ لیٹن میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔“ ہاں ہمیں فٹلینڈ کی حمایت میں حلانیہ

لڑنا چاہئے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اب سوائے جنگ کے کوئی
 دوسرا راستہ ہی نہیں رہا۔
 لیکن لیٹن کی یہ رائے فوری تھی جب کچھ دیر بعد میں لیٹن کے کمرے میں
 گیا وہ کہنے لگا۔

”میں ہم اپنی صلح کی پولسی تبدیل نہیں کر سکتے اگر ہم جنگ شروع
 بھی کر دیں تب بھی فنلینڈ کی ایشیا کی جمہوریت کو نہیں بچا سکتے
 اور خود ستاہ ہو جائیں گے ہم فنلینڈ کی ضرور حکومت کی ضرورت
 ضرور کریں گے لیکن اس طرح کہ جنگ کی آگ بہا سے دامن تک
 نہ پہنچے معلوم نہیں کہ اس طریقہ کار سے ہم زندہ رہ سکتے ہیں
 یا نہیں لیکن فی الحال یہی واحد راستہ ہے جس میں حیرت معلوم

ہوتی ہے۔
 اجتماعی زندگی کی تشکیل آسان کام نہیں ہوتا۔ صحابہ صل و عقیدہ کو اکثر
 بڑے سنگین امکانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالات و واقعات ایسے
 ہوں گے جو فوری فیصلہ جانتے ہیں۔ جن پر اجتماعی آزادی و غلامی کا انحصار ہوتا
 ہے ایسے موقعوں پر اختلاف رائے ہو ہی جاتا ہے۔ بلکہ یہ غیر فطری معلوم
 ہوتا ہے کہ اختلاف رائے نہ ہو لیکن جن مدبروں کا منظر نظر اجتماعی مفاد پر
 ہے ان کے اختلافات کی وہ نوعیت نہیں ہوتی جو انفرادی مفاد کو مد نظر
 رکھنے والوں کی ہوتی ہے۔ اول الذکر مدبر اختلافات میں بھی محبت کا دامن
 نہیں چھوڑتے ان کے اختلافات میں بھی تعمیری پہلو نمایاں رہتا ہے نہ کہ ترقی
 خرمن سوز۔

۱۸ فروری کو جرمنی نے حملہ کر دیا اور روسی پسپا ہونے شروع ہو گئے

یہ ایک نفسیاتی امر ہے کہ خواہ کسی ملک کے جمہور اپنی حکومت سے ناخوش
 ہی کیوں نہ ہوں لیکن جب کوئی غیر ملک وطن پر حملہ آور ہوتا ہے باوجود تمام
 اختلافات کے جمہور اپنی حکومت کے کشت و پناہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ
 جرمن حملہ کار دحل جمہور پر یہ ہوا کہ وہ دشمن کو روس کی سر زمین سے نکلانے
 کے لئے بولشویک سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پشکوا اور ناروا کے
 مقام پر جرمن کے خلاف اس شدت سے نبرد آزما ہوئے کہ دشمن کا بیڑو
 گریڈ کی طرف اترام روک دیا۔ جرمنی افواج کی ناکامیابی نے اگرچہ ان کو صلح
 پر راہنمی کر دیا لیکن شرط پہلے سے زیادہ سخت کر دیں اور اس پر طرہ یہ کہ
 بولشویک کو شرط پر غور و غوض کرنے کے لئے صرف ایک دن کی مہلت دی
 شرط صلح اگرچہ حد درجہ غیر منصفانہ تھیں لیکن لیکن ان کے مان لینے پر راضی
 ہو گیا۔ ٹرولسکی وغیرہ صلح کے مخالف تھے ان کا خیال تھا کہ چونکہ جرمن قدم
 روک لیا گیا ہے۔ نیز جمہور غیر متوقع طور پر بولشویک کی مدد کر رہے ہیں اس
 لئے روس اڑ سکتا ہے۔ اور صلح یا سکتا ہے۔ جرمنی سے ان شرطناک شرط پر
 صلح کرنا مناسب نہیں لیکن لیکن باوجود اس مخالفت کے قوری صلح
 کے موافق تھا چنانچہ ۲۲ فروری کو بڑی شد و مد سے دونوں سمت کے
 زاویہ نگاہ پیش کئے گئے۔ اختلاف اتنا بڑا کہ ٹرولسکی نے کیمرا کی کونسل
 سے استعفیٰ دے دیا اور لیٹن نے مرکزی کمیٹی سے استعفیٰ ہونے کی دھمکی دی
 اس منظر کو دیکھ کر تجارن آپ دیدہ ہو کر ٹرولسکی کے بازوؤں پر گر پڑا اور
 کہنے لگا۔ ہم پارٹی کو خس و خاشاک بنا رہے ہیں۔ اسالیٹن دونوں زاویہ
 نگاہ میں مصداحت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن لیٹن نہ مانا بڑی
 رد و قبح کے بعد اس نے مرکزی کمیٹی میں تین راسے کی اکثریت سے صلح

کی تجویز منظور کرالی اور امپریلیٹ جرمنی کو صلح کی شرائط روانہ کر دیں۔ اس پر
 بخاران اور چارباہیں پارٹی کے ممبر جو حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر مامور
 تھے نیز ژوشکی اور چھٹیل کیسار بھی مستعفی ہو گئے۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۸ء روسی
 تاریخ کا ایک یادگار دن ہے چونکہ اس روز نہ صرف یہ کہ بولشیوک افواج نے
 جرمن افواج کے اقدام کو روکا بلکہ بولشیوک نے بحیثیت ایک خود مختار حکومت
 کے جرمنی کو صلح کی شرطیں روانہ کیں۔

۱۲ گھنٹے کی بحث و مباحثہ کے بعد لیٹن کی صلح کی تجویز منظور ہوئی ۱۵ مارچ
 کو پیر و گریڈ سے زیادہ محفوظ مقام ماسکو کو اشتراکی حکومت کا دارالاسطنت
 بنا دیا گیا اور گرملین کی حمارت میں اشتراکی حکومت مرکوز ہو گئی۔ ۱۵ مارچ
 کو برسٹک کے صلح نامہ پر پارٹی نے اپنی مہر ثبت کر دی۔

بولشیوک جس مقام سے چلے گئے تھے اس کی طرف نظر کرنے سے محسوس
 ہوتا تھا کہ بہت دور نکل آئے لیکن جب اس منزل پر نظر پڑتی تھی جس پر
 کہ ان کو پہنچنا تھا اس وقت دوسری منزل کا احساس قوی تر ہو جاتا تھا۔
 اشتراکی حکومت ہنوز دور طفلی سے گذر رہی تھی۔ ہر شے کی ابتدا دھندلی اور
 غیر مربوط ہوتی ہے۔ یہی حال بولشیوک آمریت کا تھا۔ کسی مورخ کے لئے
 یہ بتانا مشکل ہے کہ ابتدائی چند سال میں سویٹ روس کا نظام کن اصولوں
 پر مبنی تھا۔ دراصل یہ کہنا درست ہو گا کہ چند ابتدائی سال تجربے کا زمانہ
 تھے۔ ترمیم و ترمیم تلاش و جستجو۔ اجتہاد تجربہ اور یہ آرزو کہ اشتراکی نظام قائم
 کریں بولشیوک کا سیاسی سرمایہ تھے اور بس۔

فکر و عمل کی طلسم کاری دیکھئے کہ جلاوطن دنیا کی گردش کے شکار۔

سائیریا کے لق و دوق بر فیلے میدانوں میں افسردہ روز و شب گزارنے والے
 آج سر کرارے سلطنت تھے اور ایک طاقت و درجہ سلطنت سے
 خود مختار حکومت کی حیثیت سے صلح کر رہے تھے۔ فکر و عمل مستقبل کے کون
 کون سے دریچہ وا کر دیتے ہیں اس کو تیز سے تیز نظر بھی معلوم نہیں کر سکتا البتہ
 مشاہدہ و تجربہ کی بنا پر مستقی قلوب کو یہ تسین ہو جاتا ہے کہ حقیقی قدور کی روشنی
 میں جو عمل کیا جاتا ہے وہ خیر و برکت ہی کا باعث ہوتا ہے۔ یہ تعین ان سر
 تاریک سے تاریک حالات میں بھی عمل کر کے جاتا ہے۔ ان انقلابیوں کو کیا
 علم تھا کہ یورپ میں جنگ عظیم ہوگی اور زار کی کم فہمی راسپوٹن کے تباہ کن
 مشورے اور زار تیس کی رعوت انقلابیوں کے لئے وہ سازگار حالات پیدا
 کر دینگے جن کا ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ خام فکر ان واقعات کو حادثات
 کی ایک زنجیر خیال کرتا ہے اور بس لیکن اگر بوشیوک میں انقلابی جوش گردانہ
 ہوتا۔ اور ان کے قلوب میں جریت کی ترپ نہ ہوتی تب کیا جنگ عظیم القلاب
 میں تبدیل کی جاسکتی تھی؟ اگر بوشیوک پارٹی نہ ہوتی یا ان میں انقلابی تدبیر و
 عمل کا فقدان ہوتا کیا ان حالات میں وہ نتائج برآمد ہو سکتے تھے جو ہوئے
 چونکہ مستقبل کے حالات کا کسی کو علم نہیں ہوتا اسی لئے یہ ضروری ہوتا ہے
 کہ انسان ہر لمحہ سعی و عمل میں لگا رہے تاکہ پردہ غیب سے جب الاترہ نما
 ہوں اس کو غیر مستعد نہ پائیں فرد ہو کہ جماعت ان کی تقدیر ان کی مسنوی کیفیت
 و ارتقا کا عکس ہوتی ہے۔

پرولتاری آمریت اور اقتصادی اتبری

تاریخ آزمائش کئے بغیر کسی قوم یا جماعت کی داستان کو اپنے سہری صفاً بدھجک نہیں دیتی۔ دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ کوئی فرد یا جماعت گردشِ ایام کی کلنت اٹھائے بغیر زمانہ کی مرمین سطح پر اپنا نقش قدم ثبت کر سکے۔ حیات جاودان اسی کو عنایت ہوتی ہے جو مشکلات کو چیرتا، اڑھائی منازل مقصود کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ لیکن ایسے سالک راہ کسی قوم اور جماعت میں کم ہی ہوتے ہیں۔ اثریت مشکلات سے گھرا اٹھتی ہے اس لئے کیا تعجب ہے کہ اقتصادی مشکلات پیدا ہونے پر متعدد کارپولشیوک سرسبمہ ہو کر خود اپنی ہی پارٹی یا تعبیری کوششوں پر سخت نکتہ چینی کرنے لگے اس زمانہ میں مشہور کارپولشیوک کر سیر نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں پاگل خانہ میں آ گیا ہوں اور میری تناسف یہ ہے کہ اس دیوانی دنیا سے فرار ہو جاؤں۔۔۔۔۔ یہ انقلاب مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا تمار بازوں۔ اے صرف روس ہی کو نہیں بلکہ تمام عالم کو کمیونسٹ بنا لئے کا داؤ لگا یا ہے۔ لینن کا بہنوئی گتتا تھا ”روس انفا قوا قواں کے جنگل میں آ گیا ہے اب ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا کریں“ لینن اور کریسٹن ایک ہی ماخو

میں سانس لے رہے تھے۔ دونوں غیر معمولی دماغی انسان تھے۔ دونوں کے حواسِ خمسہ یکسانیت سے اپنی اپنی تقدیر پر گامزن تھے لیکن ایک انقلاب کی دیوانی دنیا سے فرار ہونا اور دوسرا اس محشرِ ستان میں رضوان کا حسنِ جمال پیدا کرنا چاہتا تھا ایک ہی ماحول سے دو قلوب اسلئے مختلف انداز سے اثر پذیر ہو رہے تھے کہ ان دونوں کی باطنی اہلیتوں میں فرق تھا۔ کریسن کا سیلابی قلب سراسیمہ تھا لیکن کاصابر و شاکر قلب صراطِ مستقیم پر نظام و سکون کے ساتھ منزل کی رفعت سے خندہ و شادان منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا باوجود ہر سمت سے اٹھارہ سوس و پوریشانی کے لیکن جزاتِ مردانہ سے کام لے رہا تھا اس کے حکم سے ۲۰۔ دسمبر کو ملک کے تمام جنگوں پر قبضہ اور ان کے ۲۸ ڈائریکٹروں کو سولہ کی عمارت میں نظر بند کر دیا گیا جنگوں پر قبضہ ہونا تھا کہ تمام ملک کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو گیا اور تجارت پارہ زخمی ہو کر رہ گئی۔ ۲۳۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو بیرونی ممالک اسے تجارت کرنا صرف حکومت کا حق قرار دے دیا گیا۔ لیکن ان قوانین کے علاوہ لیسن کا ایک جملہ عوام میں بڑی برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ دورانِ تقریر میں اس کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا تھا۔ ”جو چلایا گیا ہے اس کو چرو“ انقلابی جمہور کے دل میں جو جذبہ ہو اس کی تائید و تائید کی زبان کر دے اس پر عوام کو اپنی خوش فہمی کا یقین کیوں نہ ہو جائے۔ یقین کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ خود اعتمادی اور قوت عمل پیدا کر دیتا ہے چنانچہ انقلابی جمہور نے اپنے خام فہم اور انفرادی خواہشات کو درست مان کر ان کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا اور بر جوازی و امیر طبقوں کی کوئی شے باقی نہ رہی جو غریب کی دست برد سے بچی ہو چنانچہ تمام ملک میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ لیسن کو یہ علم نہ تھا کہ اس کا ایک جملہ معاشرتی زندگی کو درہم برہم کر دے گا

اس لئے اپنے الفاظ پر اظہارِ تا ماف کرتے ہوئے کہا ”میں نے یہ جملہ کہا اور اس کو بھول گیا لیکن انقلابی جمہور نے اس کو نیا دی اصولوں مان کر اسکے مطابق ایک پروگرام بنا لیا ہے۔“

امرواقعہ یہ تھا کہ پولشیوک کے برسرِ اقتدار آتے ہی مزدور طبقہ اپنے آپ کو ملک کی صنعت و حرفت اور پیداوار کا مالک و حاکم تصور کرنے لگا تھا اس یقین کی بنا پر اس کے دستِ تصرف سے صنعت و حرفت نہ بچ سکی جمہولی مزدور صنعت و حرفت کی پیچیدگیوں سے بے خبر اس کا کب انتظام کر سکتا تھا؟ چنانچہ قلیل ہی عرصے میں ملک کی اقتصادی زندگی پاش پاش ہو گئی۔ اس تباہی سے متاثر ہو کر ۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء کو پولشیوک حکومت نے مزدوروں کو کارخانوں کے معاملات میں براہ راست دخل دینے سے منع کر دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ فیکٹری کمیٹیاں مقرر کر دیں جن میں اگرچہ مزدور طبقہ کی اکثریت تھی لیکن کارخانہ دار شامل تھے۔ ان کمیٹیوں کو فیکٹری کے انتظامات اور حسابات وغیرہ پر کبھی نگاہ رکھنے کا حق تھا سرمایہ دار و برجوازی ماہرین صنعت و حرفت کو کمیٹی کا ممبر بنانے سے لیٹن کا یہ مقصد تھا کہ مزدوران کی مدد سے صنعت و حرفت کے راز اور تجربہ حاصل کر لیں گے لیکن سرمایہ دار و برجوازی ماہرین اس لئے ممبر بنے تھے کہ کمیٹی میں شریک ہو کر ان کو ملک کی صنعت و حرفت کو تباہ کرنے اور اس طرح انقلاب کو بدنام کرنے کا چھاپا موقع مل جائے گا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بعد مزدور اور ماہرین ممبروں میں کشمکش شروع ہو گئی۔ رجعتی ماہرین نہ صرف کارخانوں سے کثیر رقمیں لے کر فرار ہو گئے بلکہ انھوں نے خفیہ طور پر مینٹنیں وغیرہ بیکار کرنی شروع کر دیں ان حالات میں برجوازی اور سرمایہ دار طبقوں کو کمیٹیوں میں رکھنا خلاف مصلحت خیال کیا جانے لگا اور یہ دونوں

طبقہ ملک کی اقتصادی زندگی سے نکال دئے گئے جب کاریگر مہتری مانجھیر۔ کلرک سرمایہ دار برجوازی ماہرین صنعت و حرفت کارخانوں سے نکال دئے جائیں اس حالت میں کارخانے کس طرح کام کر سکتے ہیں۔ اس پر خاستگی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک کی اقتصادی زندگی کو حرکت دینے کا بار مزدور کے شانوں پر آ پڑا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ہر کام کے لئے تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے کسی خاص صنعت کا تجربہ نہ ہونے کی شکل میں اس کو کامیاب بنانا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ خام نا تجربہ کار مزدور نہ سرمایہ دار کا سا تجربہ رکھتے تھے اور نہ ان میں کاروباری ایمانداری تھی۔ مہنوں نے فیکٹریوں میں تندہی سے کام کرنے کی بجائے سیاسی معاملات پر بحث و مباحثہ کرنا شروع کر دیا۔ جب دل چاہتا کام پر آتے اور جس وقت طبیعت اگتاتی چلے جاتے۔ کارخانہ سیاسی کلب گھر بن جائے تو پھر ملک کی اقتصادی حالت کا خراب ہو جانا لازمی تھا۔ دراصل تمام مزدوروں کے ذہن میں مردود کمزیرت کا یہی تصور تھا کہ ان پر اوقات کی کوئی پابندی نہ ہو۔ مزدور کے اس با ابالی طرز عمل سے صنعتی ایشیا کے تیار کرنے میں کمی واقع ہو گئی۔ جو ایشیا تیار ہو تیں ان کو مزدوروں نے نجی طور پر فروخت یا آپس میں تسمیر کرنا شروع کر دیا۔ ایشیا کی کمی نے معاشرہ میں آشوب پیدا کر دیا۔ آشوب کے مستقل مسئلہ اختیار کر لینے پر مزدور طبقہ کے شکوے خود بولشیویک کی زبان پر بھی آنے لگے۔ اس زمانہ کے حالات برتھرہ کرتے ہوئے تجارتی انجمن کی مرکزی کمیٹی کے اخبار نے لکھا۔ مزدور کارخانوں کے مالک ضرور ہو گئے ہیں لیکن وہ فیکٹریوں کا انتظام ملکی یہودی کے تسلط نظر سے نہیں بلکہ اپنے انفرادی مفاد کو ملحوظ رکھ کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک کارخانہ ایک خزانہ ہے جس کو وہ ہر وقت اپنے مفاد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ بسا اوقات مزدور کارخانہ کی تیاری ہوئی ایشیا آپس میں تقسیم کر لیتے

ہیں اس انجمن کے صدر اور اکابر پولیشیوک لوٹسکی نے دوران تقریر میں کہا کہ کارخانے بند ہونے والے ہیں چونکہ مزدور طبقہ اتنی ایشیا پیدا نہیں کر رہا جتنی کہ اس نے صرف میں لارہا ہے۔ مزدور طبقہ حکومت کا نیشن خوار بن گیا ہے وہ معاشرہ کے سرمایہ پر جیتا ہے "اقتصادی کانگریس کے پہلے اجلاس میں گسٹو نے دوران تقریر میں کہا "یہ سن کر کہ خوف زدہ برجوازی طبقہ ملک کی اقتصادی زندگی تباہ کر رہا ہے۔ مجھے ہنسی آجاتی ہے دراصل امر واقعہ یہ ہے کہ خود ہزاروں پروڈکٹس کی ملک کی صنعت و حرفت کو تباہ کر رہے ہیں"

کسی ملک کے مزدور نا تجربہ کار اور غیر تعلیم یافتہ ہوں اور تجربہ کار تعلیم یافتہ طبقہ حکومت سے مدد تعاون کر رہا ہو تو وہ حکومت خواہ مزدور آمریت ہی کیوں نہ ہو ملک کی صنعت و حرفت کا انتظام نہیں کر سکتی اس اصرار کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے عاجز کر فیکٹری کیٹیوں کو کارخانوں کے انتظامی معاملات میں دخل دینے سے منع کر دیا اور منظمہ کیٹیوں کی تشکیل کر دی جن کو کارخانہ کے انتظام اور جنس کی خرید و فروخت کے اختیارات دیدے لیکن وقت یہ تھی کہ ان کیٹیوں کے ممبر بھی اسی طبقہ سے تھے اور ان میں بھی وہی اخلاقی و انتظامی خامیاں تھیں جو پہلے ممبروں میں تھیں اسلئے یہ بھی خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے انقلابی دور کا ہمیشہ سے یہ ایک اہم مسئلہ رہا ہے کہ انقلاب ہو جانے کے بعد حکومت کا کس طرح انتظام کیا جائے روز انزل سے غریب مظلوم ہی انقلاب کرتے آئے ہیں اور ان میں تعلیم و تجربہ کی کمی اتنی عمیق ہوتی ہے کہ وہ ملکی انتظام کرنا تو دور کہنا سیاسی و اقتصادی مسائل کی سمجھ تک نہیں رکھتے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انقلاب کے بعد جب اپنی طاقت کے قیام اور نئے نظام کی تشکیل کا مسئلہ ان کے سامنے آتا ہے تو وہ ان اہم مسائل کے حل

کرنے کے بالکل ناقابل ثابت ہوئے ہیں اور عموماً ان کو زمام حکومت اسی
 ہاتھ میں دیدینا پڑتی ہے جس سے وہ چھین چکے تھے۔ انقلاب روس کا طرہ
 امتیاز یہ امر تھا کہ اس وقت لینن کی سرکردگی میں غریب کی ریسیری کے لئے
 ایک بیدار پرولتاری جماعت موجود تھی اگرچہ یہ جماعت قلیل تھی اور روس
 کی سیاسی و اقتصادی ضرورتوں کے لئے قطعی طور پر ناکافی تھی لیکن تعداد
 میں اتنی ضرور تھی کہ اس نے ہر رجعتی اقدام کو کامیابی سے روکا بولشیوک
 آمریت نے مزدوروں کی ناخبرہ کاری اور اخلاقی غلامیوں کا سدباب کرنے
 کا ہر طریقہ نکالا کہ فوجی طاقت پر قبضہ رکھا اور ایک کمیٹی پر اس سے اعلیٰ
 دوسری محتسب کمیٹی قائم کر دی تاکہ بدعنوانیوں اور لاپرواہیوں کے امکانات
 کم ہو جائیں لیکن وقت یہ تھی کہ جو محتسب کمیٹیاں قائم ہوئی تھیں ان کے
 ممبر بھی اقتصادی و اخلاقی ارتقا کی پست منزل میں تھے جب انسانوں کی نفسی
 کیفیت ہی زبون ہو، کسی کمیٹی کا محتسب کمیٹی نام رکھ دینے سے وہ محتسب
 لینے کے لائق نہیں بن سکتی چنانچہ بولشیوک ایک کمیٹی پر دوسری محتسب کمیٹی
 اور دوسری پر تیسری کمیٹی مقرر کرتے جاتے تھے اور آخر کی نظام جملے سے یہ اصلاح
 ہونے کے خواب ہوتا چلا جا رہا تھا اس سلسلہ میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ ایک
 روز لینن دفتر میں کام کر رہا تھا کہ مزدوروں کا ایک وفد مزید فیکٹریوں پر قبضہ
 کرنے کے حکم پر دستخط کرانے آیا۔ مزدوروں کے مطالبہ سے خام تناؤں کا اضطراب
 اور لینن کے جواب سے تجربہ کار انسان کے ضبط و تحمل کا پتہ چاتا ہے لینن نے
 جواب دیا ”تم حکم لڑ لکھلائے اور میں اس پر دستخط بھی کروں گا لیکن یہ بتاؤ کہ
 تم کارخانوں کا انتظام بھی کر سکو گے۔ کیا یہ ٹھنڈے لگا لیا ہے کہ سماج کو اتنی اشیاء
 کی ضرورت ہے اور کارخانے کتنی اشیاء تیار کر سکتے ہیں“ لینن اس کے چل کر تحریر

کہتا ہے "ان سوالات کے جو جوابات ضروروں نے مجھے دئے ان سے صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ تجارتی معاملات کو مطلق نہیں سمجھتے"

ان امید شکن حالات میں بھی لینن ہراسان نہ ہوا۔ عاشق کو اگر وصال کی امید ہو وہ جبر و ستم اور رسوائی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ شہرین کے وصال کی امید ہو تو ہم پر فریاد جوئے شیر نکالنے کے مصائب برداشت کر لینا ہے چونکہ لینن کو مغربی یورپ میں انقلاب کی امید لگی ہوئی تھی اس لئے روس کی پسپائی اور ضرور کی اشتراکیت سوز نا تجربہ کاری نے اس کی دنیا سے دل کو افسردہ ضرور کیا مگر خاکستری کر سکی۔ ذوق دیدار کو امید دیدار ہونے سے مصائب و آلام بھی راحت و آرام معلوم ہوتے ہیں ایک روز سو کو من لینن کے درمیان روس کی اقتصادی پسپائی کا ذکر آیا اس پر لینن نے کہا "اشتراکیت روسی مسئلہ نہیں ہے عزیز من۔ اس پر تو میں ٹھیکتا ہوں۔ یہ انقلاب عالم کا سوال ہے" انقلاب عالم کی امید لینن کو وہ عملی طاقت عنایت کر دی تھی جس کی بدولت وہ کل سے آج زیادہ زندہ ہے۔ امید کو اسی لئے جروا یگان کہا جاتا ہے کہ یہ دل میں حرارت اور عنقا میں قوت عمل پیدا کرتی ہے۔ اس پر لینن کے دوست سو کو من نے جواب دیا "فرض کر لو کہ تم نے شدید انقلابی حالات بھی پیدا کر دے۔ لیکن لینن تم رد عمل کے قانون کو نہیں سمجھتے یہ قانون آئینی قانون کی طرح ہوتا ہے۔ جب تمہارے عمل کا رد عمل شروع ہو گا تو معلوم یہ تم کو کس غار میں لے جائے گا" یہ سن کر لینن چلا یا "پرواہ نہیں۔ لیجانے دو۔ لیکن اس وقت شدید ترین انقلابی عمل کرنا ضروری ہے ہم رد عمل کے قانون سے بھی لڑیں گے اور اس پر فتح پائیں گے اور دنیا کو ہلا دیں گے" یہ بد کالم تاریخ

کے ہر روز میں مختلف لوگ مختلف الفاظ میں دہرائے آئے ہیں جب امید و جرأت عمل پر آسکتی ہیں تو ناامیدی نمودار ہو کر ردعمل سے ڈراتی ہے اس پر امید کا یہی جواب ہوتا ہے۔ ہاں میں ردعمل کے قانون کو نہیں سمجھتی اس کا مجھے اعتراف ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ پیشگوئی کر سکتی ہو کہ کسی عمل کا کیا ردعمل ہو گا ناامیدی کیا تم بردہ غیب کی دوسری جانب نظر ڈال سکتی ہو اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو مجھے امکانات کی دنیا میں قسمت آزمائی کرنے دو میں اپنی روح و ضمیر کا عکس ہست و بولد کے پردے پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ لیکن تقدیر آزمائی کر رہا تھا یعنی امکانات کی دنیا میں فکر و عمل کی ہمراہی سے وہ حالات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو اشتراکی نظام کے قیام کے لئے سازگار ہوں کہ پردہ غیب سے ایک تازیانہ پڑا۔

غیبی تازیانہ کے مختلف قلوب پر مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ خام قلوب پر ہراس و ناامیدی طاری ہو جاتی ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید شہادت کو ان کی کامیابی منظور نہیں اس لئے سعی و جہاد کی دنیا کو خیر باد کہہ کر اضمحلال و خواب کی دنیا میں سر پھیلانے ہیں لیکن سچی قلوب کو غیب کا تازیانہ پہلے سے زیادہ ہوشمند کرتا ہے وہ تازیانہ کو اپنی عامی کی سزا اور وجہ بختگی خیال کر کے جہاد زندگی میں زیادہ تندہی سے عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں یہ وہی جرمنی سے شرمناک شرائط پر صلح کا تازیانہ تھا جس کا ذکر گذر چکا ہے برسٹل میں جرمنی سے شرمناک شرائط پر صلح کرنی پڑی اور جرمنی میں فوری اشتراکی انقلاب کی امید برنڈائی اس لئے لینن کو بھی اپنے تصور اور عمل کو حالات کی روشنی میں ڈھالنا پڑا۔

جرمنی میں اشتراکی انقلاب اور روس میں اشتراکی نظام کا قیام لازم

ملزوم تھے روس جیسے غیر ترقی یافتہ ملک میں جو حالات دشمن کے استعمال سے بے بہرہ تھا وہ اشتراکی نظام وجود میں نہیں آسکتا تھا جس کے قیام کے لئے سرمایہ دار ملکوں سے دو چندا لات کی ضرورت ہوتی ہے اس زمانہ میں لیٹن نے اقتصادی موضوع پر بہت سی تقریریں کیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”ہم بولشیویک اس لئے انقلاب کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ متوسط طبقہ انقلاب کا حامی تھا۔ اس طبقہ کی مدد اور ہمدردی ہمارے ساتھ اس بنا پر تھی کہ وہ خود امیر طبقہ کی ملکیت پر جبر یہ تصرف کر کے امیر بننا چاہتا تھا۔ انقلاب میں حصہ لینے سے متوسط درجہ کا مقصد اشتراکی انقلاب کرنا نہ تھا بلکہ انقلابی حالات سے فائدہ اٹھا کر امیر و کبیر بن جانا تھا“

”تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ برجوازی طبقہ فنا ہو جانے پر بھی کچھ عرصے بعد از سر نو زندہ ہو جاتا ہے ہمیں وہ حالات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جن میں موجودہ برجوازی اور سرمایہ دار طبقے زندہ نہ رہ سکیں اور نئے پیدائے ہوں۔ لہذا ہر برجوازی طبقہ تباہ شدہ معلوم ہوتا ہے لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ جب تک ہم جرات و تنظیم سے ایک اشتراکی نظام قائم نہ کر دیں گے وہ فنا نہ ہوگا۔ پروتاری طبقہ کے تنظیم سے کام نہ لینے پر متوسط طبقہ بے سزاقتدار آجائے گا متوسط طبقہ (برجوازی) کا روس میں ہونے بہت افسوس ہے“

”اب تک ہم نے بڑی عجلت سے کام لیا ہے اور صنعت و تجارت کی اتنی شاخوں پر قبضہ کر لیا ہے کہ ان کا انتظام کرنا ہمارے لئے

ناممکن ہو گیا ہے اب وہ لمحہ آ گیا ہے کہ ہم اپنی تیز رفتاری کو اسہتہ کر دیں اور ملک کی صنعت و حرفت کی مزید شاخوں پر قبضہ کرنے کی بجائے مقبوضہ فیکٹریوں کی بہتر تنظیم کی طرف رجوع کریں اگر انقلاب برپا کرنے کے لئے تحریبی عمل کی ضرورت تھی تو اب تعمیری عمل درکار ہے۔ ہمیں جمہور کی نفسیاتی کیفیت بدلنی ہوگی۔ اگرچہ آلات و پیداوار کے عناصر پر مزدور کا قبضہ ہے لیکن جب تک صنعت و حرفت کے حساب رکھنے اور نفع و نقصان معلوم کرنے کا مارکسی طریقہ معلوم نہ ہو جائے گا عناصر پیداوار پر پہلا قبضہ زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔

”دوسرے ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک کی بہ نسبت روسی مزدور نااہل ہے اس کو تنظیم سے کام کرنے کا طریقہ سیکھانا ہوگا۔ اب ہمیں مزدور کو اس کی ایک روزگی تیار شدہ اشیاء کی تعداد کے مطابق اجرت دینی چاہئے اور اس ترکیب سے مزدور کو کام کرنے پر مجبور کرنا چاہئے برجوازی طبقہ کے لئے جبریہ محنت و مزدوری کے قانون کا اجرا فوراً کر دینا چاہئے اور اس طبقہ کے ہر فرد کو دو ڈاکڑیاں دینی چاہئیں جن میں سے وہ ایک ہر روزانہ کام کی کیفیت و کمیت درج کرے اور دوسری میں ان اشیاء خوردنی وغیرہ کا اندراج کرے جو کام کرنے والے نے اس روز استعمال کی ہوں۔ ہمیں برجوازی طبقہ سے بھی کام لینا ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ ایک خاص زندگی کے عادی ہیں اس لئے ان کو زیادہ اجرتیں دینی ہونگی۔ کمیونسٹ اصول

یہ جانتا ہے کہ تمام کام کرنے والوں کو مساوی اجرتیں دیا جائے
 لیکن کیا کیا جائے ہمیں روس کی پیمانہ گی کا خمیازہ اٹھانا
 پڑے گا۔ اگر روس آلاتی طور پر ترقی یافتہ اور مزدور طبقہ تعلیمی
 اور تجربہ کار ہوتا ہے تو ہمیں بر جوازی کا دست نگر ہونے اور اجرتوں
 میں فرق کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ مزدور طبقہ کی خامی
 دیکھتے ہوئے ہمیں روس میں فی الفور ریاستی سرمایہ داری
 (STATE CAPITALISM) جس کو ریاستی اشتراکیت
 (STATE SOCIALISM) بھی کہا جاسکتا ہے قائم کر دینا
 چاہئے یعنی وہی اقتصادی نظام جو جنگ کے زمانہ میں جرمنی
 میں رائج تھا۔ ریاستی سرمایہ داری ہماری موجودہ مشکلات کا
 واحد حل ہے روس جیسے پیمانہ ملک میں اسٹیٹ کیپٹل ازم
 وہی حکم رکھتا ہے جو ترقی یافتہ ملک میں اشتراکی نظام رکھتا ہے۔
 اسٹیٹ کیپٹل ازم ہم میں مرکزیت، تنظیم اور قوت عمل پیدا کر دے گا
 نہ خیال تھا کہ مغربی یورپ میں اشتراکی انقلاب ہو جائے گا لیکن
 یہ امید بردہ آئی۔ موجودہ حالات میں ہمیں مزدور آمریت کا ذمہ
 قائم رکھنا چاہئے جب تک مغربی یورپ میں انقلاب نہ ہو جائے
 اس وقت تک روس میں مکمل اشتراکی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔
 روس جو اب تک ایک غریب اور جاہل ملک رہا ہے اس
 کو بلا ترقی یافتہ ممالک کی مدد کے اشتراکی نظام قائم کرنے
 میں عرصہ درکار ہو گا۔ یہ خیال بھی عجیب ہے کہ آنے والی نسل
 مکمل اشتراکی نظام قائم کر سکے گی اس کے لئے طویل مدت درکار

ہوگی۔ جب تک روس میں آلاتی ترقی نصف النہار پر نہ پہنچ جائے۔ اقتصادی و سیاسی نظام میں تنظیم پیدا نہ ہو جائے۔ مزدور طبقہ کی پیداوار کی اہلیت نہ بڑھ جائے اور سب کارکنوں کی اجرتیں مساوی نہ ہو جائیں اس وقت تک اشتراکیت کا قیام مستقل صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ ہم مارکسیوں کا یہی نظریہ ہے۔ جو کوئی اس نظریہ کی تردید کرتا ہے کرے، ہمارے لئے اس کو سمجھانا وقت کو ذبح کرنا ہے۔“

”سرمایہ دار مراعات کا بھکاری ہوتا ہے وہ نفع کے لئے صنعت و حرفت میں حصہ لیتا ہے یہ سرمایہ دار اپنے نفع کی خاطر دولتاری امریت سے اشتراک عمل پر تیار ہو جائے گا آج کل سرمایہ دار کو نفع کی اور پرولتاری امریت کو سرمایہ دار کی صنعتی و حرفتی اہلیت، قابلیت و تجربہ کی ضرورت ہے ہمارے پاس صد ہا امری بڑی صنعتیں موجود ہیں جن سے اپنی نا تجربہ کاری اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ہم مستفیض نہیں ہو سکتے۔ ان حالات میں یہی امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ دار سے اشتراک عمل کر لیا جائے اگر فوراً ایسا نہ کیا گیا اس صورت میں ملک کی صنعت و حرفت بڑے پیمانے پر تباہ ہو جائے گی اور متوسط طبقہ روس کی اقتصادی زندگی پر قابض ہو جائے گا یہ شکل پرولتاری امریت کے لئے بڑی مہلک ثابت ہوگی۔ پوری احتیاط کے ساتھ سرمایہ داروں کو چند مراعات دینے میں کوئی ہرج واقع نہ ہوگا بلکہ فائدہ یہ ہوگا کہ ملک کی صنعت و حرفت بڑی تیزی

سے ترقی کر جائے گی۔ سرمایہ داری بمقابلہ اشتراکیت کے ضرور پس افتادہ نظام ہے لیکن قرونِ وسطیٰ کے جاگیر دارانہ نظام کے مقابلہ میں جو کل تک روس میں جاری تھا سرمایہ داری ایک ترقی یافتہ نظام ہے ہمیں ضروری احتیاط کے ساتھ سرمایہ دار کے سرمایہ اور تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ روس قرونِ وسطیٰ کے جاگیر دارانہ دور کے خول میں واپس داخل نہ ہو جو سرمایہ داری کی نسبت ابتر نظام ہے۔

ان حالات میں کہ ملکی صنعت و حرقت ترقی کے بہت ابتدائی دور سے گزر رہی ہے ہم سرمایہ دار کو معاشرہ سے جلا وطن نہیں کر سکتے ہمیں سرمایہ داری کو اشتراکی ترقی کے لئے استعمال کرنا چاہئے چونکہ بحری و بری فوج اور بیرونی تجارت و نیز ملک کی بڑی بڑی صنعتوں کا معتد بہ حصہ پرولتاری امریت کے قبضہ میں ہے اس لئے سرمایہ دار سے علی تعاون کرنے میں یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ ملک کی اقتصادی و سیاسی زندگی پر حاوی ہو جائے گا۔

زندگی اگر کبھی خرام موج ہے تو کبھی تیشہ و سنگ گراں بھی ثابت ہوتی ہے زندگی کی کوئی حالت مستقل طور پر قائم نہیں رہتی۔ انقلاب ایسی آسانی سے ہو گیا جس آسانی سے سمندر سے موج اٹھتی ہے لیکن انقلاب کے بعد کے حالات کچھ ایسے تھے کہ لینن کو تیشے سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ امکانات کا رخ بدل جانا اور شراب آریز و کالبوں تک آتے آتے پھلک جانا کس قدر صبر آزما ہو جاتا ہے لیکن جمہوریت میں انقلابی امکانات کے خواب و خیال ہو جانے

کے باوجود یہ مرد حق پرست اپنے منہمیر کی روشنی میں حالات و واقعات سے برسرِ پیکار ہمارے بزوں کی پامالی، امیدوں کی شکست اور تناؤں کی سردی کے کسی انسان کو رہبانیت پر آمادہ کیا تو کسی کے سعی و عمل کو دو چند کر دیا کسی عمل کا ردِ عمل قلب پر اس کی اپنی اہلیتوں کے بموجب ہوتا ہے مخلص قلوب پر شکست کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل و مددِ عمل کی دنیا میں زیادہ مستعدی سے مشغول ہو جاتے ہیں۔ روس کی جہالت، اشتراکیت سوزا اقتصادی پستی نیز سپاہی خامی سے تصادم ہوا اور مغربی یورپ سے اشتراک کی انقلاب کی لگبگ نہ آئی ان حالات میں لیکن وقتی ضرورت کے سامنے جھک گیا لیکن دل میں یہی تصور تھا کہ کبھی نہ کبھی حالات مساعدت کریں گے فی الحال کسی نہ کسی طرح طاقت ہاتھ میں رکھو مغربی یورپ میں جلد یا دیر انقلاب ہو کر رہے گا اس وقت سرزمین روس میں اشتراکی نظام اپنی نگھری ہوئی شکل میں جاری کر دیں گے۔ کسان، متوسط و امیر طبقات ہنوز طاقتور ہیں اس لئے ان سے وقتی طور پر اشتراک عمل کرنا ضروری ہے لیکن ان خیالات کے مطابق ہر طبقہ سے اشتراک عمل کے لئے تیار تھا لیکن پولشیووک پارٹی میں اکابر پولشیووک کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جو لیٹن کے ان تصورات کو ہمہلک خیال کرتا تھا۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ سرمایہ دارانہ رجحانات اور جذبہ ملکیت کو اگر ملکی نظام اور دستور میں ذرا سی بھی جگہ دی گئی یہ اقدام اشتراکیت کو خیر باد کہنے کے مترادف ہو گا۔ وہ کہتے تھے سرمایہ دار کو ملک کی اقتصادی زندگی میں دخل کرنے کا اثر ہو گا کہ وہ اپنی ذہانت، تجربہ کاری، تنظیمی قابلیت اور سرمایہ و اثر سے فائدہ اٹھا کر معاشرہ کی اقتصادی زندگی پر چھپا جائے گا اور انقلاب خواب و خیال ہو جائے گا، لیکن چونکہ برسٹل کے موقع پر لیٹن کی رائے درست ثابت ہو چکی تھی اس لئے اس کے فیصلہ کا وقار تباہ ہوا تھا کہ باوجود

اکابر پولشیوک کی مخالفت کے لینن کی تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کی سعی ہو رہی تھی۔
 اقتصادی تعمیر کی طرف پہلا قدم یہ اٹھا کہ قبوہ ۱۹۱۵ء کے حساب سے۔ ویاسلائی مہم
 بتی۔ شکر آلات و مشین بنانے کے کارخانے نیز معدنیات۔ تیل کے چھپنے۔
 ذرائع رسل و وسائل۔ حکومت کی ملکیت قرار دے دئے گئے۔ ۱۹۱۵ء میں
 سوویت حکومت نے مجموعی طور پر ۱۱۲۵۔ کارخانوں اور اقتصادی اداروں
 پر قبضہ کر لیا۔ اجرت پر کام کرنا یا کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ روس کا ہر
 باشندہ حکومت کا ملازم تصور کیا جانے لگا ہر ملازم کو ایک ڈائری دی جاتی
 تھی جس میں اس کا روزینہ درج ہوتا تھا۔ حکومت اپنے ملازموں کو سکتے کی
 بجائے عینس کی شکل میں اجرت دیتی تھی جس کا شاید ۲۰ فی صدی سکتے کی
 شکل میں ملتا تھا جو کہ یہ قلیل رقم معاشرہ کی اقتصادی زندگی میں طبقات
 پیدا کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہوتی تھی اس لئے بظاہر جمہور میں اقتصادی
 مساوات ہی معلوم ہوتی تھی۔ سماجی ضروری محنت کے معیار سے ہر شے کی
 قیمت کا تعین ہونے لگا تھا اور سکہ معاشرہ کی زندگی سے خارج کر دیا گیا تھا
 سکتے کی جگہ ہنڈی و چیک اور کچھ روز بعد صرف بھی کھاتے میں اندراج کرنا ہی
 کافی خیال کیا جاتا تھا۔ بازار اور منڈیاں بند کر دی گئی تھیں۔ پولشیوک پائی
 کے ماہر اقتصادیات لیرن کا خیال تھا "اب سکتے صرف ایک رنگین کاغذ
 جائے گا اور اجناس کی قدر کی ترجمانی نہ کرے گا" لیرن کے اس خیال کے
 مطابق پولشیوک امریت نے روبل اتنی بڑی تعداد میں چھاپ دئے کہ سکتے
 کی کوئی قدر نہ رہی اور روس کی اقتصادی زندگی میں روبل کی ساکھ ختم
 ہو گئی جس پر محنت کا قانون بتدریج نافذ ہو گیا اول اول یہ قانون اس طبقہ
 پر جاری کیا گیا جو اپنی روزی سکتے لئے مزدوری کرنے پر مجبور نہ تھا یعنی سرمایہ دار

دو جوازی طبقہ۔ اس قانون کی رو سے اس طبقے کے لوگوں کو علی الصبح پولیس اسٹیشن جانا پڑتا تھا جہاں ان کی حاضری ہوتی تھی بعد ازاں ان کو کلرٹی فراہم کرنے، برف کھودنے، قبریں بنانے یا خانہ و بارگاہیں صاف کرنے پر لگا دیا جاتا تھا۔ کچھ عرصے بعد مزدور طبقہ کی بدعنوانیوں کی بنا پر ان پر بھی قیود عاید کر دی گئیں۔ سست کار مزدوروں کو سزا ملنے لگی۔ ہڑتال کو تشدد سے دیا جاتے لگا اور کارخانوں میں فوجی دستے تعینات کر دیے گئے ان تمام تدابیر کے باوجود ملک کی اقتصادی زندگی میں انتشار ہی پیدا ہوتا جاتا تھا۔ بد حالی کی چند نمایاں اور اہم وجوہات حسب ذیل ہیں۔

(۱) مزدور طبقہ میں چونکہ تعلیم یافتہ و تجربہ کار لوگوں کی کمی تھی اس لئے نا اہل لوگ ذمہ دار عہدوں پر مامور کر دیے گئے تھے جن کی نا تجربہ کاری صنعت و حرفت کو تباہی کی طرف لیجا رہی تھی۔ چنانچہ گسٹو نے دورانِ تقریر میں کہا ”ہم نے صنعت و حرفت کو تماشاً بنا دیا ہے ایک درزی معدنیات کا اور ایک مصور کپڑے کے کارخانہ کا نیکھ مقرر کیا جا رہا ہے۔“

(۲) مرکزی اقتصادی کمیٹی جس میں اہل فکر و تجربہ کار بولشیوک تھے اور جو اختر کی کارخانوں کی تنظیم میں سعی کر رہے تھے ان کے پاس اتنا کام تھا کہ عملت طلب امور کو بھی طے ہوتے ہوتے عرصہ لگ جاتا تھا۔ یہ واحد امر ہی ملک کی اقتصادی حالت کو زیر و زبر کرنے کے لئے کافی تھا۔

(۳) سرمایہ دارانہ نظام میں اشیاء کی قیمت کی گرانی و ارزانی سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ کو کس شے کی ضرورت ہے اور معاشرہ کا سرمایہ اور قوت عمل کس شے کے بنانے میں صرف ہوتے چاہئیں، اگر بازار اور منڈیاں مفقود ہو جائیں تو جب تک بہت بڑے پیمانہ پر صحیح اعداد و شمار مہیا نہ کئے جائیں یہ

اندازہ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے کہ سماج کو کس شے کی کتنی ضرورت ہے۔ چونکہ ابتدائی زمانہ میں ضرورتاً ہر شے کو اس قسم کے امداد و شمار دستیاب نہ تھے اسلئے معاشرہ کی ضرورت کا اندازہ کبھی نہ تھا اور ہر شے بلا اندازے کے بنائی جا رہی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس شے کی ضرورت نہیں تھی وہ تیار ہو جاتی اور جس کی ضرورت ہوتی وہ تیار نہ ہوتی تھی۔

(۴) فیکٹریوں میں مکمل تعاون نہ ہونے اور ضروری اداروں کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ معلوم نہ تھا کہ کس فیکٹری کو کتنی خام اشیاء درکار ہیں نیز چونکہ ذرائع رسل و رسائل بڑی خراب حالت میں تھے اس لئے اکثر یہ ہوتا تھا کہ ایک فیکٹری میں خام اشیاء بیکار پڑی ہیں اور دوسری فیکٹری ان کی کمی کی وجہ سے بند ہے۔ اس طرح خام اشیاء خراب ہو جاتی تھیں اور فیکٹری میں کام نہ ہوتا تھا نیز مزدور بیکار رہتے تھے۔

(۵) چونکہ سکھ ختم کر دیا گیا تھا اور کسی شے کی قدر معلوم کرنے کا کوئی عملی مارکسی طریقہ ہنوز ایجاد نہ ہوا تھا اس لئے کسی کو یہ علم نہ تھا کہ کسی شے کی کیا قدر ہے ہر شے کا تبادلہ اندازہ سے ہوتا تھا نیز یہ علم نہ تھا کہ معاشرہ عینی اشیاء استعمال کر رہا ہے اتنی تیار بھی کر رہا ہے یا نہیں۔

(۶) چونکہ ناتجربہ کار اور ماہر مزدور کے روزینہ میں بہت کم فرق تھا اسلئے ماہر کاریگر کام سے جی جاتا تھا اس وجہ سے بھی کارخانوں کی پیداوار برابر کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔

(۷) شہروں میں اشیائے خوردنی کی کمی کی وجہ سے قیمتیں بڑھتے بڑھتے
حسب ذیل ہو گئی تھیں۔

قیمت	جنس
۶ پونڈ۔ ۱۰ اخلنگ	(۱) مکھن آدھ سیر
۸	(۲) فکرا آدھ سیر
۳	(۳) مگری کا گوشت آدھ سیر
۴ اخلنگ	(۴) گھوڑے کا گوشت آدھ سیر
۱۔ پونڈ	(۵) کتے کا گوشت آدھ سیر

عام مزدور اور حکومتی عمال کو جو روزینہ ملتا تھا وہ نہ صرف ناکافی بلکہ اس سے بھرپور سیدھا و خراب ہوتا تھا کہ مزدور کے لئے شہروں میں رہ کر کارخانوں میں کام کرنا عذاب ہو گیا تھا۔ بہت سے مزدور فوج میں داخل ہو گئے تھے یا پھر شہر کی رہائش ترک کر کے دیہات میں چلے گئے تھے جہاں کم ہی سہی لیکن کھانے کے قابل خوراک مل جاتی تھی اسی باعث پٹر و گریڈ کی آبادی ۲۷۰۰۰۰ سے کم ہو کر ۶۰۰۰۰ رہ گئی تھی۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر پرتگیزی طبقہ انقلابی تغیرات و عمل ترک کر کے دیہات کے گوشہٴ عافیت میں جا بیٹھا۔ ہنولف اس زمانہ کے حالات پر تنقید کرتا ہوا تحریر کرتا ہے ”مزدور طبقہ فائب ہو گیا ہے کچھ دیہات میں آباد ہو گئے ہیں جو باقی ہیں ان کو مشکل سے روزی ملتی ہے۔ حالات کی لاشعری گالیہ عالم ہے کہ مزدور کو ہر ماہ پیشہ بدلنا پڑتا ہے“ لیکن نے انہما رخیال کرتے ہوئے کہا جو لوگ کارخانوں میں کام کر رہے ہیں وہ مزدور طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ہر طبقے کے لوگ ہیں جو گردش ایام کی وجہ سے مزدوری کرتے ہیں۔

شہروں کی حالت زبون ہو جانے پر شہر والے کیوں نہ حقیر و پس ماندہ

دیہات کا رخ کرتے دیہات میں شہروں کی سی آسودگی تو نہ تھی لیکن اسی معنی میں وہ بہتر تھے کہ وہاں تازہ اشیائے خوردنی دستیاب ہو جاتی تھیں لیکن اس انقلابی زمانہ کا کسان ناز کے زمانہ کا جہان نواز کسان نہ رہا تھا۔ نفسی نفسی ٹری ہوئی ہو اور اجناس کی کمی ہر تنفس کو سارہی ہو ایسے دور میں کسی سے فراخ دستی اور جہان نوازی کی توقع رکھنی بھی عبث تھی۔ کسان اپنے دیہات کی چھوٹی سی جنت میں مسور تھا۔ اس کو اب اختر کی انقلاب سے نہ بھردی رہی تھی اور نہ تعلق، اشتراکیت، اقتصادوی مساوات، عالمگیر انقلاب کے تصورات اس کے ذہن میں بھی نہ آتے تھے۔ وہ افلاوی ملکیت کا دلدادہ تھا اور جب سے رٹے جاگیرداروں کی اراضیات غریب کسانوں کے ہاتھ آئی تھیں کسان کی نفسی کیفیت ایک چھوٹے سے جاگیردار کی سی ہو گئی تھی۔

دیہات میں صرف ۳۴ فی صدی غریب کسان رہ گئے تھے باقی جاگیردار کی غصب کی ہوئی اراضی کی بدولت امیرین گئے تھے۔ شہروں سے بھوک کی ماری مخلوق گاؤں جانی کسی کسان کے مکان پر دستک دیتی وہ دروازہ بھی نہ کھولتا بلکہ اپنے کچے مکان کی کھڑکی سے شہری پر حشرات امینہ نظر ڈالتا اور اس کو دھتکار دیتا یہ وہی برتاؤ تھا جو شہری کسی زمانہ میں دیہاتی کے ساتھ روار کھا کرتے تھے۔ قدرت کس وقت کس طرح انتقام لیتی ہے اس کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی ہاں یہ تدبیر کی جاسکتی ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں بنی نوع انسان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا جائے۔ محلوں کے رہنے والے غریب کسان کے بھرنے کے سامنے در یوزہ گری کرتے دکھائی دیتے تھے یہ تبدیلی انقلاب کا ادنیٰ کرشمہ ہوتی ہے لیکن انسان کی غفلت اتنی گہری ہے کہ وہ مستقبل کی طرف پشت کئے اپنی پیدائش کردہ تاریکی میں رہتا ہے اور

جب تاریخی رجحانات اس کو فنا کرنے پر مائل ہوتے ہیں تب حالات کی ناساھت اور تقدیر کا شکوہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔

اس زمانہ میں گاؤں میں عجیب و غریب منظر دکھائی دیتے تھے وہ پیا تو جن کے نغمے رات کے سکوت میں امیروں کی بزم سرور میں حوریاں پرری پیگیں کو رقص میں لالتے تھے ان کو کساؤں نے اپنی مرغیوں کے ڈربوں میں تبدیل کر لیا تھا۔ ٹوپ ہیٹا جب کبھی خرفائے شہر کے مغرور سر کو زیب دیتا تھا وہ اب ایک بڑھے کسان کے سر پر دکھائی دیتا تھا۔ پشم کے دم و نازک کوٹا جو طلسمی دوشیزاؤں کے لئے وجہ حسن و زیبائش تھے آج ایک دیہاتی لڑکی کی کمر پر نظر آتے تھے بلیرڈ کھیلنے کی میز کی ہری خوشنما بانات کی قمیص کسان کے کسے بچے پہنے پھرتے تھے غرض یہ کہ دوران انقلاب میں غریب طبقات نے میر طبقات سے جو خرچ مع سود و سود وصول کیا تھا اس کی نوعیت کے مظاہر سے روس کے گوشے گوشے میں دیکھے جاسکتے تھے۔ میر طبقات کو ان کی صدیوں کی خستگی اور دفاعی قدور سے لاپرواہی کی وہ سزا ملی کہ دوزخ بھی پناہ مانگا کھلی لیکن اہرن کی طلسم کاری ایسی ہے کہ اگرچہ روسی انقلاب کی خونچکاں داستان تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہے لیکن کوئی نظر نہیں جو اس کو دیکھے اور عبرت حاصل کرے۔

ایک امریت جو مزدور اور بحری و بری فوج کی مدد پر استوار کی گئی ہو یہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ شہر جہاں کارخانوں میں لاکھوں کی تعداد میں مزدور طبقہ کام کرتا ہوا اور جہاں بحری و بری جہاؤنیاں ہوں وہ اشیائے خوردنی کی کمی کی وجہ سے تباہ ہو جائیں۔ شہروں کو زندہ رکھنے کے لئے غلہ کی فراہمی کا مسئلہ شدید ترین شکل میں حکومت کے سامنے آ رہا تھا۔ حکومت کو اشیائے خوردنی کی احتیاج اس درجہ تھی کہ وہ غلہ کو حکومت کی اجازت

میں لانے کے لئے مجبور ہو گئی تھی۔ لیکن جب تک رعایا تعاون نہ کرے کسی حکومت کے احکامات کا عدم ہی رہتے ہیں۔ حکومت کے اجارہ داری کے لئے قانون نے دیہات میں شدید لے چینی پیدا کر دی تھی۔ اگر شہروں کی صنعت و حرفت کسان کو غلہ کے عوض کچھ سامان دے سکتی یا معاشرہ میں بولشیوک حکومت کے قیام اور ان کے سکے روبل کی قدر کا اعتبار ہوتا تب شاید کسان غلہ دینے پر تیار ہو جاتا۔ لیکن کارخانوں میں جو اشیاء بنائی جا رہی تھیں۔ وہ فوج اور مزدور طبقہ ہی کے لئے کافی نہ ہوتی تھیں ان حالات میں شہر غلہ کے عوض میں دیہات کو کیا دے سکتا تھا اور بولشیوک حکومت ایسی کون سی پابندیاں حکومت تھی کہ کاغذ کے روبل سکے کے عوض کسان اپنی زندگی کا سہارا حکومت کو فروخت کر دیتا۔ مجلس دستور ساز کو فوجی دستے کے ذریعہ سے منسوخ کرنے پر کسان پہلے ہی سے خشمناک تھا اس پر غلہ کی اجارہ داری کے قانون کا تازیا نہ پڑانے پر کسان حکومت سے نبرہ آزمانی کرنے پر تیار ہو گیا۔ اس زمانہ میں کسان کہتا تھا جو من اس بولشیوک حکومت کو فنا نہ کر سکے لیکن ہم کسان اس کو تباہ کر کے ہٹیں گے۔ دو حریف مقابل جن کو یہ یقین ہو کہ معرکہ میں شکست موت کی مترادف ہوگی تو وہ کونسا ایسا ظلم و ستم ہو گا جس کو مد مقابل اس شدید اور سنگین حالات میں روانہ رکھیں گے۔ جہاں زندگی و موت کا سوال ہو وہاں انسان برہنہ طاقت سے کام لیتا ہی ہے چنانچہ غلہ کی جبریہ فراہمی کے لئے حکومت نے دیہات میں اپنے چیدہ چیدہ عمال اور ان کی لکھا کے لئے فوجی دستے روانہ کر دیئے۔ حکومت کے مسلح سپروں کے غلہ طلب کرنے پر کسان نے اس کو زمین دوز کر دیا۔ حکومت

کے تشدد کرنے پر کسان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا غرض کہ تمام ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اسی زمانہ میں غلہ کی جبریہ فراہمی کے سلسلے میں چمکا کا اوارہ جو بعد میں چل کر P.M.A. بنا منظر عام پر آیا۔ چمکا کے ادارے کو انسان کی زندگی و موت پر اختیار تھا۔ چنانچہ کسانوں اور ان عناصر کا جو کسان کو حکومت کے خلاف تحریری یا تقریری سازشی مدد دے رہے تھے قتل عام ہونے لگا۔ کسانوں کو سرزنش کے سلسلہ میں حکومت نے دوسری تدبیر یہ کی کہ وہاں میں غریب کسان کی تنظیم کرنی شروع کر دی اور غریب و امیر کی آپس کی طبقاتی کشیدگی سے فائدہ اٹھا کر غریب کسان کو کو لگ یعنی امیر و متوسط درجے کے کسان کے خلاف برسر پیکار کر دیا۔ غریب کسان نان شبینہ کو محتاج زندگی سے اکتایا ہوا حکومت کا اشارہ پا کر امیر کی ملکیت پر بھوکے درد سے کی طرح جا پڑا اور امیر و متوسط درجہ کے کسان ہتھیاروں سے مسلح ملکیت و عمارت کے نشہ میں سرشار غریب کو خس و خاشاک کی طرح خاکستر کرنے لگے اس تصادم کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام روس میں قیامت برپا ہو گئی۔

مزدور آمریت کو مشکلات میں گھرا ہوا دیکھ کر ملک کے سرمایہ دار و بوجاز طبقات علانیہ طور پر حکومت کے خلاف میدان عمل میں اتر آئے۔ ان رجعتی عناصر نے تمام ملک میں ”خدام ملک“ ”انجمن حریت“ اور اسی طرح انواع و اقسام کے نام سے حکومت کے خلاف جماعتیں تیار کر لیں اور باقاعدہ مخالفت شروع کر دی۔ ان حالات میں اشتراکی نظام کی تشکیل کا نہیں بلکہ فروغ آمریت کے قیام کا سلسلہ زیادہ اہم ہو گیا۔ رجعتی عناصر کی حریفانہ جدوجہد کا رد عمل بولشیویک پر یہ ہوا کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مزدور آمریت کو زندہ رکھنے کی سعی بلیغ کرنے لگے۔

خانہ جنگی اور سرمایہ دار ممالک کی سیشہ وانی

اختراع کی انقلاب چونکہ معاشرے کے ہر گوشہ کو متاثر کر رہا تھا اس لئے اس کے محاذ بھی متعدد اور مختلف تھے اگر ایک جنگی محاذ تھا تو دوسرا سیاسی۔ اگر ایک جانب صنعت و حرفت پر حملہ تھا تو دوسری سمت زراعت پر پیش قدمی۔ تیسری طرف برجوازی تمدن کے خلاف جہاد تھا تو چوتھی جانب مروجہ مذہب کے خلاف اقدام۔ انقلاب جو انسانی زندگی کی تشکیل نئی بنیادوں پر کرنا چاہے اس کے لئے بیک وقت معاشرے کے ہر پہلو پر محاذ بنانا ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ بولشویک معاشرے کے ہر مورچے پر جارحانہ کارروائی میں مشغول تھے۔ صنعتی و حرفتی اور زراعتی محاذ کا مختصر سا حال گذر چکا ہے۔ یہاں جنگی محاذ کا ذکر ہو گا لیکن ناظرین کو مختلف البواب سے یہ خیال نہ کرنا چاہئے چونکہ مختلف محاذوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا جا رہا ہے اس لئے ان کا زانہ بھی مختلف ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ بیک وقت ملن تمام محاذوں پر جارحانہ کارروائی ہو رہی تھی اور ایک محاذ دوسرے سے متاثر ہو رہا تھا۔

بنی نوع انسان کا تاریخی ارتقا اس طرح ہوتا ہے کہ ہر تاریخی دور اپنی نفی پیدا کرتا ہے۔ اس اثبات و نفی کے امتزاج سے تیسرا دور پیدا ہوتا ہے جو مستقبل

میں انسانی تمدن کی سنگ بنیاد بن جاتا ہے پھر یہ نیا تمدن ترقی کرتا کرتا اپنے کمال تک پہنچتا ہے یہ ترقی یافتہ دور کچھ عرصے بعد خود اپنی نفی پیدا کرتا ہے اور از سر نو نئے دور کی تشکیل شروع ہو جاتی ہے۔ تاریخی ارتقاء اسی گردش کا نام ہے لیکن یہ ہر قابل لحاظ ہے کہ تاریخ کے کسی دور کا منفی ناسانی سے وجود میں نہیں آتا بلکہ پرانے تمدنی دور کے بطن سے اس کے منفی کو طاقت کی دایا نکالتی ہے۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مثبت و منفی کے استخراج سے جو تیسرا دور پیدا ہوتا ہے اس میں ایک نئی شکل میں دونوں دوروں کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ خانہ جنگی کسی انقلاب کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے یہی نئے تمدن کی دایا ہوتی ہے۔ انقلاب ابتر اسی کی گود میں پرورش پاتا ہے۔ یہ تاریخ عالم کا ازلی قانون ہے۔ اس کے مطابق بولشویک کو بھی خانہ جنگی کی آگ سے گزرنا پڑا۔

رجعتی عناصر کی فوجی تنظیم شروع کرنے پر بولشویک نے بھی روس کی کے زیر صدارت ایک انقلابی جنگی لگٹی بنالی اور سرخ فوج کی تعمیر میں سرگرم ہو گئے زار کے زمانہ کے خبر لون کی جبار خانہ کارروائی پر سرخ فوج بھی ان کی سرزنش کے لئے تیار ہو گئی اور متعدد محاذوں پر رن پڑنے لگے۔ جو فوج سپا ہوتی صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، شہر و دیہات، ضروریات زندگی اور سامان حرب کو غارت و تاراج کرتی ہوئی تھی ملک میں طوائف الملوکی ہو جائے چپے چپے پر نبرد آزمیاں ہوں اور جو فریق سپا ہورہ ہر شے نظر آتش کر دے ان حالات میں کسی ملک میں سوائے آسودوں اور چند مہوں کے کیا باقی رہ سکتا ہے۔ اس زمانہ میں روس ایک محل کدہ بنا ہوا تھا۔ سرخ فوج اگرچہ ہر مخالفت کو سختی سے دبا رہی تھی لیکن اس کی تعمیری سختی میں تنظیم تھی۔ بولشویک کا جبر و قہر جمہور پر اتنا شدید اور تباہ کن نہ تھا جتنا کہ رجعتی

سفید فوج کا مزدور آمریت کی سخت گیری میں حکومت کا وقار و سلیقہ موجود تھا اس کے برخلاف زار کے جنرلوں کی سفید فوج میں غیر ملکیتوں کی بربری افسیاتی کیفیت نمایاں تھی۔ ان کے ظلم و ستم میں قزاقیت کا عنصر غالب تھا۔ چنانچہ جمہور کی سفید فوج کی فتح سے زاریت اور دور رفتہ کے جو رو ستم عود کر آئے گا خوف پیدا ہو گیا اور عوام کی رجحانی جنرلوں سے بے التفاتی برہمتی گئی۔

خانہ جنگی شروع ہوتے ہی پولشیک کے مخالف اخبارات زیادہ دلیر ہو گئے اور علانیہ طور پر بیرونی طاقتوں کو روس میں آکر امن و امان قائم کرنے کی دعوت دینے لگے۔ کوئی حکومت اس درجہ آزادی تحریر برداشت نہیں کر سکتی اس لئے مئی ۱۹۱۸ء کو پولشیک کے حکم سے تمام مخالف اخبارات بند اور مخالف پارٹیوں کا سوویت کے اداروں سے اخراج کر دیا گیا۔ پولشیک کی مخالفت بائیں اشتراکی انقلاب پارٹی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر پولشیک پر قاتلانہ حملے شروع کر دئے۔ اس سلسلہ میں پہلا قتل مشہور پولشیک کو دلوڈار سکی کا ہوا۔ چنانچہ اس قتل کا بدلہ صد ہا رجحانی سروں سے لیا۔ چیکا کے قصاص کے جواب میں بائیں اشتراکی پارٹی نے نہ صرف ماسکو میں علم بغاوت بلند کیا بلکہ جرمن سفیر باخ مقیم ماسکو کو قتل کر دیا۔ اس اقدام سے ان کا یہ مقصد تھا کہ پولشیک اور جرمنی میں از سر نو جنگ شروع ہو جائے اور اس طرح پولشیک جرمن ہاتھ سے فنا ہو جائیں۔ بربری نہ تھی۔ کسی سفیر کا قتل دو حکومتوں کو برسر پیکار کر دینے کے لئے کافی ہوتا ہے بغاوت دو ٹکڑے میں فرو کر دی گئی لیکن جرمنی نے اپنے سفیر کی حفاظت کے لئے ماسکو میں جرمن فوج رکھنے کا مطالبہ کر دیا۔ کوئی خود مختار حکومت کسی دوسری حکومت کے اس مطالبہ کو نہیں مان سکتی لیکن نے نہ صرف مطالبہ

مشروکیا بلکہ یہ اظہار بھی کر دیا کہ چرمی کی طرف سے کوئی اس قسم کی سچی اعلان جنگ کے مترادف خیال کی جائے گی مزدور امریت کی خوش قسمتی تھی کہ اس زمانہ میں جو چرمی اپنے مغربی محاذ پر اس درجہ پھنسا ہوا تھا کہ مشرق میں کوئی جارحانہ عملی کارروائی نہ کر سکتا تھا اس طرح نئے مزدور امریت پر اہانت ناگہانی آتے آتے ٹل گئی لیکن پراختر کی انقلابی جماعت کے اس باغیانہ اقدام کا رد عمل شدید ہوا۔ اس لئے تمام جمہوری روایات اور صلح و اشتی کے رویہ کو ترک کر کے برہنہ امریت قائم کر دی اب تنگ مخالفت جماعتیں سویٹ کے انتخابات میں حصہ لیتی تھیں اور ان کو حکومت میں غیر اعتمادی کی رائے منظور کرنے کا بھی حق تھا لیکن ان واقعات کے بعد ان سے تمام مراعاتی حقوق چھین لئے گئے اور ان کے خلاف آہنی تشدد روا کر دیا گیا۔ ضبط و تحمل کی حد ہوتی ہے جسین سلوک کا جواب بغاوت اور سفیر کے قتل سے ملنے پر بولوشیوک ہمہ تن قہر و جبر بن گئے۔ جبر و قہر اور اس کے رد عمل کی زنجیر اس وقت ٹوٹتی ہے جبکہ دو حریفوں میں سے ایک بالکل تباہ ہو جائے اسی لئے تشدد کسی مقصد کے حصول کے لئے آخری حربہ ہونا چاہئے نہ کہ ابتدائی۔ بولوشیوک۔ اشتراکی انقلابی و دیگر جماعتوں پر مزدور امریت کے برہنہ تشدد کا رد عمل یہ ہوا کہ انہوں نے اکابر بولوشیوک پر ازسرنو قاتلانہ حملے کرنے شروع کر دیے۔ لیکن اور ٹروٹسکی خوش قسمتی سے بچ گئے لیکن آراٹسکی ان کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ اس قتل کا اور دیگر نا کامیاب قاتلانہ اقدامات کا جواب سرخ فوج اور چکانے بھی بربریت سے دیا ہزار ہا سفین نذر دار کر دیئے گئے اور بولوشیوک اخبارات کے مقتولین کی فہرستیں نشر کر دیں۔ نہ معلوم کتنے لاکھ انسانوں کا خون بہا۔ انسانی تباہی کے سامنے قدرت کی لبط اہر تغیری لیکن درحقیقت تھمری ہولناکیاں پھیلنے لگی ہیں۔

ہنوز خانہ جنگی کا آتشیں بازار گرم تھا کہ مغربی یورپ میں انقلاب رونما ہو گیا نومبر ۱۹۱۸ء کو جرمنی پر سٹریٹنبرگ اور ان کی دوسری معاون حکومتوں کو شکست اور اتحادیوں کو فتح ہو گئی۔ اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسطی یورپ میں اشتراکی انقلاب کے آثار نمایاں ہو گئے اور لیٹن کو اپنے دیرینہ خواب کی تعبیر پوری ہوتی دکھائی دینے لگی۔ جرمنی کی شکست کے بعد برسٹل کا شرمناک معاہدہ خود بخود کالعدم ہو گیا اور بولشویک نے بلا کسی مزاحمت کے ان علاقوں پر لبریشن قبضہ کر لیا جو جرمنی کو دے جا چکے تھے۔ اس معاہدہ کو منسوخ کرتے ہوئے لیٹن نے اعلان کیا "روسی اور جرمنی پر وٹارمی کی خستہ سہمی و کوشش سے برسٹل کا معاہدہ ختم ہو ہے" وسط یورپ میں اشتراکی انقلاب کے امکان سے سب روسی قائد مسرور نظر آتے تھے اور ان امکانات کو حقیقت حال بنانے کی سعی میں روسی انقلاب کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے کہ ایک اور مشکل رونما ہو گئی۔ دول متحدہ نے فتح پاتے ہی مزدور امریت کو جس کے اثر سے وسطی یورپ میں اشتراکی انقلاب کا خطرہ پیدا ہونے لگا تھا ختم کرنے کی ٹھان لی اور اس اصول کے مطابق کہ باوجود عطر بہتر نہ ہونے دینا ہو تو گلی کو شگفتہ ہونے سے قبل ہی ٹوڑ ڈالنا چاہئے مغرب کے سرمایہ دار ملکوں نے اشتراکیت کی کلی کو چٹکنے سے پہلے ہی اسل ڈالنا چاہا۔ دول متحدہ کو خطرہ تھا کہ کہیں اس اشتراکی فوج کی خوبی مغربی یورپ کے مزدور طبقہ کو اپنا متوالا نہ بناتے اس خوف کی بنا پر سرمایہ دار مالک نے روس کے رجعتی عناصر کی اسلحہ و زر و مال سے امداد کرنی شروع کر دی۔ اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ مارنٹسک، باکو، ریول پرانگریزی اور ولادیمی اور اسٹاک ہولم، ٹفلس، پراٹونوی اور اوڈیسا پر فرانسیسی افواج لشکر انداز ہو گئیں نیز ۸۵ ہزار چیکو سلاو فوج کرجو دوران جنگ میں روسیوں نے پکڑ لی تھی اور ساہیہ یا میں مقید

تھی ہتھیاروں سے آراستہ کرنے کے بعد زار کے ایک جنرل کو چیک کے سپرد کر دیا
برطانوی افواج نے شمالی روس پر قدم رکھا تھا کہ لندن سے فوراً اعلان ہوا۔

”باشندگان روس تمہارے دیرینہ دوست انگلستان نے تم کو
فلانوش نہیں کیا ہے ہم تمہاری مدد کے لئے دوست کی حیثیت
سے آ رہے ہیں ہم نے تمہاری آزادی و خود مختاری کا علم بلند کیا
ہے۔ تم کو چاہئے کہ اس کے سائے میں آ جاؤ۔ جارحانہ کارروائی
سے ہمارا مقصد روس کو ایک آزاد و طاقتور حکومت بنانا ہے اپنے
اخلاقی مشن کے پورا ہونے پر ہم اپنے ملک واپس چلے جائیں گے۔“

جاپانی افواج نے ولاڈی واسٹک پر انکر ڈالے ہی تھے کہ لوگ کیوں نے اپنے
اعلان میں انگلستان سے بھی زیادہ روسیوں کے ساتھ خلوص و گرم جوشی کا اظہار
کیا پھر کس سے بھی ایک محبت آمیز اعلان نشر ہوا اس دنیا میں کون اتنا بے خیر
ہوگا جو اس قسم کے اعلانات کا اصل مفہوم نہیں سمجھتا۔ ان اعلانات کے نشر
ہوتے ہی تمام روس کو یہ گمان گذرا کہ ملک کی کمزوری و بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر
سرمایہ دار مالک اس کے حصے بخرے کرنا اور ان کو اپنے تصرف میں لانا چاہتے ہیں
حقیقت بھی یہی تھی کہ خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر سرمایہ دار مالک روس کے قسمت
حصص کو اپنے تصرف میں لانا چاہتے تھے۔ ان مالک کو کیا خیر تھی کہ ان کے اس
جارحانہ اقدام کار و عمل خود ان کے مفاد ہی کے خلاف ہو گا۔ روس کی سر زمین
پر علانیہ لنگر انداز ہونا اور رجعت پسند روسی جنرلوں کی مدد دینا ملکی و غیر ملکی سرمایہ
دار عناصر کے لئے زہر قاتل اور بوشیوک کے لئے آب حیات ثابت ہوا۔ یہ ایک
ناقابل تردید نفسی حقیقت ہے کہ جیسے ہی کوئی بیرونی طاقت کسی ملک پر حملہ آور
ہوتی ہے فوراً ہی جمہوری رنگ و پلے میں حب الوطنی کا جذبہ برق کی طرح دوڑنے

لگتا ہے اور وہ اپنے خاکی مناتقے پس پشت ڈال کر حلاً و کرہ کے مقابلہ پر سجتے ہیں۔ جو افراد علی مدد نہیں کرتے وہ جارحانہ مخالفت بھی نہیں کرتے چنانچہ روسی جمہور خارجی افواج سے بزدلانہ پیکار کا مادہ ہو گئے۔

سوویت روس کی تاریخ میں ۱۹۱۹ء یادگار رہے گا۔ چونکہ اس سال کی ابتدا ہی میں ٹروٹسکی کی بالفشائی سے ۳۰ لاکھ منظم فوج وجود میں آگئی۔ اسی سال جب یہ فوجی خدمت کا قانون نافذ ہوا اور فوج کا اپنے افسران کو خود منتخب کرنے کا حق منسوخ کر دیا گیا نیز زار کے زمانہ کے ماہرین جنگ کو فوج میں اعلیٰ عہدے دئے جانے لگے۔ اس زمانہ میں ٹروٹسکی کی حسن تدبیر اور بالفشائی کا ذکر کرتے ہوئے برلینٹن نے گورگی سے کہا:

تم بتاؤ ٹروٹسکی جیسا دوسرا فوکون ہے۔ اس تنہا شخص نے ایک سال کے قلیل عرصے میں ایک ایسی فوج منظم کر دی ہے جس پر ہم بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں اس کی دوسری اہم کامیابی یہ ہے کہ اس نے زار کے زمانہ کے فوجی عہدے داروں اور ماہرین جنگ کا تعاون حاصل کر لیا ہے۔ جب ہمارے ساتھ ایک ایسا انسان ہے تو گویا ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ اب تم کامیابی و کامرانی کے معجزے دیکھو گے۔

تاریخ کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جس شخص نے مصائب و فتنہ کے اندھلے ہوئے طوفان سے روس کو بچا لیا وہ کل کے شریک کار کے بغض و عناد سے اپنے آپ کو مکان کی چار دیواری میں نہ بچا سکا۔ ٹروٹسکی فوج کی تنظیم میں منہمک تھا اس کی مشغولیت و سعی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ تین سال تک اپنا آرام و سائیکس ترک کر کے ایک ریل کو اپنا مسکن بنائے رہا اور فوجی ضرورت

کے ماتحت ہمیشہ نقل و حرکت ہی میں رہا۔ تین سال تک روز و شب سفر کرنا معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ جن بولوں میں بنی نوع انسان کے لئے تڑپ ہوتی ہے ان سے ایسے معجزات سرزد ہوتے رہتے ہیں کہ عقل انسان دنگ رہ جاتی ہے۔ اسی بلاخیز سال کے دوران میں لینن نے مزدور آمریت کے مزید استحکام کے لئے بین الاقوامی سرمایہ داروں کے اتحاد عمل کے مد مقابل بین الاقوامی مزدور ادارہ یعنی کمیونسٹ انٹرنیشنل کی بنیاد ڈالی اس وقت سرمایہ دار ملکوں کا دوہمت سے مقابلہ کیا جا رہا تھا ایک انقلابی فوج کو منظم اور مسلح دوسرے کمیونسٹ انٹرنیشنل کے ذریعہ سے مد مقابل ملکوں کے مزدور طبقے کی عملی ہمدردی حاصل کر کے قوت مدافعت برطانیہ جابھی تھی، ۱۹۱۹ء سے سرخ فوج اور کمیونسٹ انٹرنیشنل انقلابی طاقت کے دوزیر دست رکن رہے ہیں لیکن غلام مدبروں کی غلط کاری دیکھئے کہ آج اکثر کمیوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کمیونسٹ انٹرنیشنل کو فنا کر دیا۔

لینن خانہ جنگی کے زمانہ میں فوج کے لئے نوجوان۔ اشیائے خوردنی۔ لباس و اسلحہ اور دیگر سامان حرب کے ہتیا کر لئے میں لگا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں وہ ہر روز مختلف کارخانوں میں جا کر بیدار برٹھانے پر تقرر میں کرتا تھا کہ ایک حادثہ رونما ہوا۔ حسب دستور ایک کارخانہ میں تقریر کے بعد واپس ہوا۔ موٹر میں بیٹھ رہا تھا کہ ایک کم عمر نحیف یہودی لڑکی نے بڑھکر لینن کو ایک قہقہہ دیا۔ وہ اس کے مطالعہ میں مشغول ہوا کہ لڑکی نے پستول نکال اس پر انقلاب کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ لینن سخت زخمی ہو کر گرا اور فوراً صدر زخمی لجا یا گیا۔ کئی روز تک نہایت نازک حالت رہی لینن چونکہ مصائب برداشت کرنے کا شہساز سے عادی تھا اور قوت برداشت موجود تھی اس لئے اس حملہ کو لصد خرابی نہ سمجھا ہی لیا اس حادثہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ بولشیوک سرمایہ غیض و غضب بن گئے نہ معلوم

کتنے ہزار رجعت پسند طبقوں کے افراد کو اس کم عمر لڑکی کے اقدام کا بدلہ اپنے خون سے دینا پڑا۔

۸ ستمبر کو لینن صحت یاب ہو کر صدر دفتر آیا اس وقت حالات بڑے نازک تھے تین چوتھائی ملک دشمنوں کے تصرف میں تھا۔ کولک۔ کوسک۔ سفید روسی۔ وسطی روس پر قابض تھے۔ مشرق میں جنرل کولچک نے بحرالکاہل سے لگا کر دریائے وانکا تک اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ جنوب میں جنرل ڈینکن نے تمام زرخیز علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ شمال و مغرب میں جنرل بوڈینچ پیٹر وگرڈسکی امت بڑھ رہا تھا۔ بالکو کے تیل کی ہوس میں چند انگریز فرانس فوج فراہم کر کے فرانس کے راستہ سے حملہ آور ہو گئے تھے۔ لفلس میں اطالوی افواج وارد ہوئی تھیں فرانس نے یونانی فوج کے چند دستے روس کی مشہور بندرگاہ اوڈیسا پر اتار دیئے تھے۔ چونکہ جنرل کولچک نے صلح کے بعد سرمایہ دار ملکوں کو کثیر تاوان اور ملک کی صنعت و حرفت کی اجارہ داری دینے کا وعدہ کر لیا تھا مغربی ممالک نے اس کو حاکم روس تسلیم کر لیا تھا اس لئے بولشیویک سب سے قبل جنرل کولچک ہی سے نبرد آزما ہوئے۔ بولشیویک کی حسن تدبیر اور شجاعت نیز جنرل کولچک سے اتحاد دلوں کی غداری کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بولشیویک کی امیری ہیں۔ لگیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ مشرق سے فارغ ہو کر سرخ فوج نے جنرل بوڈینچ کا رخ کیا اور یہاں بھی ہمت مروانہ نے ان کو سرخ رو گیا اس فتح کے بعد وہ جنرل ڈینکن کی طرف متوجہ ہوئے ماس محاذ پر بولشیویک کو شکست ہوئی اس شکست نے مغلوب عناصر میں نئی روح بھونک دی اور جنرل بوڈینچ اور پیٹر وگرڈسکی پر حملہ آور ہو گیا اس مرتبہ دونوں محاذوں پر خطرہ پیدا ہو گیا اور بولشیویک افواج پسپا ہوتی چلی گئیں۔ مستقبل میں حالات و واقعات کیا رخ

بدلتے ہیں اس کا کسی کو علم نہیں ہوا کرتا البتہ حکیمانہ نظر رکھنے والوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے والوں کے لئے اگر اپنی سعی نہیں تو دوسروں کی غلطیاں ہی وجہ کامیابی ہو جایا کرتی ہیں۔ جنرل ڈینکن نے یہ غلطی کی کہ قزاقیت سے کام لینا شروع کر دیا اور کسان و جمہور کو اتنا لوٹا کھسوٹا کہ بوشیوک کا جبر و تشدد ان کے دلوں سے محو ہو گیا اور وہ نئی آفات و آلام سے رہائی پانے کے لئے از سر نو کریمین کو تکتے لگے۔ کسان و جمہور کی نفسی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر بوشیوک نے ان کو جتنی جبر لوں سے نبرد آزما کرنا شروع کر دیا۔ سامنے سے سرخ فوج حملہ آور ہوئی پشت سے کسانوں اور عوام کی گرفتار فوج لے دیا و ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ڈینکن کو شکست فاش ہوئی بوشیوک کے خلاف اس آخری مزاحمت کے فرو ہو جانے سے دول متحدہ شرم میں ڈوب گئیں۔ لندن و پیرس میں ماتم برپا ہو گیا اور انگلستان کے وزیر خارجہ لارڈ کرزن کا حسب ذیل تاریخی بیان کے نام موصول ہوا؟

”کچھ عرصے سے مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ مسلسل فوجی جدوجہد

جاری رکھنا نامناسب ہے میں نے جنرل ڈینکن پر اثر ڈالا ہے

کہ وہ فوراً صلح کر لیں۔ ہمارا ملک جنرل ڈینکن اور ان کی فوج سے

خاص طور پر وابستگی رکھتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ آخر دم

تک ان کی مدد کرتے رہیں اب جب کہ ان کو شکست ہو گئی ہے

ہمارے لئے لازم ہے کہ ان کو تباہی و فنا سے بچائیں ہم یہاں

صلح کی گفتگو کے لئے سوویٹ نمائندوں کا انتظار کر رہے ہیں“

سلطنتِ برطانیہ کے وزیر خارجہ کے اس تار سے اکابر بوشیوک کو یہ

یقین ہو گیا کہ مخالف عناصر کو شکست ہو گئی اور اشتراکی زندگی کی تشکیل کا وقت

آ گیا لیکن یہ امید موہوم ہی ثابت ہوئی چونکہ دول متحدہ کے اشارے سے پراپرٹیل

۱۹۲۰ء کو پولینڈ نے مزدور آمریت کی کنزروی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چونکہ مزدور آمریت خانہ جنگی نیز سرمایہ دار ممالک کی جارحانہ سازشوں سے نحیف و لاغر ہو گئی تھی اس لئے یوکرین کے زرخیز علاقہ۔ بیاکو کے تیل کے چشمے اور دریائے ڈون کے آب رواں پر پولینڈ کی حرصانہ نظریں پڑنے لگیں اور جیسے ہی کد اتحادیوں کے سامان سے لدے ہوئے جہاز پولینڈ پہنچے پولش افواج یوکرین میں داخل ہو گئیں۔ ایک جانب سرمایہ دار ملکوں کی عملی و اخلاقی مدد ہو اور دوسری جانب صرف انقلابی جرأت اور اشتراکی یقین ہوا ان حالات میں بظاہر پولینڈ کی فتح یقینی تھی لیکن سیاسی ردعمل نے دوبارہ بولشیوک کی مدد کی۔ دوسری قوم کے حملے کا ردعمل یہ ہوا کہ تمام روس اپنے سیاسی اختلافات محو کر صدقالب دیاک جان ہو کر پولینڈ کے مقابلہ پر آ گیا۔ ۱۹۱۷ء کی جنگ کے سیر و شہنشاہیت پسند جنرل بروز کیوٹ نے پولینڈ کے غیر ہمسایانہ رویہ اور اتحادیوں کی مذموم سیاست سے متاثر ہو کر یہ اعلان کیا:-

”جیکہ ہمارے دیرینہ جانی دشمن پول ان قوموں کی مدد سے جن کو ہم نے ابتدائے جنگ میں برباد ہی و تباہی سے بچایا ہمارے وطن پر حملہ آور ہو رہے ہیں میں دل و جان سے سرخ فوج کی فتح کا حامی ہوں۔ خدا میری مدد کرے“

بروز کیوٹ کے یہ چند سادہ حملے تمام صحیحی عناصر کی ترجمانی کر رہے تھے۔ سرمایہ دار۔ کارخانہ دار۔ انجینئر۔ ڈاکٹر شہنشاہیت پسند فوجی ماہرین اور تمام سیاسی جماعتیں جو کل تک بولشویک کی جانی دشمن تھیں آج ان کے دوش پوش پولینڈ کے خلاف اٹھ پڑی ہوئیں۔ اس اتحاد عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ پولش افواج کو شکست فاش ہوئی اور سرخ فوج پولینڈ میں داخل ہو گئی۔ دول متحدہ اپنے ایک پیادہ کو فنا ہوتے کب دیکھ سکتے تھے چنانچہ برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ کوننگھم کے

نام حسب ذیل تار موصول ہوا:-

حکومت برطانیہ کی دلی خواہش ہے کہ پولینڈ اور روس کے درمیان صلح ہو جائے اس غرض کے لئے لندن میں فوراً ایک مجلس کا انعقاد ہونا چاہئے اس تار کا جواب جلد ملا تو برطانیہ غرض ہوگی اگرچہ برطانیہ اس جنگ میں غیر جانبدار ہے لیکن جمعیت بین الاقوامی کی طرف سے وہ پولینڈ کی حیثیت برقرار رکھنے پر مجبور ہوگا تار کا مضمون عام ہونے پر جری دل، لیکن خستہ حال روسی فوج و جمہور صلح کے حامی ہو گئے لیکن پولینڈ کے حملہ کا صحیحی طبقات پر جو خوشگوار سیما سی رو عمل ہوا تھا اس نے لینن کے دل و دماغ میں ایک اور لہر دوڑادی تھی۔ اس کا خیالی تھا کہ پولینڈ کو اشتراکی جامہ پہنا کر وسطی یورپ کے اشتراکی رجحانات کی مدد کرنا آسان ہو جائے گا۔ جرمنی میں اگر اشتراکی انقلاب برپا کیا گیا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ تمام یورپ اشتراکی سیلاب سے سیراب ہو جائے گا۔ یورپ کا ہم مشرب ہو جانا دنیا کے اشتراکی ہوجانے کے مترادف تھا اس منطق سے متاثر ہو کر لینن نے جنگ جلدی رکھنے کا منہم ارادہ کر لیا تھا۔ اس کو امید تھی کہ پولینڈ کا غریب طبقہ سرخ فوج کی مدد کرے گا اس طرح آسانی سے کامیابی ہو جائے گی۔ ریڈ ٹک نے لینن کو اس اقدام سے منع کیا اور اس کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ سرخ فوج کے پولینڈ میں داخل ہونے کا وہاں کے جمہور پر وہی اثر ہوگا جو پولش فوج کے حملہ کاروں میں پڑھا تھا۔ لیکن لینن نہ مانا اور اس نے فوج کو خود احکامات صادر کرتے شروع کر دیے۔ باوجود انتہائی کوشش کے سرخ فوج پولینڈ کے دارالسلطنت وارسا تک نہ پہنچ سکی۔ اس پر بھی متعدد اکابر پولشوں کو ان کی رائے تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے لیکن جب لینن نے یہ دیکھا کہ پولینڈ کا غریب و مزدور طبقہ بجائے

اپنی حکومت کے خلاف ہڑتال و بغاوت کرنے کے بولشویک فوج سے برسرِ سرکار سپرد ہوا ہے نیز کریمیا میں جنرل رنگل نے بغاوت شروع کر دی ہے اس لئے صلح ہی کرنا مناسب خیال کیا جانا چاہئے مگر ختم ہو گیا اور سرخ فوج روس واپس آگئی۔

بولینڈ کی شکست کے بعد سرمایہ دار ملکوں کو روس کی مزدور امریت کے استحکام کا یقین ہو گیا لیکن یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سرخ افواج سرمایہ دار ممالک کی آپس کی چشمک اور ان ممالک کی افواج کے جنگ سے آگیا جانے نیز وہاں کے مزدور طبقہ کی اپنی حکومت کے خلاف اقتصادی جدوجہد کی بنا پر ہوئی لیکن اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:۔

”اگر ہم انقلاب کے بعد ایک سال تک زندہ رہ سکے اس کی وجہ یہ تھی کہ سرمایہ دار دندے دو گروہ میں منقسم ہو گئے تھے اور ان دونوں گروہ کے مفاد میں تضاد تھا۔ اس لئے ایک بھی کثیر فوج ہمارے خلاف روانہ نہ کر سکا“

جب چند بولشویک نے اپنی فتوحات پر غرور کا اظہار کیا اس وقت بھی

لینن نے یہی کہا:۔

”سرمایہ دار ممالک چند بہتوں میں ہم کو کچل سکتے تھے۔ ان کی چند لاکھ فوج ہم کو کچل دینے کے لئے کافی تھی“

جب کوئی جماعت بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا مسلک بنا کر انسانی غلامی کے خلاف جہاد کرتی ہے اس کی کمک پر تائید الہی الہی جاتی ہے بولشویک نے ایشیا و قریبانی سے کام لیا اس کا انعام بھی ان کو مل گیا جو جماعت آزمائش سے نہیں گھبراتی اسی کو قدرت حیات جاوداں عنایت کرتی ہے۔

کم و بیش تین سال کی مسلسل سعی و کوشش کے بعد جی حالات سے سکون پا کر
بولشویک اقتصادی و سیاسی محاذ پر ایک دل اور ایک دماغ ہو کر متوجہ ہو گئے۔

سیاسی و اقتصادی محاذ

کسی نوعی حکومت کے لئے اقتصادی و سیاسی محاذ پر فتح پانا اسان نہیں ہوتا خاص کر اس حالت میں جب کہ ایک نئی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالی جا رہی ہو۔ خانہ جنگی کی ہولناکیوں نے ملک کی اقتصادی حالت کو تہہ و بالا کر دیا تھا اس پر تازیانہ یہ لگا کہ تمام سرمایہ دار ممالک روس سے عدم تعاون کرنے لگے۔ مصیبت ایک طرف سے نہیں آیا کرتی بلکہ چاروں طرف سے ایک ساتھ آتی ہے۔ خانہ جنگی اس سرمایہ دار ملکوں کی سازشیں پھران کا عدم تعاون۔ رجسٹری عناصر کے ہاتھ سے ملک کی تباہی و بربادی اور معاشرتی زندگی کی ویرانی کسی ملک کے لئے کم مصائب نہیں ہوتے لیکن مرجاؤ آفرین اس جماعت پر جس نے ان بھیتانگ حالات میں سعی و عمل سے منہ نہ موڑا۔ خانہ جنگی کا سب سے زیادہ ضرر رساں پہلو یہ ہوتا ہے کہ اس میں سعی و عمل بجز آت و شجاعت، القاب سے دست کشے ہوئے دل جگر کسی انقلابی تحریک کے روح رواں ہوا کرتے ہیں، فنا ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی نفسی کیفیت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ جان فروشی کے موقع پر پیش پیش رہتے ہیں اور انسانی وقار و عظمت کے قیام کے لئے سب سے پہلے ان مجاہدوں کا خون ہی صرف تیسر ہوتا ہے۔ دو ہاتھ

بالائی نکل جانے پر اس میں انسانی جسم کو فربہ و توانا کرنے کی اہمیت نصف سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اسی طرح کسی جماعت کے قلیل لیکن سراپا فہم و عمل معتد بہ حصے کے تباہ ہونے پر جماعت کی تعمیر یحییٰ میں بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ نہ تاکہ مہندا کا برہنہ ہونے کے سوا سب جسد حیات تھے لیکن جب تک جان فزوش جمہور اور فوج نہ ہو جنرل کچھ نہیں کر سکتے یا اگر اپنی ذہانت و شجاعت سے مدافعت کرتے بھی ہیں ان کو غیر معمولی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن انقلابی جمہور کو ذوق سفر ہو وہ فنا ہو چکے ہوں اور میرے قافلہ بے ذوق راہیوں کو دشوار گزار راستہ سے لے کر چلے ان حالات میں سوار قافلہ کو منزل طے کرنے میں زیادہ وقت لگنا اور تکلیف ہونی لازمی ہے چنانچہ کینن کو الزاع و انعام کے مصائب و آلام سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا

یہ سب ساشاداب و خوش حال ملک جہاں کی زر خیز زمین مابلیتی ہوئی معدنیات لہراتے ہوئے جھگل۔ انڈیٹے ہوئے شیریں چشمے تمام یورپ کی حرص و ہوس کے لئے دعوت عام بنے ہوئے تھے۔ خانہ جنگی کے بعد بلا روح کا قالب بھ گیا تھا۔ کوئلہ کی اس درجہ کمی محسوس کی جا رہی تھی کہ در دور امریت نے ماہ سے لگا کر ۴۰ برس تک کے افراد کو اس کام پر متعین کر دیا تھا کہ وہ لکڑی کاٹیں اور اس کے ذخیرہ فراہم کر کے ان کو ضرورت کی جگہ لے جائیں۔ کوئلہ کی قلت کی وجہ سے محدود سے چند ریس گاڑیوں کے علاوہ سب جمہور اشد کر دی گئیں تھیں۔ انجن کے خراب ہو جانے پر اس کو وہیں ایک طرف پٹری پر کھڑا کر دیا جاتا جہاں اس پر گرد پڑتے پڑتے گھاس اُگ آتی تھی۔ فی صدی صرف چائیس انجن و قابل استعمال رہ گئے۔ سنھے اور ہر ماہ قریب ۲-۱ انجن خراب ہو جاتے اس ہمہ بد قسمتی یہ تھی کہ اس مدت میں نصف انجن کبھی درست نہ ہو پاتے تھے۔ انجن چلانے والے

ناجربہ کار ہوں اور تجربہ کار ہونے کی شکل میں کبھی ضروری اوزاروں اور آلات سے محروم ہوں تو ایسی حالت میں انجن۔ ریل گاڑی۔ موٹریں۔ ٹرک۔ موٹر سائیکلیں کس طرح مدت تک کام دے سکتی تھیں اگر سرمایہ دار ملک روس سے عدم تعاون نہ کرتے بلکہ آلات و مشین سے روس کی مدد کرتے رہتے تو اس وقت یہ مشکل پیش نہ آتی اور ملک کی اقتصادی زندگی کی جلد ہی تعمیر ہو جاتی لیکن تاریخی حالات کون بدل سکتا تھا۔ مزدور امریت سرمایہ دار سامریوں کو موسمی اثر دیا معلوم ہو رہی تھی بس لو اگرچہ وہ اپنی باہم رنجشوں کی وجہ سے بالکل نہ مار سکے تھے لیکن اس کو مردہ دیکھنا چاہتے تھے روس کے ذرائع رسل و رسائل چونکہ خراب حالت میں تھے اس لئے غلہ و دیگر اجناس شہروں و کارخانوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ذرائع رسل و رسائل خراب ہونے سے وہی حیب صورت حالات رونما ہو جاتی۔ بے جوہار ان رحمت کے نہ ہونے سے پیش آتی ہے اگر ملک کے کسی گوشہ میں بے شمار غلہ اور خام اجناس موجود بھی ہوں لیکن وہ ضرورتاً مند بھوک کی مخلوق کے پاس نہ لے جانی جاسکیں اس کے اثرات مثل سخت قحط سالی کے مرتب ہو جاتے ہیں روس میں ۳۰۰۔ انجن بنانے کے کارخانے اور ۳۹۰ ریل کے پل تیار ہو گئے تھے۔ کوئٹو سو ریلوے کے اعلیٰ انجینئر نے ملک کے رسل و رسائل کی خراب حالت کا انکشاف کرتے ہوئے کہا "اس سال کے ختمام پر موت ہے" ایک اکابر بوشنوک ریکوٹ نے کہا "ترکستان میں ۸۰۰ لاکھ پوڈا۔ پوڈا = ۳۶ ر ۱۱ پونڈ) روٹی بڑی ہوئی ہے لیکن چونکہ ایک پونڈ میں وہاں صرف دو مرتبہ ریل آتی جاتی ہے اس لئے اس روٹی کو کارخانوں تک لے جانے میں صدیاں صکار ہوئی" یورپ کی کانوں سے ایک ماہ

میں صرف ایک ریل گاڑی دھات لاتی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یورپ کے ذخیرے کا عشر عشر بھی کارخانوں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس زمانہ میں شہری مزدور کو چار پانچ روز بعد ادھر سیر روٹی۔ اتنے ہی آلو۔ اس کے مساوی ہی سرسوں وغیرہ کا تیل اور ذرا سی شکر ملتی تھی البتہ جو مزدور سامان حرب بنانے کے کارخانوں میں کام کرتے تھے ان کا روزیہ قدرے زیادہ تھا مزدوروں کو حکومت کے اس روزیہ کے علاوہ کارخانے سے بھی خوراک ملتی تھی اس خوراک کی یہ نوعیت تھی کہ پتلے خوربے میں دو چار ڈبل روٹی کے ٹکڑے تیرتے ہوئے نظر آتے تھے اور بس کسی خاص روزیہ کا مزہ لینے کے لئے پھیلی بھی مل جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ مختصر سا روزیہ مزدور کی شکم سیری کے لئے کافی نہ ہوتا تھا اور وہ مختلف جالائیوں۔ عیاریوں۔ غیر قانونی تدبیروں سے اپنے لئے خوراک بہم پہنچاتا تھا۔

زندگی میں بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جرم گناہ نہیں رہنا اور بدخلاتی و قانون شکنی اخلاقی ضرورت ہو جاتی ہے تاکہ وہ معاشرتی خامی جو الفرد ہی طلباتی بدخلاتی۔ قانون شکنی اور جرم گناہ کی محرک ہے منظر عام پر آجائے اور عوام و خواص کی نظر اس کو دیکھ لے۔ چنانچہ کیمسار ریکورڈ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

”غلہ کی اتنی افراط ہے کہ اس کو ریلوے اسٹیشن پر حفاظت سے رکھنے کا انتظام نہیں ہو سکتا لیکس ذرائع رسل کی خرابی کی وجہ سے اس کو بھوکے عوام تک پہنچایا جا سکتا مزدوروں کے جلسوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ ملک کی اقتصادی خوشحالی عندہ کی افراط پر منحصر ہے ان کا صرف یہ جواب ہے کہ ملک کی اقتصادی خوشحالی مزدوروں کے کام کرنے کی اہلیت پر منحصر ہے۔ اقتصادی معاملات کے کسی گوشہ پر نظر ڈالی جائے وہاں اشیاء کی کمی کے

مسئلہ کا صرف یہی حل ذہن میں آتا ہے کہ مزدور کے کام کرنے کی اہلیت بڑھائی جائے غلہ اور اٹھانہ کی کمی نہیں ہے۔
 محکمہ خوراک کا کمیسار اس زمانہ کی رپورٹ میں استفساری انداز میں لکھتا ہے
 ”اس صورت میں کہ شہر کی تمام آبادی اپنی وہ فیصدی ضروریات
 زندگی غیر قانونی طریقے پر بلیک مارکٹ سے پیدا کرتی ہے جناس
 پر حکومت کی اجارہ داری کہاں رہی؟ اجناس کی قیمت مقرر
 کنٹرول کر لے گا کیا مقصد ہوا؟ مزدور امریت کہاں رہی؟
 ہمارا مقصد حل نہیں ہو رہا بلکہ ہمارے طریقہ کار نے عوام میں
 قانون شکنی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔“

اس زمانے میں روزنیہ کے کارڈوں دراشن کارڈوں کی چوری عام
 تھی۔ جمہور بلیک دوسرے کے کارڈ ڈال لیتے تھے حکومت کو رپورٹ کرتے اور
 نیا کارڈ وصول کر لیتے یا مصنوعی نام سے کئی کئی کارڈ لے لیتے۔ شہروں کی آبادی
 کم پور ہی تھی لیکن روز بروز خوراک کے کارڈوں کی مانگ بڑھ رہی تھی صرف
 پیٹروگرڈ میں شہر کی آبادی سے ۵ لاکھ زیادہ کارڈ گردش کر رہے تھے۔ محکمہ
 مزدوران کے کمیسار نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔

”اس حالت کے زیادہ مدت تک قائم رہنے سے مزدور امریت
 فنا ہو جائے گی مزدوروں کے انجن درست کر لینے پر ضروری
 جناس ہر جگہ پہنچائی جاسکتی ہے۔“

۱۹۲۱ء میں اگرچہ سرمایہ دار ملکوں نے روس سے اقتصادی تعاون
 کرنا شروع کر دیا تھا لیکن نہ روس کے پاس سونا چاندی کے ذخیرے تھے اور
 نہ خام اجناس تھیں جن کے بدلے وہ مغربی ترقی یافتہ ممالک سے آلات اور

کلیں خرید کر ملک کی صنعت و حرفت کو از سر نو زندہ کرتا۔ روس کا ستارح زمین۔ انسان۔ معدنیات۔ جنگلات تھے اور بس۔ قدرت کے ان عنایت کردہ ذخیرہ کو کام میں لاکر خوشحالی پیدا کرنا بارگاہ الہی سے ان کے مقصوم میں لکھ دیا گیا تھا یہ ستارح ہی وقت قابل استعمال ہو سکتی تھی جبکہ مزدور اپنی قوت بازو سے اس کو مفید کار بنانا حانچہ مزدور آمریت نے حسب ذیل اعلان نشر کر دیا۔

”چونکہ ملک میں سکہ کی قدر بہت گر گئی ہے۔ اور اجناس کی کمی ہے اسلئے کوئی شخص مزدوری کرنے پر رضامند نہیں رہتا۔ لہذا اس کو ای طرح چھوڑ دینے سے شہر تباہ ہو جائیں گے۔ اور روس ایک بہت وسیع گاؤں بن کر رہ جائے گا چونکہ ملک کی یہودی کے لئے صنعت و حرفت کو تباہی سے محفوظ رکھنا ناگزیر ہے اسلئے حکومت تمام آبادی سے جبریہ کام کرانے پر مجبور ہے۔“

پارٹیکلر کے انکار اس موضوع پر نہایت دلچسپ نئے اور عام طور پر بھان کی تائید ہو رہی تھی وہ کہتا تھا۔

”گذشتہ زمانے میں برجوازی و سرمایہ دار طبقات نے جس کسان کو اس کی مرضی سے جبریہ بے دخل اور مزدوری کرنے پر مجبور کیا تھا نہ صرف یہی بلکہ اخراج شدہ کسانوں کے فیکٹری میں کام کرنے سے انکار، وہ سرخ لوہے سے داغے اور سولی پر لٹکائے جلتے تھے تاکہ خوف زدہ ہو کر کارخانوں میں کام کرنے پر رضامند ہو جائیں۔ سرمایہ داری میں بھی اقتصادی جبر لے ماتحت مزدور سے کام کرایا جاتا ہے۔ اور اس اقتصادی جبر کی پشت پر حکومت کا تشدد ہوتا ہے۔ اقتصادی اور سیاسی جبر میں کوئی فرق نہیں

سرمایہ دارانہ نظام میں اقتصادی جبر وہ کام کرتا ہے جو جم سیاسی جبر کے ذریعہ سے کرنا چاہتے ہیں۔ اشتراکی نظام میں جبر یہ خدمت کو جو فوائد مرتب ہوتے ہیں ان سے معاشرے کی بہت بڑی آبادی کو فائدہ پہنچتا ہے برخلاف اس کے سرمایہ دارانہ نظام میں اقتصادی جبر سے جو فوائد پیدا ہوتے ہیں ان سے صرف سرمایہ داروں کے قلیل طبقہ ہی کو فائدہ ہوتا ہے اس لئے کسی کو ہمارے اس قانون سے برا ٹیختہ نہ ہونا چاہئے۔

چونکہ خانہ جنگی ختم ہو گئی تھی اس لئے لال فوج کو کھری ریل کی پٹریوں پر سوار ہونا پڑا۔ درخت کاٹنے، ایندھن فراہم کرنے اور ان کو ضرورت کی حساب سے پہنچانے، کھیت جو تنے اور غلہ ہتیا کرنے پر تعینات کر دیا گیا تھا۔

جبریہ محنت کا قانون نافذ ہونے پر مزدور یا پنشنوں (Labour Unions) کے ذرائع اور دائرہ عمل کا مسئلہ سامنے آ گیا۔ ٹرولٹسکی چونکہ فوجی طریقہ تنظیم سے ملک کے ذرائع رسل و وسائل کو رو بہ اسلاح لے آیا تھا اس لئے اس کا خیال تھا کہ تمام مزدور طبقہ میں بجائے جمہوری طریقہ کار کے فوجی تنظیم اور طریقہ کار جاری کر دینا چاہئے اس کو اپنے تجربے کی بنا پر یقین تھا کہ ایسا کرنے سے ملک کی اقتصادی حالت درست ہو جائے گی لیکن لیٹن اور دیگر اکابر بالشیووک اس قسم کی جبریہ تنظیم کے خلاف تھے چنانچہ اس مسئلہ پر دو طرح شروع ہو گئی اور اس بحث و مباحثہ نے اس درجہ تخنی اختیار کر لی کہ بالشیووک پارٹی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی اور یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اب پارٹی میں شکست و ریخت ہو جائے گی بلکہ چند مؤرخین کا خیال ہے کہ غیر جم اختلاف کی پشت پر لیٹن اور ٹرولٹسکی کے درمیان قیادت کا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے

ٹریڈ یونین کا مسئلہ اس وجہ اہم بنا دیا گیا تھا۔ ٹریڈ یونین کی کا خیال تھا کہ اشتراکی نظام میں مزدور یونین کا مقصد یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ مزدور کے مفاد کی حفاظت کرے چونکہ مزدور امریت کا وجود ہی مزدور کی حفاظت کا حامل ہے اشتراکی حکومت میں مزدور یونین کا یہ مقصد سونا چاہیے کہ مزدور طبقہ میں ذوق عمل اور تنظیم پیدا کرے اور اشتراکی نظام تعمیر کرنے میں مزدور امریت کا مدد و بردگاری بنے ٹریڈ یونین کے خیال کے بموجب مزدور یونین جو نزم کا ایک اسکول تھا جس کا منصب لائحہ عمل مقرر کرنا نہ تھا بلکہ مجوزہ لائحہ عمل پر چلنا تھا اس کے برخلاف لیٹن کا خیال تھا کہ مزدور امریت میں ہنوز سرمایہ دارانہ عنصر غالب ہے اس لئے اس امر کی ضرورت باقی ہے کہ کوئی ادارہ مزدور کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اگرچہ بہت تلخی اور عداوت مباحثہ کے بعد لیٹن کے خیال پر عمل درآمد ہوا لیکن چونکہ مزدور یونین کی زندگی کا دار و مدار حکومت کی مالی امداد پر تھا اور اس ادارہ کے اکابر ممبر بالشیوک ہی ہوتے تھے اس لئے مزدور یونین کم و بیش حکومت کے ہی اشاروں پر چلتی اور آخر کار اس کی صرف یہ حیثیت رہ گئی تھی کہ اگر حکومت کے کسی قانون پر مزدور طبقہ کو مزید معلوما یا ممانعت دیا جائے تو مزدور یونین حکومت سے اس کے متعلق استفسار کر کے مرور طبعہ تک پہنچا دے۔

اس زمانے میں صنعت و حرفت کے طریقہ کار میں بہت سی تبدیلیاں ہو گئی تھیں مثلاً یہ کہ فیکٹریوں کی تنظیم کمیٹی کا قیام بجائے انتخابات کے نامزدگی سے ہونے لگا پھر تبدیلی اس لئے کی گئی تھی کہ تجربہ کرنے سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ایک مقرر کردہ ماہر کارکن ایک نااہل منتخب شدہ مجمع سے بہتر کام کرتا ہے اس لئے اب کمپنیوں میں صرف وہ ماہرین نامزد کئے جانے لگے تھے جو اہلیت و قابلیت نیز صنعتی تجربہ رکھتے تھے۔ اس زمانے میں ہی کوشش کی گئی کہ مزدوروں میں مقابلہ

پیدا کیا جائے تاکہ زیادہ تیزی سے کام ہو زیادہ اور کم کام کرنے والے مزدور کے لئے انعام و سزا کے قانون بھی مرتب کئے گئے لیکن مزدوروں کو نہ لالچ اور نہ خوف مزید کام کرنے پر آمادہ کر سکا اور مزدور امریت مزدور پر تشدد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیونست پارٹی کے نوں اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی گئی۔

”بہتر اور زیادہ خوراک کی تلاش میں مزدوروں کی زیادہ تعداد لئے کارخانوں کو خیر یاد کہہ دینا ہے۔ مزدوروں کے اس طرز عمل سے صنعت و حرفت کو بہت نقصان پہنچتا ہے اس کی اصلاح کے لئے حکومت کو بہ کرنا چاہئے کہ جو مزدور کارخانہ چھوڑ کر جائیں ان پر جرمانہ کرے اور اس پر بھی روپیہ نہ تبدیل کرنے کی حالت میں

ان کو (Consternation Camp) کو کنٹریشن کیمپ میں رکھا جائے کسی مکمل نظام زندگی کو یکبارگی تباہ کرنے کے بعد دوسرا نظام قائم کرنا آسان کام نہیں اس میں وقت درکار ہوتا ہے اور مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے جب تک نیا نظام تعمیر نہ پائے اس وقت تک کسی معاشرے کو عبوری نظام سے گذرنا پڑتا ہے اس عبوری زمانے کی مشکلات کی نوعیت اور مدت کا تعلق اس امر سے ہوتا ہے کہ کسی ملک کے باشندے دماغی و تمدنی ارتقاء کی کس منزل میں ہیں ابتدائی منازل میں ہونے سے زیادہ اور آخری منازل میں ہونے سے کم دشواریاں پیش آتی ہیں پولیشیوک نے سرمایہ دارانہ نظام و دفعتاً تہہ و بال کر دیا لیکن وہ اس کی جگہ کامیاب اشتراکی نظام نہ جاری کر سکے۔ ایک ایسا نظام جو روزانہ سے آج تک کسی معاشرے میں جاری نہ ہوا ہو اس کا اجرا آسان کام نہیں ہوتا۔ بالشیوک ہنوز معاشرے کے سیاسی و اقتصادی و اخلاقی و مذہبی محاذ پر تجربے کر رہے تھے جس سے معاشرتی زندگی کبھی بنتی تھی تو کبھی بگڑتی بھی تھی۔

اس زمانہ میں روس کی وہی حالت تھی جو کسی ملک کی ایک طویل جنگ کے بعد ہوتی ہے۔ شہروں کے مکانات گرسے ہوئے۔ دکانیں بند۔ جمہور کے چہرے ملوں کی بھوک سے چڑموہ۔ کپڑے خستہ و بوسیدہ۔ کسی کے پیر میں خشک جوتا تھا تو کوئی برت کی سڑکوں پر برہنہ پائی بیٹا ہار رہا تھا۔ اگرچہ برفانی ہواؤں کے جھونکے جسم کو تیخ کر رہے تھے لیکن جمہور کے پاس نہ آگ تھی اور نہ زیادہ کم جسم کو گرمی پہنچا سکیں۔ جمہور کا ذکر یہی کیا جو لوگ علوم و فنون میں کام لیتے ان کو روشنائی بھی ہوتی ملتی تھی جب سردی کا یہ عالم ہو اور غلہ و ایندھن عموماً ہواں حالات میں زندگی کی دشواریوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے چنانچہ بھوک اور سردی کے سبب اموات عام تھیں۔

روح و مادہ کسی وجود کے دو مختلف عناصر نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی عنصر کے دو مختلف پہلو ہوتے ہیں جن کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی قلت و کثرت دوسرے پہلو کو عمیق طور پر متاثر کرتی ہے۔ اشیائے خوردنی کی کمی نے عوام کی اخلاقی حالت اس درجہ زبون کر دی تھی کہ ایک گھر میں اگر باپ کو اچھا روزیہ ملتا وہ بیٹے کو اس میں شریک نہیں کرتا اور یہی حال بیٹے کا تھا جہاں اجناس کی اس درجہ قلت ہو کہ وہ عزیزوں میں محبت و شفقت ختم کر دے وہاں کی حکومت کا دیوالیہ ہو جانا ضروری ہے۔ بالشیوک حکومت کے مالیر میں کمی واقع ہونے پر بالشیوک کی نظر پھر زراعت کی طرف گئی نہ زراعت ہی پر روس کی خوشحالی کا دار و مدار تھا اس لئے اقتصادی ترقی کا مسئلہ سامنے آنے پر زراعت کی ہی تنظیم کی طرف خیال گیا اس زمانہ میں ایک اکابر بالشیوک روسکی نے ایک تجویز پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ پہلے سال کسان کے پاس متناہج ہے وہ جمع کیا جائے اور اس کو بقدر ضرورت گاؤں و درگاؤں تقسیم کر دیا جائے دوسرے سال کسانوں کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حکومت کے حکم کے مطابق جند کا

کرہیں تیسرے سال کسانوں کے تمام مہیشیوں پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ کاغذت
 کے لئے جہاں ان کی ضرورت ہو روانہ کر دئے جائیں پانچویں سال حکومت کو
 تمام اراضیات پر قبضہ کر لینا چاہئے اور زراعت کا کام اشتراکی مزدوروں کو
 لینا چاہئے اس تجویز کے مطابق سو ویٹ کی آٹھویں کانگریس میں ایک قرار
 داد پیش کی گئی جس پر لیٹون نے تقریر کرتے ہوئے کہا کسان اشتراکی نہیں ہوا
 ہے۔ میں کسان سے کہہ دینا چاہئے کہ ہم مدت تک سردی اور بھوک کی سخت
 برداشت نہیں کر سکتے ہم اس امر پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں کہ کسان پر جبر
 اور پیداوار کی فراوانی کے لئے سعی کریں۔ لیکن صرف جمہوری سے کامیابی نہیں
 ہوگی بلکہ کسان کو سمجھا کر ہمیں اس کا تعاون حاصل کرنا چاہئے جب تک روس
 میں چھوٹے چھوٹے کسان موجود ہیں اس وقت تک روس میں اشتراکیت
 (کیونرم) نہیں بلکہ سرمایہ داری و سوشلزم کے درمیان ایک مخلوط قسم کا اقتصاد
 نظام قائم ہے۔ جن حضرات نے دیہات کا اقتصادی نقطہ نظر سے گہرا مطالعہ
 کیا ہے ان کو محسوس ہوا ہوگا کہ ہم سٹوز سرمایہ داری کو تباہ کرنے میں کامیاب
 نہیں ہوئے۔ تمام عام سرمایہ کی مضبوط زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے لیکن روس
 اس امر کا ہے کہ روس میں باوجود انقلاب ہو جانے کے سرمایہ داری اشتراکیت
 سے زیادہ طاقتور اشتراکیت اس وقت وجود میں آئے گی جبکہ تمام ملک میں
 بجلی عام ہو جائے گی۔ سوگوت کی پارٹی نے جس کو حکومت نے جمہوری روایا
 کے مطابق مخالف پارٹی کا لقب اور حقوق دے رکھے تھے لیکن اس
 تقریر پر سخت نکتہ چینی کی مخالفت پارٹی کہتی تھی۔

”جمہریہ قوانین اور کیٹیوں نے کسانوں کو تباہ کر دیا ہے حکومت
 کسان سے ہر شے جمہریہ وصول کر لیتی ہے لیکن اس کے عوض

کچھ نہیں دیتی“
 چونکہ اس کانگریس میں بالشیوک کی اکثریت تھی اس لئے اس کی تجویز تو
 منظور ہوئی لیکن جب حکومت کے عامل جبر یہ طور پر غلہ اور مویشی فراہم کرنے دیہات
 پہنچے کسان نے نہ صرف غلہ تلف کر دیا بلکہ اپنے مویشی ذبح کر ڈالے عم و غصہ
 انسان کو خود کشی پر آمادہ کر ہی دیتا ہے۔ کسان کہتا تھا کہ ہم تباہ ہو جائیں گے
 لیکن اپنے مویشی اور غلہ حکومت کو نہ دیں گے حکومت کے عامل کی آنکھوں کے
 سامنے انھوں نے اپنی اہلیا کی کھیتوں کو نظر آتش کر دیا اور اپنے عزیز جانوروں
 کو جو ان کی زندگی کا سہارا تھے اپنے ہاتھوں سے ذبح کر ڈالا جہاں یہ نفسی
 کیفیت ہو جائے وہاں سے کیا مل سکتا تھا چنانچہ حکومت کے عامل دیہات
 سے بے نیل و مرام واپس آئے ان کی واپسی حکومت کی شکست کے مترادف تھی
 شکست کا اعتراف کرتے ہوئے لینن نے کہا
 ”ملک تباہی کے غار پر کھڑا ہے“

نیا اقتصادی لائحہ عمل یا نیپ

عام انسان کی فطرت اتنی کمزور ہوتی ہے کہ اگر کسی شے کے حصول میں متوجہ مشکلات رونما ہوتی رہیں وہ اس مقصد سے صرف کنارہ کش ہی نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے حصول کی خواہش کو اپنے فہم کی غلطی تصور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ زندگی کو آرام و سائش سے گزارنے کی تمنا انسان کو صراطِ مستقیم سے جہاں سعی و جہاد کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہٹا دیتی ہے۔ مزدور و کسان پر جن میں نہ تعلیم یافتہ بالشیوک کا سا اشتراک کی جوش اور نہ بنی نوع انسان کی خدمت کا ولولہ تھا متواتر تین سال سختی و تشدد کے گزر سے اور ان کو نزدیک مستقبل میں حالات میں کشادگی کی کوئی امید نظر نہ آئی اس پر وہ ہمہ تن اضطراب و پریشانی بن گئے اور ان کی یہ تمنا ہو گئی کہ کسی نہ کسی طرح موجودہ اقتصادی و سیاسی نظام بدل جائے مزدور و کسان میں یہ آرزو پیدا ہو جانے کے بعد کیونکر ممکن تھا کہ فوج اس خام تمنا سے متاثر نہ ہوتی۔ آخر فوج بھی کسان و مزدور طبقہ کے افراد پر مشتمل تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں کونٹھاڈ کے مقام پر وہ حادثہ رونما ہوا جس نے لیگن کو اقتصادی لائحہ عمل بدلنے پر مجبور کر دیا۔

کونٹھاڈ کے ملاح انقلاب کے ابتدائی زمانے میں بالشیوک کے

دست و بازو رہے تھے یہ وہ جماعت تھی جس نے اور اہواز کی نقل و حرکت کے لئے بالشیوک کی جنگی انقلابی کمیٹی سے احکامات دریافت کئے تھے دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب سے قبل کرنسکی کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے بعد بالشیوک سے عملی تعاون شروع اور روسی بیڑے میں بالشیوک کا وقار قائم کیا۔ اختر کیت کے کھیت میں ان ملاحوں ہی نے پہلے بیج ڈالا اور اس کو اپنے خون سے سینچا اسی بنا پر تین سال تک ان ملاحوں کا خلوص و عمل انقلاب کی نیرین روایت بنا رہا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ سرمایہ دارانہ نظام فنا ہو جانے کے بعد روس کی پسماندگی اور جہالت نے اختر کی نظام قائم نہیں ہونے دیا۔ ملک میں بد نظمی اور بھوک و پیاس کی شدت اس پر برف میں متواتر کام کرنا حوام کو خون کسے تسور لوار ہاتھا ان حالات میں کیونکر ممکن تھا کہ بلک کا ہر طبقہ سیاسی و اقتصادی تبدیلی کا خواہش مند نہ ہوتا۔ کروٹساڈ کے حادثہ کی ابتدا مزدوروں کی ہڑتال سے شروع ہوئی۔ حکومت کے اقتصادی رویہ کے خلاف مزدوروں کے ہڑتال کرنے پر حکومت نے اس کا جواب تشدد سے دیا یہ امر کروٹساڈ کے ملاحوں کو ناگوار گذرا اور ان مزدوروں کی ہمدردی میں ۴۰۰۰ ملاحوں نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں حکومت کے سامنے حسب ذیل مطالبات پیش کئے۔

(۱) انتخابات خفیہ رائے سے ہونے چاہئیں تاکہ جمہور اپنے ضمیر کے مطابق رائے دے سکیں۔

(۲) مزدوروں، کسانوں، بائیں سوشلسٹ انقلابی مزاجی و دیگر پارٹیوں کو تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہئے۔

(۳) کسان و مزدور انجمنوں کو جلسے کرنے کی عام اجازت ہونی چاہئے۔

(۴) مزدور، کسان، سپاہی، ملاح اور دیگر سیاسی قیدی جو سپرد زندان

ہیں ان کے الزامات کی ازسب رو تھمتیقات ہونی چاہئے۔
 (۵) جو فوجی دستے جبر یہ طور پر فراہمی اجناس کے لئے مختلف مقامات پر تعینات لئے گئے ہیں ان کو ہٹالینا چاہئے۔
 (۶) کارخانوں سے فوجی دستوں کا اخراج ہو جانا چاہئے۔ البتہ اگر فروہ خود چند فوجی توجوان کارخانوں میں رکھنا چاہیں ان کو ایسا کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

(۷) روزینہ میں مسافات ہونی چاہئے۔
 (۸) کسان کو اس کی اراضی میں مختلف قسم کی اجناس کاشت کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی آزادی ہونی چاہئے۔

بولشویوک نے ان مظاہروں اور مطالبات میں انقلابی جراثیم دیکھے واقعہ بھی یہ تھا کہ اگر مزدور طبقہ اور ملاحوں کا اشتراک عمل کرنسکی کی حکومت کو تباہ کر سکتا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بولشویوک ہمہریت کو فائدہ کر سکتا۔

اس جلسے میں مطالبات پیش کرنے کے بعد یہ قرار پایا کہ منظور شدہ تجاویز کو ایک وفد لے کر پاسکو جائے اور بذات خود حکومت کے سامنے پیش کرے چنانچہ ملاحوں کا ایک وفد پاسکو روانہ ہو گیا یہ وہی طریقہ کار تھا جس سے بولشویوک بخرنی آشنا تھے اور اس کے خطرناک امکانات کا ان کو پورا پورا احساس تھا چنانچہ وفد کا پاسکو پہنچنا تھا کہ زینز کیف کے حکم سے وفد مقید کر دیا گیا۔ اس اشتعال انگیز تشدد سے برہم ہو کر ملاحوں نے ایک انقلابی جنگی کمیٹی بنالی یعنی وہی قدم اٹھایا جو تین سال قبل بولشویوک نے کرنسکی کی حکومت کے خلاف اٹھایا تھا اس انقلابی کمیٹی نے کابری بولشویوک کو ان کی اپنی انقلابی تدبیر اور بولشویوک انقلابی جنگی کمیٹی کی یاد تازہ کرا دی۔ بخرنی فوج کے بغاوت

پر آمادہ ہونے سے مزور امریت کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا بحری فوج کے روپے نے بری فوج کو بھی متاثر کیا۔ بحری و بری فوج میں بالشیوک کے خلاف برکتنگی بڑھنے پر روس کے رجسٹری عناصر نے سرمایہ دار ممالک کی رو سے از سر نو خانہ جنگی کی تیاری شروع کر دی۔ ان حالات میں بالشیوک کو خطرہ محسوس کرنا لازمی تھا۔ اسی زمانہ میں روس کی اندرونی بحیثی سے متاثر ہو کر بالٹک میں برطانیہ کے بیڑے نے نقل و حرکت کرتی شروع کر دی بالشیوک کو لامحالہ یہ گمان گزرا کہ برطانیہ گروتسٹاڈ کی بحری فوج کی بحیثی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے چنانچہ بالشیوک حکومت نے فوراً گروتسٹاڈ پر حملہ کر دیا شدید جنگ کے بعد جس میں بالشیوک حکومت کی بہترین رجسٹری کام آئی گروتسٹاڈ کے ملاحوں کو شکست ہوئی لیکن روس میں اس جنگ اور اس کے نتیجے سے کوئی خوش نہ ہوا بلکہ ملک کے طول و عرض میں بالشیوک کے جبر و قہر کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ گروتسٹاڈ کی اس زمانہ کے حالات قلمبند کرتا ہوا تجزیہ کرتا ہے۔

”تین سال کی متواتر خانہ جنگی نے جمہور کو اس درجہ مضطرب

اور تلخ کر دیا ہے کہ اب ان میں رد عمل شروع ہو گیا ہے کسان

بغاوتیں اور ضرور ہڑتالیں کرنے لگے ہیں بحری و بری فوج

کی وفاداری بھی قابل اطمینان نہیں رہی“

یہ وہی جملے ہیں جو خضیہ پولیس کا چیف انقلاب سے چند روز قبل

زار سے بحری و بری فوج کی وفاداری کی بابت کہتا تھا۔

انفرادی و قومی زندگی کا عمیق مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ دوسرے کی بہت

وقت بازو پر بھروسہ کرنا اپنے حالات و واقعات کا دوسرے کی انداد و

معاونت کا محتاج نہاد دنیا اسید و آرزو کی دنیا کے لئے ہم قائل ہوتا ہے۔ لیکن

کو ہنوز جرمنی میں اشتراکی انقلاب کی امید تھی اور وہ اسی امید میں خام اشتراکی نظام قائم کئے بیٹھا تھا کہ جرمنی میں انقلاب ہونے کے بعد وہاں کا دل و دماغ اور روس کے دست و بازو متحد کر کے دنیا میں اشتراکیت کو عام کر دے گا لیکن ایک طرف رنٹار زمانہ نے لینن کی امید پر نہ آنے دی اور دوسری طرف رد عمل نے کروٹ ٹاڈ کا مظاہرہ پیش کر دیا ان حالات میں لینن کو یقین ہو گیا کہ جرمن انقلاب کا مزید انتظار نہ صرف عبث ہو گا بلکہ مزور آمریت کو خطر سے میں ڈال دے گا چنانچہ اس نے وہ کیا جو سیاسی دنیا کا مستند اصول ہے یعنی یہ کہ جب مخالف عناصر طاقتور ہو جائیں اور ملک میں مطالبات سیاسی و اقتصادی مظاہروں کی شکل میں رونما ہونے لگیں اس وقت مخالف عناصر کو تباہ کرنے کے بعد ان کے تصورات و تخیلات ان کے مطالبات و تدابیر کے مطابق معاشرے کو تشکیل دیدینی چاہئے لیکن اس اقدام میں یہ پہلو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ مراعات کرنے نام سے رواج دیا جائے تاکہ تدابیر مخالف کی سعی کا نہیں بلکہ اپنے دماغ کی تخلیقی قابلیت اور سیاسی تدبیر کا نتیجہ معلوم ہوں۔ چنانچہ کروٹ ٹاڈ کے ملاحوں کو تباہ کرنے کے بعد لینن نے تحریک و تقریر کے ذریعہ سے انہیں خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا جو مخالف پارٹیوں کا سیاسی سرمایہ تھے لینن کے ان جدید تصورات کا خلاصہ جو حسب ذیل ہے دیکھیے سے خالی نہیں:-

”کسان ہمارے سلوک سے خوش نہیں۔ وہ زیادہ جبر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کسان اور مزدور کے مفاد میں تضاد واقع ہو گیا ہے مزدور اجناس کی کمی کی وجہ سے کسان کو کوئی شے نہیں دے سکتا اس لئے جبر یہ غلہ وصول کرنے پر مجبور ہے جب تک مغربی ممالک میں انقلاب نہ ہو ہم کسان سے صلح رکھ کر ہی زندہ رہ سکتے ہیں ہمیں کم مایہ کسان

کو کوئی ایسا لایح دینا چاہئے کہ وہ اپنی پیداوار میں اضافہ کرے۔ اگر کسان کو اجناس خرید دینی کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں دی گئی اس صورت میں مزدور امریت کا قیام محال ہو جائیگا۔ یہ مسئلہ کہ ۱۹۱۶ء کا انقلاب پر ولتاری انقلاب تھا کہ بر جوازی صرف مستقبل ہی حل کر سکتا ہے فی الحال دوس میں متوسط طبقہ اور متوسط درجہ کے کسان طاقتور ہیں۔ ان حالات میں ہماری جدوجہد کا مقصد صرف یہ ہونا چاہئے کہ کسی نہ کسی طرح مزدور امریت قائم و باقی رہے۔ حالات و واقعات کی پکار یہ ہے کہ معاشرے کو اس طرح بدلا جائے کہ مزدور کسان کے تعلقات میں تلخی پیدا نہ ہو اس وقت اس بحث کی ضرورت نہیں کہ ہم اشتمالیت کی طرف جارہے ہیں یا پسپا ہو رہے ہیں۔ خرید و فروخت کی عام اجازت اگرچہ متوسط طبقہ اور سرمایہ دارانہ رجحانات کو طاقتور بنا دے گی لیکن یہ اجازت صنعت و حرفت کو جو مزدور کا تنہا سہارا ہے بہت ترقی دے گی۔ بلا متوسط طبقہ کو اقتصادی و سیاسی آزادی دے صنعت و حرفت کو زندہ رکھنا ناممکن ہو گیا ہے ہمیں کوونسٹاڈ کے حادثہ کو فراموش نہ کرنا چاہئے اور کسان کو خرید و فروخت کی اجازت دیدینی چاہئے تین برس کی جدوجہد کے بعد بھی ہم کسان کو اشتراکی نہ بنا سکے شاید اگر ہم دس سال بھی پیچھے کوچش کریں تب بھی ایسا نہ کر سکیں گے اس لئے یہ ضروری ہے کہ فی الحال ہم ملک کی اقتصادی زندگی کو کسان کی اقتصادی ضرورت کے مطابق بدلیں۔ غریب کسان جاگیرداروں اور امیر زمینداروں کی آراضیات پر قبضہ کرنے کے بعد متوسط درجہ کے خوشحال کسان بن گئے ہیں

اب یہ کسان ۱۹۱۶ء کے غریب کسان نہیں رہے جو ہمارے ساتھ انقلابی سعی میں دوش بدوش تھے۔ کسان کی نفسی کیفیت بدل چکی ہے اب اس کو مزدور ٹائمریت کے قیام میں نقصان معلوم ہوتا ہے۔ ان تین سال میں ملک میں متوسط طبقہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے اور اس کی مدد اسی وقت مل سکتی ہے کہ ہم غلہ کی خرید و فروخت کی عام اجازت دے دیں۔“

لیٹن کے مندرجہ بالا تصورات کے بموجب کیونٹس پارٹی کی دسویں کانفرنس میں ایک نئی اقتصادی تجویز منظور کر لی گئی جو 'نپ' کے نام سے مشہور ہے اس تجویز کے مطابق اقتصادی نظام میں حسب ذیل اصلاحات کر دی گئیں۔

(۱) کسان سے بجائے جبریہ غلہ وصول کرنے کے اس پر مقررہ ٹیکس لگایا گیا

(۲) کسان کو غلہ فروخت کرنے کی اجازت ویدے گئی۔

(۳) حکومت کی غلہ کی اجارہ داری ختم کر دی گئی۔

(۴) تجارت کرنے کی آزادی ہو گئی لیکن تجارت کرنے کے لئے حکومت سے

اجازت نامہ (پرمٹ) حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

(۵) جن کارخانوں میں مزدوروں کی تعداد ۳۰ یا کم تھی وہ کارخانے ان کے

مالکوں کو واپس کر دئے گئے۔

(۶) جن کارخانوں میں مزدوروں کی تعداد ۳۰ سے زیادہ لیکن ۱۰۰ سے کم

تھی ان کو حکومت نے ٹھیکے پر دیدیا۔

(۷) بڑے بڑے کارخانوں اور ملک کی بنیادی صنعت و حرفت پر حکومت

بھی قابض رہی۔

(۸) اب تک جمشیدپور استعمال مثلاً اخبار۔ تار۔ نفاقہ۔ کلاڈ۔ ریل۔ ٹرام

بجلی گیس، پانی وغیرہ عوام کے لئے مفت تھیں ان کی قیمت لی جانے لگی۔
 (۹) جن مکانات کی مالیت ۱۰۰۰ کے قریب تھی ان کے مالکوں کو یہ حق دے
 دیا گیا کہ وہ مکانات کو بارہ سال کے لئے کرایہ پر دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کی مرمت
 کرائیں اور ان کو قابل رہائش بنا لیں۔

(۱۰) ملک کی تمام صنعت و حرفت تین دائروں میں تقسیم کر دی گئی۔
 (الف) سوویٹ روس کی بنیادی صنعت و حرکت مرکزی تھلوی
 کمیٹی کے زیر نگرانی کر دی گئی۔

(ب) مختلف روسی جمہوریتوں کی صنعتیں وغیرہ جمہوریتوں کے
 مختلف اداروں کے زیر نگرانی دیدی گئیں۔

(پ) شہری صنعتیں شہر کی مقامی کونسلوں کے زیر نگرانی کر دی گئیں۔
 (۱۱) ۴۸۶ ٹرسٹ قائم کئے گئے جن کو ملکی صنعت و حرفت کا انتظام سپرد
 کیا گیا۔

یہ انتظام ماہرین صنعت و تجارت اور کمیونسٹ کے مشورہ سے ہوتا تھا ان کارکنوں
 کو اوسطاً ۵ پونڈ ماہانہ ملتا تھا یعنی کمیونسٹ کو ۵ پونڈ کا نفع اور ماہرین فن کو اسکا
 دگنا۔ ٹرسٹ کا مقصد نفع حاصل کرنا قرار دے دیا گیا۔

(۱۲) ٹرسٹ کا مالیہ اس کے پروگرام اور سالانہ حسابات بھی مرکزی اقتصادی
 کونسل کے روبرو پیش کئے جانے لگے۔ نفع کی تقسیم کا یہ طریقہ مقرر ہوا کہ ۵ فیصد
 حکومت کا حصہ۔ ۲۵ فیصدی خشکست اور نفع کا ۲۵ فیصدی مزدوروں
 کے امدادی فنڈ میں جمع ہونے لگا۔

(۱۳) خارجی ممالک سے تجارت کرنا حکومت کا حق قرار پایا اگر کسی ادارے
 یا فرد کو غیر ملک سے تجارت کی اجازت دیدی جاتی تھی اس کی سخت نگرانی کی جاتی تھی

(۱۴) سنگٹیکٹ مقرر کر دئے تھے جن کے حسب ذیل فرائض تھے۔

(الف) معاشرے کی ضرورت کا اندازہ لگانا۔

(ب) مختلف کارخانوں کو ان کی استطاعت کے مطابق کام دینا۔

(پ) خام اجناس کو متعویک قیمت پر خریدنا اور مختلف کارخانوں

کو ان کی ضرورت کے مطابق تقسیم کرنا۔

(د) اجناس کو معیاری بنانے کے لئے تدابیر اختیار کرنا۔

(دش) خردہ کی دکانیں قائم کرنا۔

اسی زمانے میں ایک اور ادارہ گوس پلین، وجود میں آیا جس کا فرض یہ قرار پایا کہ ہر سال ملک کی صنعت و حرفت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک نقشہ تیار کرے تاکہ آئندہ سال اسی پر وگرام کے مطابق ایشیا رینائی جائیں جتنا پچاس ادارے لئے اعداد و شمار جہیا کرنے کے لئے اپنے نمائندے سے ملک کے گوشہ گوشہ میں روانہ کر دئے تاکہ اس حصہ کی اقتصادی ضرورت کا اندازہ ہو جائے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کا کافی و شافی انتظام قبل از وقت کر لیا جائے لیکن چونکہ یہ نمائندے کم علم و کم فہم ہوتے تھے اس لئے وہ کسی مقام کی اقتصادی ضرورت کا درست اندازہ نہیں لگا سکتے تھے اور جو اعداد و شمار گوس پلین کے ادارہ میں آتے تھے وہ زیادہ تر غلط ہوتے تھے جس کی وجہ سے گوس پلین کا اجناس بنانے کا تخمینہ غلط ہو جاتا تھا اور اجناس کی پیداوار بوناگ میں نسبت قائم نہ رہنے کی وجہ سے سماج میں اقتصادی آشوب آتے رہتے تھے۔ نئے اقتصادی لائحہ عمل کے مندرجہ بالا غد و قال دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس نظام کی نوعیت اس قسم کی ہوا سے اسٹیٹ کیپٹل ازم کی ہی ایک شکل خیال کرنا چاہئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جب بالشیوک کو انقلاب کے بعد چار سال تک معاشرے کی اقتصادی زندگی کو اختر کی بنائے میں کامیابی نہ ہوئی

تب لاجپار ہو کر اور مغربی یورپ کے انقلاب سے مایوسی ہو جانے کے بعد تیز ضرور و کسان کی نفسی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے ایک جمہوری اقتصادی نظام بنایا جس کا اہم پہلو یہ تھا کہ معاشرے کے اہم اقتصادی اداروں، بنیادی صنعت و حرفت پر امریکے بڑے کارخانوں پر ضرور آمریت لے قبضہ رکھا اور غیر اہم اور معمولی صنعت و حرفت اور چھوٹے کارخانوں پر سرمایہ دارانہ رجحانات کو قبضہ کر لینے دیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پریشدیک اہم اقتصادی اداروں کے ذریعہ سے معاشرہ کی اقتصادی زندگی کو اس طرح تشکیل کرتے رہے جس سے اشتراکی رجحانات طاقتور اور سرمایہ دارانہ عمل اور رجحان ضعیف ہوتے جائیں۔

بد قسمتی دیکھیے کہ جس سال 'نپ' پر عمل درآمد ہوا اور اقتصادی خوشحالی کی امید پیدا ہوئی اسی سال بارانِ رحمت نہ ہوا۔ ایک زراعتی ملک جو خانہ جنگی اور دشمنوں کے حملوں سے تباہ ہو چکا ہو جہاں نہ غلہ کے ذخیرے ہوں اور نہ مولیشیوں کی کثرت۔ جس کے پاس نہ آلات ہوں اور نہ سونا تاکہ بیرونی ممالک سے غلہ خریداجا سکے اس ملک میں ایک سال قطعی خشک گذر جائے پھر وہاں قیامت نہ آجائے تو اور کیا ہو۔ ۱۹۲۱ء میں کم بارش ہوئی اور ۱۹۲۲ء بالکل خشک اور بے پانی کے گزرا۔ ان حالات میں تمام روس میں شدید قحط پھیل گیا۔ اس قحط کی شدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ماؤں نے اپنے بچوں کے گوشت کو اپنے لئے حلال کر لیا اور جب عورتوں میں ایک ماں سے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا گیا ماں نے بلا افسوس و شرمندگی جواب دیا "وہ لڑکی مر رہی تھی آج نہ مرنے دو چار روز بعد مر جاتی اس لئے میں نے سوچا میں اپنی بھوک کیوں نہ رفع کر لوں" دورانِ جرح میں دریافت کیا گیا "کیا تم کو اس حرکت پر ندامت نہیں ہوئی؟" جواب ملا "اگر لڑکی کی زندگی کی امید ہوتی تب تو افسوس و ندامت ہوتی اب تو اس کے مرنے کا وقت آ ہی گیا تھا" جب عدالت نے کہا تمہیں

احساس ہے کہ تم نے کتنا سنگین جرم کیا ہے" تو عورت چلائی "جرم جب ہزاروں
 کو قدرت مار رہی ہے اور جب ہم خود ایک دوسرے کو مار رہے ہیں تو میرا مانا کہاں
 سے جرم ہو گیا" جب عدالت نے استفسار کیا "تمہیں سزا کاخون نہیں" تو جواب
 دیا "میرے گولی مار دو موت تو آئی ہے ہی" جب سوال کیا گیا کہ کیا تم بچوں سے
 محبت نہیں کرتی تھیں؟ جواب دیا "مجھے معلوم نہیں اس وقت میں کچھ نہیں سکتی"
 ایک ایسی مخلوق جس کو عدل نے روحانی طور بخشا ہو جس کو شرف المخدرات
 کے لقب سے یاد کیا ہو اور جس میں تمام کائنات کو سنجبر کرنے کی اہلیت و ولایت
 کی ہو اس کا یہ حال کہ ایک ماں اپنی بیٹی کے گوشت کو اپنے ابرو حلال کر لے نفس
 انسانی ہنوز خام ہے وہ اس چند روزہ زندگی ہی کو زندگی تصور کئے ہوئے ہے
 انسان کو ہنوز یہ یقین نہیں کہ اس زندگی سے ماورا اور بہت سی زندگیاں ہیں جہاں
 اس زندگی کے اعمال سرمایہ حیات ہونگے نہ کہ عمر رفتہ کا طول و عرض۔ ایک اور
 ماں نے اپنے بچے کے گوشت سے اپنی بھوک بھائی اس سے اس حرکت کے متعلق
 استفسار کیا گیا جواب دیا "میرا بچہ تھا مجھے حق تھا کہ اپنی زندگی بچانے کے لئے
 اس کو مار کر کھالوں" عقل کی فتنہ کاریاں عجیب ہیں۔ انسان اپنے لئے کیا کیا
 جواز پیدا کر لیتا ہے روزمرہ کی زندگی میں انسان ذرا سی تکلیف دور کرنے یا منفعت
 حاصل کرنے کے لئے غیر اخلاقی کردار کو جائز کر لیتا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ کوئی مسخ
 موت کے خوف سے اس درجہ تاریک ہو جائے کہ اپنی اولاد کو ذبح کر کے کھالے
 جس قحط کی تباہ کاریاں روحانی لطافت کو فنا کر دیں اور ماں باپ کو اپنے
 بچوں کو ذبح کر کے کھالینے پر آمادہ کر دیں اس کا نقشہ قلم نہیں کھینچ سکتا بلکہ اس
 کا اندازہ بیدار فہم خود ہی کر سکتے ہیں۔ اس قحط کے زمانے میں نہ "نہ" کی اصلاحات
 کا اثر محسوس ہو سکتا تھا اور نہ ان کے حسن و قبح کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا چنانچہ

نپ، ۱۹۲۱ء میں صفحہ قرطاس بریڈیک و لکش تحریر یہی رہی اور بس۔ ہاں ۱۹۲۲ء میں جب باران رحمت نے روس کو شاداب کیا اور زمین اپنے خزانے اگلنے لگی۔ گوہ بیابان وادی و میدان شاداب سبزہ نازین گئے اور کسان کی اہلہاتی ہوئی کھیتوں نے اس کے چہرے پر دو سال کے بعد از سر نو بستم پیدا کر دیا اس وقت نپ کی اصلاحات کا ملک میں اثر محسوس ہوا۔

روسی عوام اختراع کثرت کے ارتقائی مہولوں سے نا آشنا۔ علم و فضل سے عاری، سرمایہ دارانہ نظام کے طرز فکر سے متاثر تھے ان کی نگاہ ذاتی اور فوری ضرورتوں سے آگے نہ جاتی تھی وہ اسی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے تھے جس طرح ان کے آباؤ اجداد کر رہے آئے تھے البتہ یہ آرزوان کو ضرور ستاتی تھی کہ امیر ہو جائیں تاکہ زندگی میں قلعے و منشی پیدا ہو جائیں ان کی یہ آرزو پوری ہو رہی تھی چونکہ جاگیر داروں کی آرائشی پر قبضہ کرنے کے بعد وہ متوسط درجے کے کسان بن گئے تھے، نئی اقتصادی تجویز کے ماتحت بازار میں خرید و فروخت کا جاری ہونا متوسط طبقے کے جمہور کے لئے عید ہو گئی اور انہوں نے ہر تدبیر سے اپنی حالت کو بہتر بنانے کی سعی شروع کر دی۔ خرید و فروخت میں نفع اور زندگی میں استحکام کی جھلک دکھائی دی تو متوسط طبقے نے از سر نو ملک کی سیاسی زندگی پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن اس زمانہ میں بھی شہری مزدور کی حالت اچھی نہ تھی اس کی مزدوری ہنوز اتنی کم تھی کہ وہ ضروریات زندگی بھی خرید نہ سکتا تھا۔ چنانچہ مرکزی اقتصادی کونسل کے صدر نے دوران تقریر میں کہا روسی مزدور کی اجرت بہت گری ہوئی ہے وہ اس قلیل اجرت سے اپنی ضروریات زندگی بھی پوری طرح نہیں خرید سکتا۔

ذیخوبیت نے اس کا یہ جواب دیا "مزدور کی قلیل اجرت کا مسئلہ تو طاعون بن گیا ہے۔ مزدور کی اجرت اسی وقت زیادہ ہو سکتی ہے جبکہ ملک کی تمام صنعتوں

حرفت ترقی کرے اس زمانے میں روس میں بنیں لاکھ مزدور کام کر رہے تھے اور ان پر ۱۰ لاکھ نگران تھے یعنی ہر دو مزدوروں پر ایک افسر تھا۔ اصل یہ افسروں کا طبقہ اشتراکی نظام کے لئے دیکھ بنا ہوا تھا۔ ان کی معقول تنخواہوں اور اس پر بدعنوانیوں سے ان میں اضافہ کرنے کی کامیاب سعی نے ملک کی صنعت و حرفت کی کمزوری ڈالی تھی مختلف اشیاء جو شہروں کے کارخانوں میں بنتی تھیں وہ مختلف راستوں سے ان افسروں کے چنگل میں جاتی تھیں اور غریب مزدور خالی ہاتھ رہ جاتا تھا۔

روس میں جب ایک ایسا معتدبہ طبقہ پیدا ہو گیا جس کی خوشحالی و فلاح البالی نپ کے سرمایہ دارانہ رجحانات سے وابستہ ہو گئی تب کیونکر ممکن تھا کہ برجوازی رجحانات ملک میں ترقی نہ کرتے چنانچہ تیرویں کیونٹس کانگریس کے اجلاس میں زینو کیف نے تقریر کرتے ہوئے کہا روس میں برجوازی طبقہ از سر نو پیدا ہو گیا ہے ہم نے اس کو پانچویں منزل سے دسے بٹکا تھا لیکن یہ پھیرا اپنے پاؤں پر گھڑا ہو گیا نئی اقتصادی اصلاحات کے ماحول میں اس طبقہ کا ترقی کرنا ناگزیر ہے۔ اب صرف یہ سوال قابل غور ہے کہ کہیں نئی اقتصادی اصلاحات حد سے تجاوز تو نہیں کرنی ہیں؟

۱۹۲۴ء میں ملک کی صنعتی اشیاء کا ۳۵.۲ فیصدی حکومت کے کارخانے تیار کرتے تھے باقی ۲۴.۲ نجی کارخانوں میں تیار ہوتا تھا۔ صنعت و حرفت کا جہاں تک تعلق تھا حکومت کا پہلہ بھاری تھا۔ ملک کی تمام اہم اور وسیع صنعتیں چونکہ حکومت کے قبضہ میں تھیں اس لئے حکومت اقتصادی و سیاسی اثر سے بچ کے کارخانوں کی زندگی و موت پر قابو رکھتی تھی۔ لیکن زراعت میں حال بالکل برعکس تھا۔ حکومت کی اشتراکی بیج کی زراعت صرف چار فیصدی تھی باقی تمام ملک کی زراعت پر انفرادیت پسند کسان کا قبضہ تھا اس کے علاوہ ملک

کی کل خوردہ خرید و فروخت کا ۶۷.۵ فیصدی بھی نپ ہینڈ لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ایک ذراعت پیشہ ملک میں جہاں صنعت و حرفت ابتدائی سنازل میں ہوزمین کا کل ۴ فیصدی حصہ اشتراکی طور پر کاغذت ہوتا ہوا باقی راضی کو انفرادیت پسند کسان خود اپنے ذاتی مفاد کے لئے کاغذت کرتا ہوا اس ملک میں سرمایہ دارانہ رجحانات کا عود کرنا ناگزیر تھا چنانچہ اس زمانہ میں روس کی اقتصادی زندگی دو رنگی ہو گئی تھی۔ صنعت و حرفت کا زیادہ لیکن زراعت کا بہت قلیل حصہ اشتراکی طریقہ پیداوار کے زیر اثر تھا اگر معاشرہ کے ایک شعبہ میں اشتراکی طریقہ کار جاری تھا تو دوسرے شعبہ میں سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار اپنی پوری طاقت سے کام کر رہا تھا اب بالشویک آمریت کا صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ اشتراکی رجحانات کو دہنے نہ دے نیز سیاسی و اقتصادی دباؤ ڈال کر ملک کی اقتصادی زندگی کو اشتراکیت کی طرف لائے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے سختی اور تشدد و ظلم اور ستم سیاسی اور اقتصادی تدبیروں طبقاتی رنجشوں اور دوسرے مناسب طریقوں سے کام لیا جا رہا تھا اور ایک پس افتادہ ملک میں کمیونسٹ نظام قائم کرنے کی سعی جاری تھی کہ تاریخ نے ورق پلٹا اور وہ حالات رونما ہو گئے جن کا اہل نظر کو گمان تھا لیکن یقین نہ تھا۔

بوشیوک اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں

کم فہم اور بے عمل احباب کی صحبت انسان کو بے عمل و غلط خرام بنا دیتی ہے فرد کی عادات و خصیلات اور اس کے عام اسلوب زندگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاتا ہے کہ اس کی نشست و برخاست کس قسم کے افراد میں ہے۔ خاص قسم کے احباب کی صحبت ہی کسی فرد کو متاثر نہیں کرتی بلکہ علم و ادب کی کسی خاص صنف کے مستقل مطالعہ سے اس ادب کا رنگ اور طرز خیال انسان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ غواہ وہ کسی خاص فرد کی صحبت ہو یا کسی خاص نوع ادب سے اختلاط انسان متاثر ہو رہا ہو جاتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ جو ہر وقت قال اللہ و قال التہ تسول کہتے رہتے ہیں جن کی راتیں عبادتوں صحیح تلاوت قرآن اور دن و ظائف و مراقبہ میں صرف ہوتے ہیں۔ ان میں ایسے مضحکہ خیز تصورات کس طرح پیدا ہوئے جن کی وجہ سے اسلام کا بحر بکراں کھٹے کھٹے ایک جوئے تنگ ہو کر رہ گیا۔ یہ مسئلہ سامنے آتے ہی دل کی دنیا دھو دو کر ب سے کانپنے لگتی ہے اور یہ شبہ گزرنے لگتا ہے کہ شاید آسمانی مینوں اور دیگر مذہبی کتب میں حقیقی زندگی کی وہ موج تیز خرام موجود ہی نہیں جس کا ذکر مسلمان کی زبان پر ہے۔ گمان گذرنا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کتب مقدسہ میں تعمیر و ترقی کی شو ہوئی ان کی صحبت مسلمانوں

کی انفرادی اجتماعی زندگی کو ضرور جگمگا دیتی جس خود ساختہ ظلمت کدہ میں اسلامی دنیا آج سانس لے رہی ہے اس کو دیکھ کر یہ گمان گزرتا ہے کہ مسلمان جن کتب مقدسہ کو اپنا مایہ ناز خیال کرتے ہیں شاید وہ خود محروم ضیاء ہیں اور اس لئے ان سے افادہ سوائے تاریکی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن تاریخ مجتہدانی نہیں جاسکتی اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ دورِ رفتہ میں ایک مدت تک ضیائے قرآن سے محروم سینوں سے الوار و تجلیات کی وہ خٹک و روشن شعاعیں نکلتی رہیں جن سے غیر متدن و تاریک دنیا جگمگا اٹھی۔ مقہور اور غلام دنیا کو خودار کا، اخوت انسانی مساوات اور انادوی کا پیغام دنیا اسلام کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ تاحشر اسلام کا یہ احسان بنی نوع انسان کے شانوں پر رہے گا۔

اسلامی دنیا کی گذشتہ تنویر سے ہٹ کر جب نظر موجودہ تاریکی پر پڑتی ہے تو طبیعت کو اس راز کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک ہی قرآن کی تعلیم سے ضیاء و ظلمت کس طرح پیدا ہوئے اس مسئلہ پر نظر ڈالنے سے یہ علم ہوتا ہے کہ مذہبی صحیفے صرف مفکر طبیعتوں کی رہبری کرتے ہیں تدبیر و تفکر سے محروم فرد مذہبی صحیفوں سے رہبری حاصل نہیں کر سکتا جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم اور قدور پر غور کرنا ترک کر دیا تو گویا وہ قرآن کی حقیقت کو بھول گئے۔ قرآن مادہ و روح حیات و موت، حق و باطل، راحت و کلفت، سکوت و صوت، بحر و بر، کوہ و دشت، گل و خار، بہار و خزان، برق و باران، ماضی و حال، گرد و پیش، وحدت و کثرت، وقت و فضا پر انسان کو غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے لیکن وہ کسی فرد کو تدبیر و تفکر کی دعوت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا یہاں انسان کو خود مختاری عنایت ہوئی ہے۔ مندرجہ بالا حقائق پر سائنسدان کی طرح تدبیر و تفکر کرنا انسان میں قرآن کے مطالب و معانی سمجھنے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔

استعداد حاصل کرتے کے بعد جب انسان کسی مذہبی صحیفہ کا مطالعہ کرتا ہے تب اس کو بصیرت حاصل ہوتی ہے اور وہ نئی دنیا تعمیر کرنے لگتا ہے۔ رسمی طور پر قرآن کی تلاوت اور تدبر و تفکر سے انحراف کرنے کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان قرآن کی فکر و عمل کی دعوت کو تقدیر پر صابر و شاکر رہنے کی تلقین سمجھے اور یہ غلط تخیل ان کو غیر محسوس طور پر بلندی سے گہستی کی طرف لے گیا۔ مکتب فارحرا سے اغماض یعنی سکون و اطمینان قلب کے ساتھ کائنات کی ہر شے مثلاً نضنا۔ وقت۔ سکوت تنہائی۔ دل۔ دماغ۔ روح۔ مادہ وغیرہ پہلیک سائنسدان اور محسوس اور حقیقت شناس فلسفی کی طرح عمیق نظر ڈالنے سے انحراف کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں نے قرآن کے سمجھنے کی اہلیت کھو دی۔ جب کسی کتاب کے مطالب و معانی کے فہم کی اہلیت فنا ہو جائے تو اس کو بار بار دہرانے سے کچھ فیض نہیں پہنچتا۔ مسلمانوں کا بدتر تفکر سے نماز و انحراف صدیوں سے آج تک قائم ہے اور اس کا قیام زوال کے مترادف ہے۔

اسلامی دنیا میں بخارا غیر معروف نام نہیں یہ مقام دور رفتہ میں اسلامی عظمت کا نشان رہ چکا ہے ان چند اوراق میں ماضی کی یاد تازہ کرنا مقصود نہیں اس سلسلہ میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہو گا۔ کہ آج بھی بخارا کی ۲۵۰ عالیشان مساجد اس شہر کی گذشتہ عظمت پر نوٹہ خواں ہیں۔ اور آج بھی مورخ کی بیدار نگاہ ۱۵۰ سر قفلک در سگا ہوں کی خستہ عمارات سے اس شہر کے ذوق علمی اور شوق فنون کا اندازہ کر سکتی ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا یہ عممی گہوارہ چنگیز خاں کے ہاتھ سے جس طرح تاخت و تاراج ہوا۔ اس کی خونی داستان تاریخ کے بے تعصب صفحات پر درج ہے۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ عبرت انگیز داستان ان صفحات پر نقش ہے اور عمیق مطالعہ چاہتی ہے۔

۱۷۱۶ء میں پہلی بار پیر اول شہنشاہ روس نے وسطی ایشیا کو اپنے زیر نگیں لانا چاہا۔ لیکن مسلمانوں کے اتحاد عمل اور حربی توانائی نے اس کی سعی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اس ناکامی کے بعد بھی شہنشاہان روس کی حرص تکس نکالیں لگا رہی اس شاداب سرزمین پر برپا رہی رہی۔ کچھ مدت بعد مسلمان حاکموں کے آپس کے نفاق اور نواچاؤ والی اسلامی سلطنتوں کی طرف سے لاپرواہی نے روس کی آرزوں کی تکمیل کے لئے راہ صاف کر دی۔ ۱۷۶۶ء میں وسطی ایشیا کے دو شہر شہر ترکستان اور تاشقند روسی تسلط میں آ گئے۔ مسلمان اب بھی خواب غفلت سے نہ جگنے اور سانس کی طرف سے بے اعتنائی برتتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۶۶ء میں کو قند کے کل علاقہ کا روسی سلطنت سے لحاق ہو گیا۔ اس زرخیز علاقہ کی پیداوار نے زار روس کی حرص و ہوس کو اور بھی تیز کر دیا۔ اسلامی سلطنتوں کے آپس کے اختلافات، اغیار کے لئے دعوت عام تھے کہ ان کے ملک پر حملہ کریں۔ چنانچہ روس نے بخارا پر فوج کشی کر دی۔ تصورات، اعمال و کردار اسلامی نہ ہوں تو قرآن کے کسی خاص لفظ کے بار بار دہرانے سے خستگی اور تدبیر و تفکر سے اعجاز کے اثرات سے مسلمان بچ نہیں سکتے۔ امیر بخارا نے اعلان جہاد بھی کیسا دعائیں بھی کرائیں۔ اس کی فوج بہادری سے بھی لڑی۔ لیکن بے سود مسلمان حکومتوں کی آپس کی رنجشیں ان کے مشرک قدام میں عاجز رہیں۔ زار روس کسی نہا اسلامی حکومت سے ہمیں زیادہ طاقتور تھا۔ اگر بخارا کی فوج ہی جدید جنگی آلات سے مسلح اور حربی سائنس سے آشنا ہوتی تب بھی شاید اپنے ملک کو بچالیتی۔ لیکن امیر بخارا کا لفظ جہاد پر اصرار تھا۔ لفظ جہاد جادو نہیں ہوتا کہ شیخ الاسلام کی زبان سے اس لفظ کے نکلنے ہی آسمان سے فرشتوں کی فوج اتر آئے جنگ احد میں تقابیر سے لاپرواہی اور حرص و طمع سے ہم آغوشی باوجود پیغمبر کی سوجھ بوجھ کے

مسلمانوں کی شکست میں رونما ہوئی جذبِ دروں کی مدد پر جب تک مادی حالات نہ ہوں اس وقت تک زندگی کے کسی معرکہ میں فتح ہونی غیر ممکن ہوتی ہے چنانچہ ۱۸۶۸ء میں بخارا بھی روس کا باجگزار بن گیا۔ برلے نام امیر بخارا کی حکومت قائم رہی لیکن دراصل وہاں اس روسی ایجنٹ کی حکومت تھی جو حکومت روس کی طرف سے امیر کا مشیر خاص مقرر کر دیا جاتا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں جلیو پر بھی روسی حکومت کا اثر ہو گیا اور اسی طرح بتدریج ڈیرہ صدی کے عرصے میں تمام وسط ایشیا تنگ و حقیر ریاستوں کا ایک مجموعہ بن گیا جہاں روسی حکومت کے ایجنٹ مقرر ہو گئے۔ ایجنٹوں نے یہ دانشمندی کی کہ دیگر مغربی اقوام کی طرح اسلامی مالک کے باخندوں کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیا۔ مسلمان چونکہ اسلامی کردار و تسورات فراموش کر چکے تھے اس لئے طویل سجدوں اور دو رکعت نماز باجماعت کی اجازت ان کو نصرانی حکومت سے تعاون کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ امن قائم ہو جانے پر حکومت روس نے ان زرخیز علاقوں سے اقتصادی فوائد اٹھانے شروع کر دیئے۔ ان مالک کی کامیاب و کفح بخش صنعت و حرفت کو جس سفاکی سے تباہ و برباد کیا گیا اور جس جبر و قہر کے فیصلے سے ان مالک کو روس کی صنعت و حرفت کے لئے صرف خام اجناس پیدا کرنے پر مجبور کیا گیا اس کی خوشحالاں داستان بھی اسی نوعیت کی ہے جس کا تجربہ ہر محکوم ملک کو ہوتا ہے اس کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس جگہ صرف یہ بتا دینا کافی ہے کہ چند سال ہی میں وسط ایشیا سرمایہ داری کا شکار ہو کر روس کی چاکری میں سرگرم ہو گیا لیکن سرمایہ دارانہ نظام کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ یہ نظام جہاں بہت بڑے پیمانے پر اقتصادی نفع پیدا کرتا ہے وہاں ایک ایسا بیدار طبقہ بھی پیدا کر دیتا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ طریقہ

پیداوار کے اجراء کے کچھ عرصہ بعد نہ صرف روس بلکہ دورِ افتادہ بخارا میں بھی ایک ایسا بیدار طبقہ پیدا ہو گیا جو امیر بخارا سے اقتصادی و سیاسی مراعات حاصل کرنے کے لئے برسہا برس بھڑک رہا ہو گیا۔ یہ جماعت جدید کے نام سے موسوم تھی جس کا منہاں کے نظر بخارا میں ترکی کا ایک سیاسی دستور قائم کرنا تھا اور بس جدید کے علاوہ نین چٹائیں اور تھیں ایک روسی ایتھنٹ کی جماعت جو بخارا کو اقتصادی طور پر بالکل خشک کر دینا چاہتی تھی۔ دوسری امیر بخارا کی جماعت جو امیر جاگیردار طبقہ کا برس اقتدار آنا اور خود ایتھنٹ کے جنگل سے لگانا چاہتی تھی تیسری افلاس زدہ غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کی جماعت جو اپنی حالت سے ضرور غیر مطمئن تھی لیکن جس کو یہ خبر نہ تھی کہ اُس فرسودہ حالت سے نکلنے کے کیا ذرائع ہو سکتے ہیں۔

جس طرح انسان کا جسم ایک وحدت ہے اگر پیر پیر سرخ دانہ نمودار ہوتا ہے تو وہ رات کی نیند حرام کر دیتا ہے اور تمام جسم کو متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا بھی ایک وحدت ہے۔ اس کے کسی گوشہ میں انقلاب تمام کرہ عرض کو متاثر کرتا ہے۔ لیکن انسانی فہم کی یہ کوتاہی ہے کہ وہ اپنے انفرادی ملکی و قومی مفاد کو دنیا کے عام مفاد سے جدا ہی خیال کرتا ہے موجودہ جنگ نے عام نظر پر کرہ عرضی کی وحدت کا راز منکشف کر دیا ہے لیکن دنیا والوں کو ہنوز یہ سمجھنا باقی ہے کہ تمام کائنات جس میں ہمارے کرہ سے صد گنے وسیع سیارے لاکھوں کی تعداد میں گردش کر رہے ہیں وہ تمام ایک ہی وحدت ہے۔ وحدت کل ہے اور کثرت وحدت کے نمایاں ہونے کا ایک طریقہ ہے وحدت اپنے انہار کے لئے چونکہ کثرت کا جہاں بنتی ہے۔ اور یہ کثرت اکالوں سے مرکب ہوتی ہے اس لئے انسان ان اکائیوں کی انفرادیت و کثرت میں الجھ جاتا ہے اس کی نگاہ ان اکائیوں کے مشترکہ وحدت سے ہٹ جاتی ہے انسان نے ہنوز کرہ عرضی اور بنی نوع انسان کو وحدت مان کر

سوچنا شروع نہیں کیا۔ فرد و جماعت کو۔ جماعت پوری قوم کو ایک قوم دوسری اقوام کو متاثر کرتی ہے۔ فرانس میں انقلاب ہوا تو ساری دنیا متاثر ہوئی۔ اسی طرح ۱۹۰۵ء میں روسی انقلابی جدوجہد نے جہاں تار روس کے عیش و نشاط کو منہ بسا دیا وہاں امیر علیم خان والی بخارا کو بھی متعدد سیاسی جھٹکے دئے۔ رفتار زمانہ کے یہ امر خلاف ہوتا اگر اس انقلابی دور میں کوہ قاف۔ والکا۔ کریمیا کے علاقوں کے بیدار مسلمانوں اور وسط ایشیا کے بیدار مغز و ذی ہوش مسلمانوں میں رشتہ ارتباط قائم نہ ہوتا۔ ان تعلقات کا یہ نتیجہ ہوتا کہ موسکو سے لے کر بخارا تک انقلابی جرائد و کتب کی آمد کا سلسلہ قائم ہو گیا اور ان کے ذریعے سے موسکو اور پیر برگ کی انقلاب پسند جماعت کی آتش بیانی، ان کے دلائل و براہین، ان کی جرأت و بہمت کے مظاہروں کے تذکرے بخارا و سمرقند کی شاہراہوں اور ایوانوں میں بیک وقت ہوتے لگے۔

ایک خاص نوع کے میدان فکر سے نکل کر دوسرے انکار کی دنیا میں داخل ہونا خام فکر کے لئے اس مادی جسم کو چھوڑ کر فنی دنیا میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔ جدید تصورات کو اپنانے میں دشواریاں ہوتی ہیں۔ اور وقت لگتا ہے۔ جدید پارٹی ہنوز فرسودہ فکر کی روشنی میں آئینی جدوجہد رہی تھی کہ ۱۹۱۶ء میں روس میں انقلاب ہو گیا۔ اور تار روس کی حکومت ایک دفتر پارینہ بن گئی۔ قلب پر صدر بننے سے تمام جسم متاثر ہو جاتا ہے۔ تار روس کی برطانیہ والی بخارا کے قصر شاہی کے نگرے ہلا دئے۔ موسکو کے انقلابی عناصر کے پیغام اخوت کا وسط ایشیا پہنچا تھا کہ مردہ دلوں میں جان پڑ گئی۔ بعض مرتبہ قویوں کی موت کے بعد ان کی ناز و نونہ کی عجیب طرح سے واقع ہوتی ہے۔ قہر یا ذلت اللہ کی طرح موسکو سے نعرے بلند ہوئے "اخوت انسانی" زندہ باد اور وسط ایشیا کی آبادی میں جان پڑ گئی۔ آج بھی معجزات عام ہیں۔ لیکن چشم مینا اور دل بیدار نہیں

جوان کو دیکھے اور سمجھے۔ دل کشا مناظر موجود ہیں لیکن ہم زاویہ نگاہ کھو چکے ہیں جس
 زاویہ سے دیکھنے سے منظر کی حسن و خوبی کا ہماری آنکھ پر پورا پورا عکس پڑتا رہا۔ اس زمانے
 میں امیرِ عظیم خاں نے جمہور کی عام بیداری اور جرأت سے متاثر ہو کر مراعات دینے
 کا وعدہ کر لیا اور اعلان کے ذریعہ سے جدید پارٹی کو ایک کانفرنس میں شامل ہونے
 کی دعوت دی۔ لیکن جب اس پارٹی کے لیڈر فیض اللہ اس کانفرنس میں پہنچے
 تو امیر بخارا اور اس کے وزراء کے علاوہ ایجنٹ روس مسٹر لکڑ، حکومت کے عمال
 اور مذہبی رہبروں کو بھی موجود پایا۔ گفتگو ہوئی لیکن نتیجہ خیز نہیں۔ اس کانفرنس میں
 اگر کوئی سیاسی معاہدہ ہو بھی جاتا تب بھی شاید مضد ثابت نہ ہوتا۔ کیونکہ اب وسط
 ایشیا روس کی حالت کا آئینہ بن گیا تھا۔ موسکو و پٹرورگ ریڈ کی ہر سیاسی تبدیلی اب
 بخارا۔ سمقند۔ ترکستان پر اپنا سایہ ڈالنے لگی تھی۔ اگر موسکو میں جمہوریت پسند سوشل
 انقلابی پارٹی کو عروج ہوتا تو بخارا میں بھی جدید پارٹی توانائی محسوس کرنے لگتی۔ پٹرور
 گریڈ میں گوریلوف اور کرشکی کو زک پہنچتی تو یہاں بھی رجحانی عناصر دہنے شروع
 ہو جاتے۔ موسکو میں بولوشیوک کے مظاہرے ہوتے تو یہاں بھی انقلاب انگیز عناصر
 کی رگ سچے میں گرم گرم خون جوش مارنے لگتا۔ موسکو کی سیاسی حالت کے ساتھ
 ساتھ بخارا کی بھی سیاسی حالت بدلتی رہتی تھی۔ پٹرورگ ریڈ میں جیسے بدترج کرشکی کی
 حکومت مشکلات میں گھرتی گئی۔ بخارا کی جدید پارٹی کا بھی وقار ملک میں کم ہوتا گیا
 اور ایک نئی نوجوان بخارا پارٹی وجود میں آگئی۔ اس پارٹی نے منظم ہوتے ہی ایک
 کمیٹی بنائی اور اپنے مبلغین کو نہ صرف دیہات بلکہ فوج میں تبلیغ کے لئے روانہ
 کر دیا۔ اس تدبیر سے نوجوان بخارا پارٹی نے فوج میں بھی اپنے ہمدرد پیدا کر لئے۔
 نوجوان پارٹی کو انقلابی جدوجہد کرنے کیجھ عرصہ ہی ہوا ہو گا کہ روس میں بولوشیوک
 پارٹی مکمل طور پر برسرِ اقتدار آگئی۔

بولشویک نے برسرِ اقتدار آتے ہی ایک اعلان ”جمہور کے حقوق“ نشر کر دیا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ جو اقوام کج تک زار روس کے پنجہ بخونی کا شکار رہی ہیں ان کو مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اور یہ حق بھی دیا جاتا ہے کہ اگر وہ پسند کریں تو موسکو کی مرکزی حکومت سے علیحدہ ایک خود مختار حکومت قائم کر سکتی ہیں۔ موسکو کی بولشویک حکومت کا یہ اعلان امیر بخارا کے فہم سے باہر تھا۔ وہ یہی خیالی کرتا رہا کہ یہ اعلان بولشویک کی ایک سیاسی چال ہے جس کی مدد سے بولشویک کی نئی غاصب حکومت اپنی انقلابی جدوجہد میں مقبول و مجبور قوموں کی امداد و تعاون حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ابھی اس اعلان پر عوام و خواص میں تنقید و تبصرے ہو ہی رہے تھے۔ کہ موسکو سے ایک اور اعلان موصول ہوا۔ جس پر لینن اور اسٹالن کے دستخط مضبوط تھے۔ یہ اعلان مشرق اور روس کے مسلمانوں کے نام تھا۔ جس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اشتراکی فیڈریشن میں مسلمانوں کو اپنے مقتدر و تصورات اور خاص تہذیب و تمدن کے مطابق اپنے ممالک کے دستور حکومت کی تشکیل کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔ مسلمان اپنی قومی زندگی کو اپنے خاص تخلیقات کے بموجب وضع کرنے میں پورے آزاد ہونگے۔ اور ان کے ان حقوق کی بولشویک حکومت پورے طور پر حفاظت کرے گی۔ والی بخارا یہ اعلانات بار بار پڑھتا تھا لیکن اس کا قرون وسطیٰ کا فہم و ادراک ان ہم اعلانات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ امیر کوہنؤ یہ یقین نہ تھا کہ نکلواؤ روم جس کی فوج کا امیر بخارا اعزازی جنرل تھا۔ اور جس کے سائے ماطفت میں امیر نے ہیر سے جواہرات و طلا رووقرہ کی شکل میں اتنی دولت جمع کر لی تھی کہ وہ افسانہ معلوم ہوتی تھی جس زلزلہ اس کے دور حکومت میں امیر نے..... اور ویل مدسی کی صنعت و حرفت میں لگا رکھے تھے وہ اس آساق سے برہات کیا جاسکتا ہے اور لینن اور اس کے شرکار کا جن کی کل تک عندار مجرموں کی حیثیت تھی وہ آج سربراہے سفینت ہو سکتے ہیں ما امیر بخارا لے

نزدیک قدرت مکانات عمل کا قانون محرک چکی تھی۔ تغیر و تبدل کا منہاں کا قانون نہیں رہا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ یکسانیت و تکرار نے لی تھی۔ والی بخارا کو یقین تھا دولت و غربت آقا و خادم کا فرق قانون ایندوی ہے جو ہمیشہ جاری و ساری رہیگا کچھ لوگ ہمیشہ خوشحال اور حاکم رہیں گے۔ اور دوسرے ہمیشہ تباہ حال اور محکوم۔ امیر بخارا کو یہ خبر نہ تھی کہ دنیا بہت تیزی سے اسلامی مساوات کی طرف جا رہی ہے اور وہ زمانہ آ گیا ہے کہ مساوات کے منافی چند رسومات جن کو اسلام نے تمدنی و تاریخی ماحول سے مجبور ہو کر جاری قرار دے دیا تھا وہ بھی عصر حاضر کی وحی اور دنیا کے ارتقاء نے مسترد کر دی ہیں۔

تباہ کن زلزلہ صرف چند صدیوں کو تہہ و بالا کرتا ہے۔ کوہ آتش فشاں صرف چند آبادیوں کو خاکستر کرتا ہے۔ سمندر کی خشمناکی چند جہازوں اور چند ساحلی آبادیوں کو فنا کرتی ہے اور بس۔ لیکن انسانی عمل کا طوفان محشر خیز ہوتا ہے۔ وہ چند صدیوں اور چند آبادیوں تک محدود نہیں رہتا۔ وہ حدود کی پابندی سے بے نیاز ہوتا ہے اور کرۂ ارض کے ہر گوشہ کو صدیوں تک متاثر کرتا رہتا ہے۔ انقلاب روس بنی نوع انسان کی ایک ایسی کڑی تھی جو صدیوں کے بعد اسی خاکدان میں بسنے والے ایک خاص فطری قانون کے مطابق بدلتے اور خستگی سے بیداری کی سمت مراجعت کرتے ہیں۔ انقلابی بیداری معاشرے کے ہر طبقہ میں زندگی کے آثار نمایاں کر دیتی ہے بخارا میں جب منوسکو کے لغو ہائے انقلاب کی گونج پہنچی تو اس نے سب کو خواب غفلت سے جگا دیا۔ امیر بخارا نے رجعتی و شہنشاہیت پسند اور مذہبی عناصر کو یکجا کیا۔ جدید پارٹی نے سرمایہ دار و برجوازی جماعت کی اور نوجوان بخارا پارٹی نے انقلابی جمہور کی تنظیم شروع کر دی۔ والی بخارا اپنے شخصی اقتدار کو عینہہ قرار رکھنا چاہتا تھا۔ جدید پارٹی ایک نئی جمہوریت کے قیام کی حامی تھی تاکہ سرمایہ دار و برجوازی طبقات

ملک کی تمام صنعت و حرفت و زراعت کو کامل طور پر اپنے تصرف میں لاسکے۔۔۔
 نوجوان تجارت پارٹی سوویٹ نظام قائم کرنے کی خواہاں تھی مگر چہ بخارا کے ان تینوں
 گروہوں کے مفاد میں تضاد تھا لیکن جب جدید پارٹی کو یہ علم ہوا کہ بولشویک کی
 قومی حکومت کے قیام سے علاوہ قوم کی اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت انقلابی جمہور
 کی تھی۔ تو ان حالات کے ماتحت جدید پارٹی نے امیر بخارا کی پارٹی سے متحد ہو کر نوجوان
 بخارا پارٹی کے خلاف ایک مشترکہ محاذ قائم کر دیا اور دیگر معاویین کی جستجو شروع
 کر دی اس تلاشی میں ان کی نظر سلطنت برطانیہ پر پڑی۔ ان کا یہ انتخاب درست
 تھا۔ چونکہ برطانیہ اپنے مفاد کی خاطر وسط ایشیا میں اکثر کی نظام اور بولشویک اثر
 قائم ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ افغانستان و ہندوستان کے قریب سوویٹ طریقہ
 حکومت کا اجراء برطانیہ کے لئے نایاب خطرہ تھا۔ بولشویک کا حسب ذیل اعلان
 ہوا کا رخ تیار ہا تھا اور برطانیہ کو برسوں و ہر سال کرنے کے لئے کافی تھا۔

مشرق کے مسلمانوں۔ فارس کے باشندوں۔ ترکوں و عربوں۔ ہندوؤں۔

جن کی جان و مال اور آزادی صدیوں سے مغربی ممالک کی اہمیت کا شکار بنی ہوئی
 ہے اور جن کے ممالک کی تقسیم کے لئے موجودہ خونخوار جنگ لڑی جا رہی ہے بولشویک
 تمہاری اطلاع کے لئے اعلان کرتے ہیں کہ زار روس کے خفیہ معاہدے جو اس لئے
 قسطنطنیہ کو زیر نگین کرنے کے لئے دوسرے سرمایہ دار ممالک سے گر رکھے تھے
 اور جن کی پابندی کر تھکی نے تسلیم کر لی تھی یہاں کو کلام قرار دیتے ہیں۔ بیماری حکومت
 دوسرے ممالک کو غصب کرنے کے خلاف ہے۔ قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہی قبضے
 میں رہنا چاہئے۔ زار روس نے فارس کے حصے بخرے کرنے کے متعلق جو معاہدے
 کئے تھے۔ یہاں کو بھی منسوخ کرتے ہیں۔ فارس کے باشندوں کو اپنی حکومت کی
 تشکیل کرنے کا کامل اختیار ہے۔ ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ ترکی کی تقسیم اور گھنٹیا

کے احقاق کی بابت زار روس کے دوسرے مغربی ممالک سے جو معاہدے تھے ان کو جاک کر دیا گیا ہے۔

بولشویک کا یہ اعلان حاصل امیر بخارا اور برطانیہ کو ہمہ گوش ہو جانے کی دعوت تھی۔ اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے والی بخارا نے بولشویک سے رشتہ اتحاد منقطع اور سوویت حکومتان سے تعلقات پیدا کرنے کی سعی کو جرم قرار دے دیا۔ ان ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد اتحادی (امیر بخارا۔ جدید۔ برطانیہ) نوجوان بخارا پارٹی کی انقلابی جدوجہد کے دبانے کے لئے فوج فراہم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ غیر متمدن ملک میں جہاں جمہور نان شبینہ کے محتاج ہوں چند درم میں انسان کی زندگی خریدی جاسکتی ہے چنانچہ قلیل عرصے میں رجعتی عناصر فوج جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

زرعتی ملک میں اشتراکی انقلاب کرنا جوئے شیر لانے سے بھی کہیں زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ غیر تعلیم یافتہ و پس افتادہ جمہور میں اشتراکی نظام کا تصور پیدا کرنا اور اس کے محاسن سے ان کو آشنا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ وسط ایشیا چونکہ کم و بیش زراعتی ملک تھا۔ اس لئے وہاں مفلوک الحال عوام کی تعداد تو کثیر تھی لیکن بیدار مزدور طبقہ اس نسبت سے بہت قلیل تھا۔ اگر کسی ملک میں بیدار مزدور طبقہ کا فقدان ہو تو انقلابی سعی بے روح قابل رہ جاتی ہے۔ انقلاب کی موج رماں بیدار مزدور طبقہ ہوتا ہے جو فوج کو متاثر کر کے انقلاب کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ بخارا میں مزدور طبقہ کی قلت اور کم فہمی کی وجہ سے نوجوان بخارا پارٹی کو انقلابی تنظیم میں بہت دشواریاں پیش آتی تھیں اور غیر ملکی روسیوں کو شریک کار کرنا پڑتا تھا۔ غیر قومیت کے لوگوں کا کسی ملک کی سیاسی تحریک میں حصہ لینا وہاں کے جمہور میں خبیہ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ رجعتی عناصر کا یہ پروپیگنڈا کہ نوجوان بخارا پارٹی بولشویک کی آلہ کار بنی ہوئی ہے اور اغیار کے ہاتھ میں بی ہوئی ہے جمہور کو متاثر کرنے لگا۔ مصیبت قطار در قطار آتی ہے۔ آفات کا ترشح ہوتا ہے

وہ کھل کر نہیں بستیں۔ تجارتی نوجوان پارٹی اعیانہ کے پروپیگنڈے کا ہدف بنی ہوئی تھی کہ خودروس میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور دشمنانِ اختر کیت نے موٹسکو اور وسط ایشیا کا سلسلہ آمد و رفت منقطع کر دیا جہاں سے آب حیات قطرہ قطرہ آ رہا ہو دشمن اس منہج ہی کو بند کر دیں تو تشنگانِ زندگی کو موت کیوں نہ دکھائی دینے لگے۔ موت سامنے آئی تو نوجوان بخارا پارٹی کے قائد اعظم فیض اللہ نے بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور انقلابی فوج کے منظم کرنے میں سرگرم ہو گیا۔ انسان سرگرم عمل رہے تو مفید حالات و واقعات پیدا ہو سکتے ہیں جس کو مذہبی زبان میں بتائید الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالات کی مساعدت دیکھئے کہ اس اثنا میں سوویٹ ترکستان کے جنرل ڈوٹو کی فوج کو شکست دیدی۔ اور وہاں کے اختر کی نوجوان بخارا پارٹی کی امداد کے لئے آزاد ہو گئے۔ دونوں طرف تیاری ہو جانے کے بعد مناظر قدرت نے اشرف المخلوقات کی بہیمیت کا نظارہ دیکھا۔ شہنشاہیت پسند سرمایہ دار بجزازی۔ مذہبی رہبران کے زیر اثر مفکروں کی طبقہ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے۔ ہاتھوں میں چکی ہوئی تلواریں لئے۔ دانتوں میں خنجر دبائے۔ ریزہ پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں آئے۔ دوسری جانب سے خونخوار انقلابی انقلاب زدہ باد کے پچھلے آواز تے محنت کش آزاد کے نعرے لگائے، آلاتی سامانِ حرب سے آراستہ مد مقابل ہوئے۔ رن پڑا۔ اور بولشیوک کے مشین گن کے سرخ کا سپر ہا مشین کیا ہے؟ وہ فولاد کی شکل میں انسان کا صدیوں کا تدبیر و تفکر شاہدہ بعیرت و جدائی ہے وہ انسانی ترقی کا حاصل ہے۔ اور اس سے انحراف انسانی ترقی سے انحراف ہے۔ جو جماعت ترقی کے حاصل سے انحراف کر رہی ہو۔ اس کا شکست پاجانا لازمی تھا۔ چنانچہ میر بخارا کو زک، طحانی، بڑی دار، صلح پر نظر رکھتے ہوئے امیر نے حسب ذیل اعلان نشر کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ کسی قوم کی اس سے زیادہ خوش نصیبی نہیں ہو سکتی کہ اس میں آزادی و مساوات کا رضرہ ہوں۔ اس امر کا پورا پورا احساس ہے کہ اگر ہماری قوم کو آزادی اور دیگر حقوق نہ ملے اور ملکی دستور و عہدہ حاضر کے تقاضا کے بموجب نہ بدلا گیا تو ہمارے ملک میں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اس امر کا کامل احساس ہے کہ ہماری ملک و قوم کی بہتری کی یہ وجہ ہے کہ ہمارے عوام غلام ہیں۔ اور ہماری حکومت میں ضروری اداروں کی کمی ہے۔۔۔۔۔

اس تمہید کے بعد اعلان میں اصلاحات کی ایک طویل فہرست درج تھی۔ جس میں جمہوری حکومت کے قیام، سزائے قتل کی منسوخی اور طریقہ ٹیکس میں تبدیلی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اعلان کے اخیر میں یہ جملہ تھا!

”دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو ہمیں اپنے اس عزم سے ہٹا سکے“

انقلابی کی نگاہ اعلانات پر نہیں ہوتی بلکہ حالات و حقائق پر ہوتی ہے۔ وہ بلند ہنگ اعلانات سے مرعوب نہیں ہوتا بلکہ سیاسی و عوامی اقتصادی حالات میں وہ تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا اجرا جمعی عوام کو دوبارہ تو انا نہ ہونے سے چنانچہ نوجوان بخارا پارٹی نے امیر سے رجحتی فوج کو غیر مسلح کر کے مطالبہ کیا۔ اور اس کا اجرا اپنے نمائندوں کے روبرو چاہا تا کہ اس اہم معاملہ میں دھوکا نہ ہو سکے امیر کے مطالبہ قبول کرنے پر انقلابی پارٹی کا ایک وفد شاداں و خیزان بخارا پہنچ گیا جہاں امیر کے حکم سے ان نمائندوں کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا اور ۳۵۰۰۰ جمعی افواج نے گوگان کے مقام کا جہاں نوجوان بخارا پارٹی اور ترکستان کی سرخ فوج جمع تھی اجانک محاصرہ کر لیا۔ ۳۶ گھنٹے تک رن پڑا انقلابی توپ خانے نے خوب سرگرمی دکھائی۔ لیکن بخارا پر کوئی گولہ نہ لگ سکا۔ امیر بخارا اور غمہ سہی رہبروں نے

اس واقعہ کو قدرت کا معجزہ قرار دیا۔ اور بخارا پر کسی گولہ کا نہ پڑنا اس امر کی دلیل ٹھہرائی گئی۔ ملائکہ اس مقدس مقام اور اس کے ملکی مومنین کی حفاظت کر رہے ہیں اور جس فریق کی طرف سے ملائکہ برسرِ پیکار ہوئے اس کی فتح یقینی ہے۔ اس معرکہ میں بوشیوک کو شکست ہوئی۔ اور امیر بخارا کا وقار از سر نو قائم ہو گیا۔

کھوئی ہوئی سلطنت مل جانے پر والی بخارا کا مسرور ہونا قدرتی تھا۔ لیکن جب اس کو یہ علم ہوا کہ برطانیہ کی افواج فارس و طرانس کا پیا کی سمت بڑھ رہی ہیں اور برطانیہ ہندوستان سے لے کر وسط ایشیا تک بڑی سرعت سے ریل کی ٹرپٹی ڈال رہا ہے تاکہ اس علاقہ میں فوجی نقل و حرکت میں آسانی ہو سکے اس پر امیر کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جولائی ۱۹۱۸ء میں جب برطانوی افواج کی مدد سے بخارا کے رجعتی عناصر غش آباد کی سوویت حکومت تباہ کرنے اور وہاں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو گویا امیر بخارا کی دل کی گلی کھل کر شاہاب پھول بن گئی۔ انقلاب خط مستقیم پر نہیں بڑھتا۔ بلکہ پیچ و خم کھاتا ہوا چلتا ہے۔ اگر انقلاب چار قدم آگے بڑھتا ہے تو دو قدم پیچھے بھی ہٹتا ہے۔ یہ زمانہ انقلاب کی پسائی کا تھا۔ برطانیہ کا افواج و سامان حرب سے رجعتی عناصر کی مدد کرنا اور بوشیوک روس کا خانہ جنگی کی وجہ سے وسط ایشیا کے انقلابی عناصر کی مدد کرنے سے مجبور و عاجز ہونا یہ دو واقعات وسط ایشیا میں انقلاب کے لئے کوئی نیک فال نہ تھے۔ انقلاب کی شکست ہوتے دیکھ کر رجعتی عناصر اگر وہ مدد گروہ انقلابیوں پر ٹوٹ پڑے اور ملک کے ہر گوشے میں ان کے خون کی ندیاں رواں ہو گئیں کبھی مصائبِ آلام مصیبت کا نتیجہ ہوتے ہیں اور کبھی مصیبت سے بچنے کے لئے مصائبِ آلام سے گزرنا پڑتا ہے۔ غلامی کی مصیبت سے بچنے کے لئے انقلابی مصیبت کی موت سے ہم محفوظ ہو رہے تھے۔

اس زمانہ میں برجوازی عناصر کی سرکڑی میں ایک رجسٹری تحریک بسلا سچی کے نام سے شروع ہو گئی تھی جس کا دار مدار مستند انقلابی عناصر کو فنانس تھا۔ امیر و برجوازی طبقات کے زرو مال کا لالچ دے کر اور مذہبی رہبروں نے عوام کی مذہبی نفسی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر متعدد فوجی دستے چھڑا کر لئے تھے۔ جس کو انھوں نے نہ صرف تواریخ و ہتھیاروں سے مرستہ کر لیا تھا بلکہ جن کو برطانوی فوجی افسروں نے قواعد سیکھائی اور جنگی تربیت دی تھی۔ یہ دستے پنڈاریوں کی طرح ہر طرف کشت و خون کرتے پھلتے تھے۔ جہاں جاتے۔ وہاں مقامی طور پر اپنی خور و نوش کا سامان بلا معاوضہ دئے ہتیا کرتے۔ اس طرز عمل سے دیہات میں عام طور پر غم و غصہ کی لہر دوڑ جاتی۔ لیکن غیر مسلح دیہات آلات سے مسلح فوج کے خلاف کیا کر سکتے تھے۔ ان حالات میں رجسٹری عناصر اپنی پروردہ تحریک کی فتح و نصرت کے نغمہ گاتے پھرتے تھے۔ ان کو یہ علم نہ تھا کہ برطانیہ کے کندھوں پر دکھ کر بند و ق طویل عرصے تک نہیں چل سکتی اور ترقی پسند رجحانات مدت تک نہیں روکے جا سکتے۔ ان رجسٹری عناصر کے فہم میں ہنوز یہ حقیقت بھی نہ آئی تھی کہ اس قسم کی تحریکات دو دھاری تلوار کے مثل ہوتی ہیں جو دونوں سمت سے کاٹی ہے۔ ملک میں خانہ جنگی اور طوائف الملوکی شروع ہو جاتے سے زراعت و صنعت و حرفت غرضیکہ ملک کی تمام اقتصادی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ ملک کی اقتصادی زندگی کا درہم و برہم ہو جانا عوام کو بے روزگار کر دیتا ہے۔ بے روزگاری بھوک بڑھاتی ہے۔ بھوک کی شدت طبقاتی احساس کو توانائی بخشتی ہے طبقاتی احساس کی نشوونما طبقاتی کشمکش پیدا کرتی ہے۔ طبقاتی کشمکش انقلاب کے لئے بجایات ہوتی ہے۔ خانہ جنگی کے زمانہ میں صرف یہی نہیں ہوتا۔ کہ ملک کی اقتصادی زندگی میں آشوب اچھاتی ہے بلکہ فوجی ضرورت کے لئے حکومت کی مالی احتیاج ہزار گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ جس کی فراہمی کے لئے حکومت رعایا پر

انواع واقسام کے ٹیکس لگانے پر مجبور ہو جاتی ہے ایک طرف بے روزگاری دوسری طرف متعدد ٹیکس جمہوں کو انقلاب پر آمادہ کر دیتے ہیں۔

۱۹۱۸ء میں وسط ایشیا کی زندگی کا انحصار روئی کی فروخت پر تھا۔ جس کو وہاں کے باشندے سفید جانڈکھ کر بیکار کرتے ہیں یہ روئی ہی ان کا سرمایہ حیات تھی۔ جس کا تمام تر حصہ وہ روس کو فروخت کرتے تھے۔ جب روس کے رجسٹی عناصر نے مغربی یورپ کی مدد سے روس میں خانہ جنگی شروع کی اور لیوڈال پر محاذ قائم کر کے روس و وسط ایشیا کے راستے مسدود کر دئے تو روئی روس نہ جاسکی۔ روئی کا فروخت نہ ہونا وسط ایشیا کے کروڑوں انسانوں کے لئے مصائب و آلام بن گیا۔ جب بھوک کے ستارے ہوئے بد حال کسان و عوام سرمایہ دار بھاگیے دار امیر زمیندار اور خوشحال برعزازی کا کروفر اور شاداب چہرے دیکھتے اس وقت ان کا یہ احساس کہ باوجود مذہبی و تمدنی یگانگت کے وہ دو مختلف طبقے ہیں قوی تر ہو جاتا اور ان کی طبقاتی تضاد پر نظر جانے لگتی۔ بہتہ بہتہ اپنے مشاہدوں کی بنا پر جمہور کو یہ یقین ہوتا جاتا تھا کہ طلائی و نقرئی اور مذہبی زنجیروں میں جکڑ کر خوشحال طبقات غریب جمہور کو ملکیت کے بت پر سے تیار کر رہے ہیں۔ مزدور و غریب عوام میں طبقاتی زاویہ نظر پیدا ہونے کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہوئی کہ روس و جرمنی کی جنگ ختم ہونے پر بخاری سمرقندی۔ ترکستانی۔ جینیوی سپاہی یورپ کے مشرقی محاذ سے اپنے وطن واپس آئے وہ نہ صرف اپنی بند و قین ساتھ لائے۔ بلکہ دلوں میں مستور وہ ازلی قدور اور اشتر کی نعرے بھی لائے جو بولشویک نے ناز کی فوج میں پھیلا دئے تھے۔ اور جن کے اثر سے روسی فوج نے جرمنی کے خلافت برسر بیکار رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس سے انقلابی عناصر کو غیبی مدد یہ ملی۔ کہ محاذ جنگ سے لوٹے ہوئے لاکھوں سپاہی شہر و دیہات میں انقلاب کے علم بردار بن گئے۔

جو سپاہی کئی سال تک موت کے اغوش میں پلا ہو جس کے لئے موت ایک
 تماشہ بن گئی ہو۔ وہ اپنے معتقدات کے اظہار میں ہمیشہ دلیری سے کام لیتا ہے۔
 جب ان سپاہیوں نے وطن آکر ملک کے غریب طبقے کی بد حالی دیکھی تو انہوں نے
 وہی نعرے لگانے شروع کر دیئے جو بولشویک روس میں لگائے گئے تھے۔ نہ صرف یہ
 بلکہ انہوں نے تاتقد میں "شورا اسلامیہ" کے بمقابلہ مسلمان مزدوروں کا سرو
 کے نام سے ایک ادارہ قائم کر دیا۔ دیگر مقامات پر مزدور انجمنیں (یونین) قائم کر دی
 گئیں۔ فرقانامیں جہاں بابر یہ مصرعہ گنگنا تا بچتا تھا۔ "بابر بعیش کوش کہ عالمہ بارہ نیست"
 ان سپاہیوں نے "مفلوک الحال مسلمانوں کی انجمن" کے نام سے ایک طبقاتی ادارہ قائم
 کر دیا۔ انجمنوں کے ان ناموں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وسط ایشیا میں "ملت اسلامیہ" کے
 تحیل کی جگہ اب طبقاتی تحیل نے یعنی شروع کر دی تھی۔ اب مسلمان ایکس برادری
 نہیں رہے تھے۔ بلکہ ان کی متعدد برادریاں قائم ہو گئیں تھیں جن کے مفاد میں تضاد
 تھا۔ اب امیر مسلمان اور غریب مسلمان بمقابلہ تھے۔ ایک طرف امیر و متوسط درجہ
 کے مسلمانوں کی پروردہ و ملک خوار بے ساجھی فوج تھی ماوردوسری طرف مفلوک الحال
 مسلمانوں کی نیم مسلح سرخ فوج جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوئے تھے۔ ملا
 کے مباحثوں میں آخرت اسلامی اور مساوات کے راگ گاننے والوں نے اپنے
 انفرادی مفاد کی خاطر اس آخرت و مساوات کا جس بے رحمی سے قلع قمع کیا وہ
 تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہے غریب مسلمان اس کے موٹس و مسا زانہ لڑتے بلکہ
 لاکھوں کی تعداد میں اپنے دینی بھائیوں کے غیظ و غضب کا شکار ہو گئے۔ لیکن
 حقیقتی قدر کا جادو دیکھئے کہ باوجود بے سرو سامانی کے غریب صرف ایمان کے زور
 پر لڑتے ہی رہے۔ ان کو موت کا یقین تھا لیکن جان کا خوف نہ تھا۔ یہ بے خوفی ہی
 وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان ظلم و ستم سے مجبور ہو کر صرف خدا کے بھروسے پر

نانا صفائی اور تشدد کے خلاف جہاد کرنے کا مقصد ہے۔

امیر بخارا البتاجی دستوں کی فتوحات سے مطمئن و شادان، از سر نو اپنے وسیع حرم کے ساتھ عیش و نشاط میں منہمک ہو گیا۔ نہ اس کو یہ خبر رہی کہ ٹیکسوں میں غیر معمولی اضافے، ضروری اجناس زندگی کی کمی، صنعت و حرفت و زراعت کا انحطاط عام بے روزگاری یہ سب چیزیں از سر نو انقلاب کے لئے نئی بنیادیں قائم کر رہی ہیں اور جمہور میں وہ نفسی اتحاد اور عملی تعاون پیدا کر رہی ہیں جو انقلاب کے لئے بہت سازگار ہوتا ہے۔ اور نہ اس کو یہ وہم و گمان گذرا کہ اس کی محدود و محدود کار سلطنت برطانیہ اپنی سیاسی و فوجی ضرورت کی بنا پر وسط ایشیا سے فوجیں ہٹانے پر مجبور ہو جائے گی۔ نغمہ و سرور کی محویت نے اس کو اتنا بے خبر کر دیا کہ امیر امان اللہ خان کی سعی آزادی اور برطانیہ سے جنگ کی تیاری کی اطلاع بھی امیر بخارا کو نہ ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں افغانستان کی جنگ آزادی اور ہندوستان کی سیاسی بے چینی سے مجبور ہو کر جب برطانیہ نے وسط ایشیا سے فوجیں ہٹائیں، اس وقت امیر بخارا کو اپنی حکومت کے استحکام میں دوبارہ تنگنائی نظر آنے لگا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ بوشیوک مخالفت جرنلوں اور سرمایہ دار مالک کی افواج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ روس میں رجعتی عناصر کی شکست کی ہر اطلاع امیر بخارا کے لئے پیام مرگ تھی۔ ظاہر تھا کہ روس کے رجعتی عناصر کو ختم کرنے کے بعد بوشیوک وسط ایشیا کے رجعتی عناصر کو تباہ کرتے ہیں سرگرم ہو جائیں گے۔ برطانوی افواج کے ہندوستان کی سرحد پر سہلانے اور کوچک و ڈیٹکن وغیرہ کے روس میں شکست کھا جانے سے وسط ایشیا کی سیاسی بساط پلٹ گئی۔ پھر عرصے بعد جب توجران جینیو پارٹی کے ہاتھ سے جینیو کے امیر جنید خان کی شکست اصفہان کو فرار ہونے کی خبر امیر بخارا کو ملی اس کو اپنا بھیمانگ مستقبل زیادہ صاف طور پر دکھائی دینے لگا۔ اب

امیر بخارا نے انقلابی عناصر کے خلاف زیادہ مستعدی سے جگ کرنے کی ٹھان لی ٹیکسوں میں اضافہ اور سامان حرب کی خریداری شروع ہوگی نیز جہاد کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ باطل کے قیام کے لئے جہاد کا اعلان کتنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطل کی یہ کمزوری ہے کہ جب وہ دنیا میں نکلنا چاہتا ہے تو حق کا آنچل اپنے اوپر ڈال کر نکلتا ہے۔ برطانیہ کی امداد ختم ہو جانے پر امیر بخارا نے امیر افغانستان سے ربط و ضبط بڑھانا چاہا۔ دونوں حکومتوں میں ایک دوسرے کے مبصر مقرر و متعین ہو گئے۔ امیر بخارا نے بہت سی بنش قیمت تحائف بطور ہدیہ خلوص و الفت ساتھ افغانستان روانہ کئے۔ امیر امان اللہ خان نے چند توپیں اور پانچ ہاتھی ہدیہ محبت کے طور پر امیر بخارا کے نظر کئے۔ اس اظہار الفت کی تہہ میں راز یہ تھا کہ امیر افغانستان مشرقی بخارا کو اپنے زیر نگیں لانا چاہتا تھا اور امیر بخارا پولشیوک کے خلاف افغانستان کی امداد کا خواہشمند تھا۔ لیکن امان اللہ خان کی یہ سیاست نہ تھی کہ پولشیوک سے تعلقات خراب کئے جائیں۔ افغانستان ان حکومتوں میں سے ہے جس نے سب سے پہلے پولشیوک حکومت کو تسلیم کیا۔ امیر امان اللہ خان کے اس رویہ سے امیر بخارا پر اس امر کا اظہار ہو گیا کہ پولشیوک کے خلاف افغانستان سے مدد کی امید کھنبلے سود ہے۔

مشاہدہ و تجربہ یہ بتاتا ہے کہ خواہ فرد ہو یا قوم، اگر درست تصورات کی روشنی میں سعی و عمل کرے تو اس کو ایک روز اپنے مقصد میں کامیابی ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے اس کے بابت کوئی کلیتہً بیان نہیں کیا جاسکتا۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے سے انسان منزل مقصود کو پا ہی لیتا ہے۔ روس میں حالات رویہ اصلاح ہونے پر پولشیوک وسط ایشیا کی طرف متوجہ ہوئے اور سوویت کی مجلس عاملہ نے تین کار پولشیوک فز تزی

کو تشوہا طبیعت کو ترکستان روانہ کر دیا جہاں پہنچ کر انھوں نے فوراً ترکستانہوں کی قومی و ملکی سوویٹ حکومت قائم کر دی اور اقتصادی زندگی کی تنظیم میں سرگرم ہو گئے قومی حکومت قائم ہوتے ہی اختیار کا یہ غلط پیر و یگنڈا کہ روسی وسط ایشیا میں غیر قومی حکومت قائم کرنا اور اس کو اپنے زیر نگیں رکھنا چاہتے ہیں غلط ثابت ہو گیا اور عوام کا بولشویک کی نیک نیتی پر زیادہ یقین ہو گیا۔ جب اقتصادی تنظیم نے ترکستان میں خوشحالی پیدا کر دی تو جمہور کے لئے سوویٹ حکومت سے غیر مطمئن رہنے کی کوئی وجہ نہ رہی۔ گرد و نواح کی ہمسایہ ریاستیں اب ترکستان کی خوشحالی پر رشک کرنے لگیں۔ اگرچہ رجعتی عناصر تحریروں و تقریر کے ذریعہ سے اب بھی جمہور کو سوویٹ حکومت سے بدگمان کرنے کی سعی کرتے رہے لیکن یہ سلسلہ ہے کہ عملی مظاہرہ کے مقابلہ میں زبان کی فصاحت و بلاغت اور مذہب کے نام میں ذاتی و طبقاتی مفاد کی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ترکستان کی سیاسی امن اور اقتصادی ترقی نے جمہور کے دلوں کو ایسا تسخیر کیا کہ امیروں کے مالی اثرات مذہبی رہبروں کی تلقین۔ برہانزی طبقہ کی ذہانت کوئی بھی اشتراکی اثر کے دائرے کو وسیع ہونے سے نہ روک سکی۔ جنیوا کے بعد بخارا میں بھی ترکستان کے قدم قدم چلنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں تاشقند و ترکستان میں پناہ گزین نوجوان بخارا پارٹی اپنے وطن کے کسانوں اور امیر بخارا کی فوج میں انقلابی تبلیغ کرنے نکل کھڑی ہوئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے انھوں نے حسب ذیل اعلان شائع کیا۔

”محمیان وطن خوف نہ کریں بالصف اور طاقت ہمارے ساتھ ہیں۔ رستم خضار نیولاز دوم ناروس کو جو امیر بخارا کا دوست تھا فنا کر دیا گیا ہے۔ ماہیر کے روسی شہنشاہیت پسند دوست جو اس کو مدد دینا چاہتے تھے مان کا سر زمین روس سے اخراج کر دیا گیا ہے۔ ماہ روس میں خرد و دردی و کسانوں کی مشترکہ فوج منظم

کر لی گئی ہے۔ جو قطعی طور پر بہاری طرف ہے اور ہر لمحہ بہاری امداد کے لئے تیار ہے
جمہوریت پسند ماسٹر کی سرخ فوج اور بخارا کی انقلابی فوج زندہ باد۔

نوجوان بخارا پارٹی کی انقلابی جدوجہد روز افزوں ترقی پذیر تھی اور قلیل عرصہ
میں امیر بخارا کو یہ احساس ہو گیا کہ اس کی شخصی حکومت کی میعاد پوری ہو چکی۔ چرخ
نیلی نام جب رنگ بدلتا ہے اور زندگی کے کسی موڑ سے گزرنے کا وقت آتا ہے تو
اس وقت نیک و صالح اعمال کے سوا کوئی شے کام نہیں آتی۔ زر و مال۔ عزیز و
اقارب اس صعوبت میں مدد نہیں کر سکتے اس وقت انسان کو صرف اپنی باطنی
اہلیتوں اور عملی قابلیتوں پر بھروسہ کرنا ہوتا ہے۔ انقلاب انگیز حالات کی طوفانی رو
بڑھتے دیکھ کر امیر کو اپنی جان عزیز اور اس سے بھی کہیں زیادہ اپنی دولت کی تحفظ
کی فکر پڑ گئی۔ تاریخی حالات کی ستم ظریفی دیکھتے کہ غریب سے لوٹا ہوا زر و مال جس پر امیر
بخارا تمام عمر سائب کی طرح بیٹھا رہا وہ کج حادثہ زمانہ کے سپرد کرنا پڑا تھا۔ تمام عمر
امیر بخارا اللہ سے مکر کرتا رہا۔ لیکن اللہ کے ایک مکر کی بھی تاب نہ لاسکا اللہ کے مکر سے
انصاف پیدا ہوتا ہے۔ مکر و فن۔ جبر و تشدد سے جمع کی ہوئی بے اندازہ دولت اب
انہی افلاس زدہ لوگوں کے تصرف میں جاتی دکھائی دیتی تھی جن سے چھینی گئی تھی۔
لفٹنٹ کرنل اتھرٹن جن کی بخارا میں برطانیہ کے ایجنٹ کی حیثیت تھی اور جو امیر
بخارا کے عزیز دوست بھی تھے اپنے حالات زندگی میں لکھتے ہیں۔

اپنی دولت کو امیر نے برطانیہ کی تحویل میں دینا چاہا تاکہ وہ محفوظ ہو جائے۔
اور یہ درخواست کی کہ جب تک حالات رو بہ اصلاح نہ ہوں یہ دولت برطانیہ ہی کے
پاس رہے۔

جب کرنل صاحب نے دولت کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے میں خطرات بیان
کئے۔ امیر اس پر بھی راضی ہو گیا کہ اگر قرض دولت میں کوئی واقعہ حاصل ہو جائے تو

اس شکل میں برطانیہ اس کا ذمہ وار نہیں ہوگا امیر بخارا اس دولت کے بدلے میں برطانیہ کے ایجنٹ کی ایک رسید چاہتا تھا۔ اور بس۔ امیر بخارا ایک کاغذ کے پچھے کے بدلے میں اپنی زندگی کا سرمایہ کرنل صاحب کی تحویل میں دیے کے لئے تیار تھا۔ کرنل صاحب امیر کی اس التجار سے مسرور ہو کر تحریر فرماتے ہیں۔

”امیر کی اس التجار سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ دور و روز بخارا میں بھی ہمارا اعتبار کس قدر بڑھا ہوا تھا۔ لیکن چونکہ خاص بخارا اور اس کے گرد و پیش جنگ جاری تھی اس لئے میں امیر کی اس التجار کو قبول نہ کر سکا رہا یہ امر کہ میں اس دولت کو کاشغر کے برطانوی خزانے میں محفوظ کرتا۔ یہ اس لئے نہ ہو سکا کہ اتنی کثیر دولت کے رکھنے کی اس خوانہ میں گنجائش نہ تھی۔ اور نہ وہ بخارا سے کاشغر مکمل حفاظت سے پہنچائی جاسکتی تھی بلکہ عمل کار و عمل اس خاموشی سے ہوتا ہے اور کم فہم انسان کو اس کا اس وقت علم ہوتا ہے جبکہ اس رد عمل کے نتائج مرتب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو دولت کرو فن ظلم و ستم سے جمع کی اس کو اپنے پاس رکھنا تو درکنار اب امیر کسی دوسرے کو دینا چاہتا ہے لیکن کوئی اس کی ذمہ داری لینے پر تیار نہیں ہوتا۔ یہ ہے اللہ کے مکر کا نمونہ۔“

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غلط الفاظ تخلیق کر لیتے ہیں اور خود ہی ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ بے عمل بھی ہے۔ اکثر یہ جملہ سنا جاتا ہے۔ فلاں صاحب بے عمل ہیں حالانکہ قدرت نے انسان کو اس انداز پر تخلیق کیا ہے کہ اس کا بے عمل ہونا فطری طور پر ناممکن ہے۔ ایک شخص ایک صاف کمرے میں خاک لاکڑا ڈالتا ہے اور اسے کی تمام شیاؤں کو گردا گرد کرتا ہے وہ سب شخص کمرے کی اشیاء کی گھسی صفائی نہیں کرتا اور گرد و غبار چھینے دیتا ہے۔ یہ دو قول دو مختلف طریقہ پر صاحب عمل ہیں اور ایک ہی نتیجہ پیدا کر رہے ہیں۔

جہاں عمل ہے وہاں نتیجہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی مسئلہ امر ہے کہ جہاں نتیجہ ہے اس سے قبل عمل ضرور ہے خواہ اس کو بے عملی کے نلم سے پکارا جائے۔ نتیجہ کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو بے عملی بھی ایک خاص نوعیت کا عمل ہے۔ ایک انسان جو کچھ نہیں کرتا اور دکھاتا چاہتا ہے۔ وہ بظاہر بے عمل ہو۔ لیکن دراصل وہ کسی دوسرے کے منہ کا لقمہ چھین رہا ہوتا ہے اس کی بے عملی کے یہ معنی ہیں کہ وہ معاشرے کو نہ صرف اپنی محنت سے محروم کر رہا ہے بلکہ دوسرے انسان کی محنت خود غصب کر رہا ہے۔ جب کوئی فرد حق کی تائید یا مخالفت نہیں کرتا بلکہ خاموش ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ حق کو اپنی انفرادی سعی سے محروم کر رہا ہوتا ہے اور اس کا یہ عمل باطل کو توانائی بخشتا ہے۔ دراصل وہ عمل یا بے عملی جو نتیجہ پیدا کرے فعل سے اور چونکہ ہر بے عملی نتیجہ پیدا کرتی ہے اس لیے ہر بے عملی فعل ہوتی ہے اور اس کے رد عمل سے انسان نہیں بچ سکتا۔ لیکن کم فہم انسان اس طرح چیز کو نہیں سمجھتا اور جب قدرت اس کو بے عملی کے فعل کی سزا دیتی ہے۔ تو وہ قدرت کی بے انصافی کے گلے و شکوے کرنے میں اپنی ساری چوب زبانی خرچ کر دیتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے فعال جو بے عملی پر مشتمل ہیں ان کی پاداش میں اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔ میر نجات۔ پندہ ہی راہبر تعلیم یافتہ و سربراہ اور وہ طبقہ یہ سب اپنے محلوں، درہنگاہوں، مسجدوں و نسیم خانوں میں بے عملی کرتے رہے اور اسی گمان میں رہے کہ صرف عمل کا رد عمل ہونا ہے بے عملی کا رد عمل تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے گردش زمانہ سے ہم غیر متاثر ہی رہینگے ان کی اس خام خیالی سے مکافات کا قانون نہ بدلنا تھا اور نہ بدلا۔ ۱۹۱۹ء کی ختم ہو رہا تھا کہ جمعی عناصر ختم ہو رہے تھے ان کے محلوں، ایوان خانوں، مغلقاتوں پر اداسی دہرائس چھایا ہوا تھا۔ ۱۹۲۰ء کا آغاز میر نجات کی شخصی حکومت کے لئے سکرات موت کا آغاز تھا۔

۱۸ اگست کو بخارا کی کپوٹ پارٹی نے کانگریس کا اجلاس منقذ کیا جس میں حسب ذیل اعلان پڑھا گیا۔

”مقامات کرین اور شکر سبات پر کپوٹ پارٹی نے فیضہ کر لیا ہے۔ ہمارے انقلاب کا یہ مقصد ہے کہ بخارا کی تمام ارضیات کو نہیں۔ نہریں۔ جمہوریہ کی ملکیت قرار دیں جائیں۔ امیر بخارا اور دیگر عمال حکومت نیز مذہبی پیشواؤں کی ملکیت چھین لی جائے۔ جمہوریہ ایک کانگریس کی تشکیل کی جائے۔ جو ان مقاصد کا اجرا کرے یہ کانگریس نوجوان بخاریوں سے متجہی ہے کہ وہ انقلاب کے کامیاب بنا لینے کی سعی بلیغ کریں۔ یہ کانگریس سوویت روس سے درخواست کرتی ہے۔ کہ روسی فوج سے ہماری مدد کریں تاکہ ہم امیر بخارا کی سلخ نوجوانوں کا مقابلہ کر سکیں۔“

کانگریس کی اس پائل کے نشر ہونے پر سرخ فوج کے جنرل فریڈ نے حرکت کے عہد کی سرخ فوج کو مندرجہ ذیل پیغام دیا۔

”بخارا میں متعدد مقامات پر انقلابی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ محنت کش اور افلاس زدہ جمہور نے بخارا کے امیر اور اس کے جابر و قاہر عمال پر یورش کرتی شروع کر دی ہے۔ بخارا کے نوجوانوں کی کپوٹ پارٹی فوج وہاں کے جمہور کی امداد کے واسطے روانہ ہو رہی ہے۔ اس اہم موقع پر روس کی سرخ فوج کو ان جان تیار انقلابیوں کے دوش بدوش ہونا چاہئے۔ میں سوویت روس کی تمام مسلح فوج کو حکم دیتا ہوں کہ اس نازک وقت میں بخارا کے جمہور کی مدد کریں۔ سرخ فوج کے نوجوانوں اس وقت تھامہ روس کی نظروں سے ہٹنے کی ہمت نہیں اور اس کو یقین ہے کہ اس جنگ میں تم میں سے ہر فرد اپنا انقلابی فرض ادا کرے گا۔ بخارا اور روس کے محنت کشوں کی قسم! جو قدم آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے بخارا کے بیدار جمہور زندہ باد! بخارا کی سوویت جمہوریت زندہ باد!

۱۳ اگست کو بخارا پر یورش شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ انقلابی افواج کی شکست وسط ایشیا سے اشتراکیت کے امتیصال کے مترادف ہوگی اور امیر بخارا کی شکست رجحتی عناصر کے عیش و نشاط اور جاہ و جلال کو ختم کر دیگی جہاں حیات اور موت کا سوال ہو۔ وہاں انسان اپنی سعی کرنے میں کسر نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ تین روز تک گھمسان کارن پڑا۔ امیر بخارا کی افواج نعرہ بگبگہ بلند کرتیں۔ اس کے عقب میں مذہبی پیشوا بڑے بڑے جموں اور عماموں میں کلیوسس ہاتھوں میں قرآن لئے بے ہوا دلہند امیر کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے بار بار دھمنوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ لیکن ہر مرتبہ پساہی ہونا پڑتا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو اشرن المخلوقات پیدا کیا۔ اور کائنات کو تسخیر کرنے کی باطنی وظاہری ہمتیں عطا فرمائیں۔ لیکن ساتھ ساتھ انسانی زندگی پر یہ جبر بھی رکھ دیا کہ اگر کائنات کی طاقتوں کو تسخیر کر سکے گی تو فنا ہو جائے گی۔ قدرت کا گردش ایام کو یہ حکم ہے کہ جو فرد یا جماعت خود شید کی کرتوں کو مقید نہ کر سکے جو برقی خواروں سے کہ مرض کو نہ جکسا سکے۔ جو بخارات کی طاقت سے فضا میں پرواز نہ کر سکے۔ جو طوفانی سمندروں کو محفوظ شاہراہ دینا سکے۔ اس کو تباہ کر دے۔ قدرت کا یہ حکم سیر بخارا اعداس کے حواری صدیوں سے فرہوش کر چکے تھے۔ اس لئے ان کا تباہ ہو جانا عین قانون الہی کے مطابق تھا۔ نعرہ بگبگہ جاؤ نہیں ہوتا۔ کہ ”کل ہم سم“ کہا اور فتح و نصرت کے دروازے دا ہو گئے۔ فتح و نصرت ان قدر کی روحانی میں متواتر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے جن پر قرآن مجید انسان کو عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتا ہے اور جو اس زمانہ میں سرخ فوج کے عمل کی محرک بنی ہوئی تھیں۔ عین روز کی جدوجہد کے بعد انقلابی فوجیں بخارا میں داخل ہو گئیں اور امیر بخارا کو ایک گاڑی بان کا بھیس پہل کر اپنے محلوں سے فرار ہونا پڑا۔ آج امیر بخارا اور مذہبی رہنماؤں کو قرآنی قدر سے لکھا کرنے کا

بدل مل گیا۔ جو کوکل تصور کرنے کے نتائج ایسے ہی تباہ کن ہوتے ہیں عبادت
زندگی کے متعدد فرائض میں سے ایک فرض ہے یہ دوسرے فرائض کی جگہ نہیں لے
سکتی۔ لیکن بخارا کے مذہبی پیشواؤں کا یہ خیال تھا کہ نماز پڑھ لی تو گویا تمام مذہبی فرائض
ادا ہو گئے۔ سب سے بڑگ عبادت ازلی قدوس کی روشنی میں عمل پیرا ہونا ہے نہ کہ
زبان سے عونی زبان کے چند لفظ لگنیا تے رہنا۔ امیر بخارا کے فرار ہو جانے کے بعد کے
حالات بد روشنی ٹالنے ہوئے کرنل ہاتھرنن تحریر فرماتے ہیں۔

«حیتسار کے مقام سے امیر بخارا کا ایک وزیر امیر کے خطوط شہنشاہ معظم و ماسئل
ہندا در میرے نام لایا جس میں امیر نے اپنے فرار ہونے اور کس سپرسی کے حالات امرج
کئے تھے۔ اور یہ درخواست کی تھی کہ بخارا کو سلطنت برطانیہ میں شامل کر لیا جائے
لیکن اس وقت برطانیہ نے سلطنت میں توسیع کرنا مناسب خیال نہیں کیا»

الشان ڈوبنے لگتا ہے تو کیا کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتا۔ برطانیہ سے یہ
درخواست اس امید موہوم پر کی جا رہی تھی کہ شاید حالات درست ہونے کے کچھ
عرصے بعد برطانیہ بخارا میں چند اقتصادی مراعات کے عوض امیر کو از سر نو تخت و
تاج عنایت کر دے۔ بادشاہ امیر بخارا برطانیہ سے ساز باز کرنے میں مشغول تھا اور
اعلا بوجل سے بخارا میں سوویت جمہوریت قائم کر دی تھی۔ اور علی محرکات کے
بوجوب ملک کی صنعت و حرفت اور زراعت کو جدید ترین کلوں اور آلات سے
آراستہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن کسی ملک کے فرسودہ نظام کو نفا کر دینا اور ماسکی
جگہ اشتراکی نظام قائم کرنا دو مختلف مرحلے ہوتے ہیں۔ پہلے مرحلے کی تکمیل دوسرے
میں کامیابی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ قوم و ملک جب کسی مور سے گذرتے ہیں تو ان
میں اختلافات پیدا ہونے قدرتی امر ہوتا ہے۔ چنانچہ بخارا کے متعدد اعلیٰ بیوں کا
یہ خیال تھا کہ بخارا اس درجہ پس افتادہ ملک ہے کہ یہاں فی الحال اشتراکی دستور

کا فوری اجراء غیر ممکن ہے۔ پہلے ہمیں برجوازی انقلاب کر کے سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنا چاہیے۔ جب مشین کاری اپنی پوری رفعت پہنچ چکے اس وقت اختراکی نظام کے قیام کی بابت کہ وکاش کرنی چاہیے۔ اپنے اس طرز خیال کی تائید میں وہ کارل مارکس کا یہ جملہ پیش کرتے تھے۔ کوئی نظام یا طریقہ پیداوار اس وقت تک فنا نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس میں رہ کر نئی نوع انسان کے لئے ترقی کے امکانات باقی رہتے ہیں۔ چونکہ تجارتی زراعتی وغیرہ لاتی ملک تھا اس لئے یہاں سرمایہ دارانہ نظام میں رہ کر مشین کاری و طریقہ پیداوار کو ترقی دینے کے بہت امکانات تھے۔ دوسرا گروہ کارل مارکس کے اس تخیل کی تردید تو نہیں کرتا تھا لیکن یہ کہتا تھا کہ سٹوڈ اداروں کے ذریعہ سے صنعتی و حرفتی ترقی بہت سرعت سے کی جاسکتی ہے۔ سرمایہ دارانہ طریقہ کار ملک کو لاتی ترقی دینے میں بہت وقت لے گا۔ کارل مارکس نے یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ صرف سرمایہ دارانہ طریقہ کار ہی سے آلاتی ترقی ممکن ہے۔ مقصد آلاتی ترقی سے ہے۔ ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک کے مماثل اقتصاد کی ترقی سوویٹ کے اداروں کی بہت جلد ہی ہو سکے گی اس لئے فی الفور سوویٹ نظام قائم کر دینا چاہئے۔

تیز کاری ہمیشہ زود کاری کے مترادف نہیں ہوتی۔ بسا اوقات جلد بازی کرنے سے کام کی تکمیل میں دیر ہو جاتی ہے۔ تجارتی جہاں سرمایہ داری و در طفلی سے گذر رہی تھی وہاں مرد و نسبتاً قلت میں تھے۔ اور افلاس زدہ عوام نے تو مشین کی شکل تک بھی نہیں دیکھی تھی۔ خاص تجارتی کا تعلیم یافتہ مزدور طبقہ انقلابی جنگوں میں کام آگیا تھا۔ چند روس سے آئے ہوئے اعلیٰ لیول اور مزدوروں کے علاوہ تجارتی کے بسنے والے جدید آلات اور ان کے استعمال سے نابلد تھے۔ چنانچہ وقت گزرنے پر سوویٹ نظام کے قیام اور تجارتی کو آلاتی بنانے میں مشکلات رونما ہونے لگیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ مشکلات عام قلوب کو ہر سال کر دیتی ہیں۔ ہر سال انسان حالات

کو فوراً بدلنا چاہتا ہے جمہور خواہ انقلابی ہوں کہ غیر انقلابی نقد نفع کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مستقبل کی آشنائش و فراوانی کے لئے وہ حال کی پریشان و کم مائیگی برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ کلوں کو سرمایہ دار ممالک سے منگوانا ان کو نصب کرنا ناخواندہ اور ناخبر بہ کار مزدور کو اس پر کام کرنا، سیکھنا اس میں مدت مدد کار ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آلتی طریقہ پیداوار ان واحد میں جنس کی قلت دور نہیں کر سکتا۔ بچاؤ کے جمہور اس عبوری زمانہ کی تکلیف برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔ ان میں اپنے انقلابی عمل کی کھمت کا بھی یقین نہ رہا ہے۔ یعنی اضمحلال و بے عملی پیدا کر دیتی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر سوویٹ نظام کے گرد خلا پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ موجودہ حالات میں شکست خوردہ رجعتی عناصر کا از سر نو سر اٹھانا لازمی تھا۔ لہذا تحریک بہت طاقتور ہو گئی۔ لہذا سب سے نمایاں سالار براہیم تھا۔ کچھ عرصے بعد جب کامرانیاں اس پر مسکرائیں تو وہ ابراہیم بیگ کے نسب سے یاد کیا جانے لگا اور معزول امیر بخارا نے افغانستان سے اس کو مامی اور سلمان حرب کی شکل میں امداد روانہ کرنی شروع کر دی۔ تاقتند بخارا سے کچھ ہی فاصلہ پر ابراہیم بیگ کا طوطی بولتا تھا۔ اور لہذا تحریک روز افزون ترقی پزیر تھی کہ انور بادشاہ وسط ایشیا میں وارد ہو گئے۔

انور بادشاہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ یہاں صرف یہ بتادینا کافی ہو گا کہ ترکی میں انقلاب کے بعد مصطفیٰ کمال اور انور بادشاہ میں اختلاف و کشیدگی ہو گئی اور مؤرخانہ کو ترک وطن کر کے جو منی جانا پڑا۔ جو منی کے دوران قیام میں وہ وسط ایشیا میں ایک و کمائی حکومت قائم کرنے کے سلسلہ میں بہت سی سیاسی مہمیں سے لے۔ ہنڈن برگ جو اس زمانہ میں جرمنی کا صدر تھا، اپنی سوانح میں تحریر کرتا ہے کہ انور بادشاہ تجھ سے ملاقات کے لئے آئے۔ ذہین انسان ہیں لیکن ان کی نظر میں یہ نہیں بلکہ افق پر جاتی ہے۔ وہ وسط ایشیا میں ایک حکومت قائم کرنے کے متعلق

اور پادشاہ موسکو کی مزاحمت سے ناراض تو ضرور ہوئے لیکن مصلحت وقت
 کی بنا پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔ بلکہ بولشویک کے وسط ایشیا میں آزاد و خود مختار
 جمہوریتیں قائم کرنے پر موسکو کی مدد و تمنا ہی کرتے رہے اور بولشویک کی نیک معنی
 اور سیاسی دیانتداری کی اتنی تعریف کی کہ موسکو نے ان کو وسط ایشیا ہائے اور
 وہاں پہنچ کر جمہورتوں کی مدد کرنے کی اجازت دیدی۔ بخارا پہنچ کر اور پادشاہ
 نے کہا نڈرا نجیف کا عہدہ بھی قبول کر لیا۔ لیکن اس واقعہ کے تین روز بعد وہ وہاں
 سے فرار ہو کر مقدون کے 'بساخ' سالار سے جا ملے چند روز بعد مجوزہ تدبیر کے
 مطابق بخارا کی مجلس عامہ کا اشتراک کی صدر ۶۰ نوجوانوں کے ہمراہ سو ویسٹ
 جمہوریت سے باغی ہو کر اور پادشاہ کا شریک کار بن گیا۔ اور پادشاہ اودان
 کے معاونین اب بولشویک کے خلاف دہی پرانا حربہ کہ بولشویک عورتوں کو شہر کی
 ملکیت قرار دیتے ہیں۔ اور نتیجتاً بچوں کو بھی ریاست کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ ہند
 کا استیصال کرتے ہیں وغیرہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور پادشاہ کے
 اس اقدام پر امیر بخارا بہت مسرور ہوا اور اس لئے اور پادشاہ کی شہرت و شخصیت
 سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کو اپنا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا نیز ان کو زرو مال
 سے مدد دینی شروع کر دی۔ اور پادشاہ نے مقدون پہنچ کر "اتحاد مسلمین" کی
 سعی شروع کر دی۔ اور بولشویک کے نعرے "دنیا کے تمام مزدور متحد ہو جاؤ" کے
 مقابلہ میں "دنیا کے تمام مسلمان متحد ہو جاؤ" کا نعرہ اپنا نصب العین بنایا۔ مسلمانوں
 کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے اس نعرہ میں کافی کشش تھی۔ چنانچہ وہ اس
 نعرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کا خیرادہ پریشان کر دیا اور ایک مرکز بر لائن میں بہت حد
 تک کامیاب ہو گئے۔ اس کامیابی سے سرخ رو ہو کر انھوں نے اتنی طاقت محسوس
 کی کہ روس کے سفیر تقیم بخارا کو اخراج کا حکم دیدیا۔ اس حکم پر اور پادشاہ نائب خلیفہ

ابراہیم بیگ اور دیگر بسماخ سالاراں کے دستخط ثبت تھے۔

مذہب نے اس حقیقت کو بار بار دہرایا اور تاریخ نے اس کا بار بار مشاہدہ کر دیا کہ اتفاق طاقت ہے اور نا اتفاقی انتشار لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ اس حقیقت کو فراموش کر دیا۔ فطرت انسانی اس اندازہ سے تخلیق کی گئی ہے کہ جہاں انسانوں میں خود نگری، خود کاری اور انفرادیت پسندی پیدا ہوئی اور نا اتفاقی نے ان کے آپس کے رشتہ آخرت کو پارہ پارہ کیا۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ جب تک حقیقی تقدیر انسان کے عمل کی محرک نہ ہوں اتفاق قائم نہیں رہتا۔ لیکن مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے رہبروں کا فقدان ہی رہا جو اس حقیقت کو سمجھے۔ انور بادشاہ کی حسن تدبیر تنظیمی قابلیت اور ان کی ذاتی وجاہت نے نہ صرف جمہور بلکہ بہت سے بسماخ سالاروں کو ذاتی طور پر ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ان کا یہ اثر معزول امیر اور ابراہیم بیگ دونوں کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ تینوں ایک دوسرے کی مدد سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر اتفاق لیکن دلوں میں نفاق تھا۔ ظاہر واری مدت تک قائم نہیں رہ سکتی۔ کچھ عرصے ہی میں انور بادشاہ اور ابراہیم بیگ میں تعلقات اس درجہ خراب ہو گئے کہ انور بادشاہ نے ابراہیم کو قید کر لیا اور پانچ روز تک مقید رکھا۔

انقلاب کے زمانہ میں رجحانی عناصر کی ہمیشہ سے یہ خامی رہی ہے کہ وہ کوئی خاص تصور سیاسی دستور، اقتصاد کی لائحہ عمل جمہور کے سامنے پیش نہیں کر سکے۔ جذباتی نعروں کا کچھ رنڈ تو جمہور کی طبیعتوں پر اثر رہا لیکن جب عوام نے سوویت وسط ایشیا کی اقتصادی ترقی اور جمہوری طریقہ کار دیکھا۔ نیز سوویت رعایا کی خوشحالی اور وہ ترقی رجحانات کا اپنی سیاسی پرگندگی، اقتصادی بد حالی ٹیکس وصول کرنے کے سلسلہ میں عوام پر جو رو دم روار کھا جاتا تھا اس سے مقابلہ کیا۔ تو وہ بسماخ تحریک سے دل گرفتہ ہو کر کنارہ کش ہو گئے۔ بسماخ سالار جس جگہ مقام کرتے وہاں کا

غلہ مویشی، عمدتیں خصب کر لینے۔ ان حرکات نے کسان کو بسماخ تحریک سے متنفر کر دیا۔
 زراعتی ملک میں کسان معاشرہ کا وہ عنصر ہوتا ہے جس کا تعاون کسی تحریک کو کامیاب بنانے
 اور عدم تعاون اس تحریک کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ کسان طبقہ کے توجہ ان
 ہی ضرورت کے وقت فوجی خدمت کرتے ہیں۔ کسان طبقہ حکومت سے بدلہ ہو جائے
 تو فوج وفادار نہیں رہ سکتی۔ فوج کی وفاداری غیر وفاداری پر فتح و شکست کا انحصار ہوتا
 ہے۔ جب کسان بسماخ سالاروں سے باغی ہو گیا اس وقت ان کو شکستیں ہونے
 لگیں اور حالات اس درجہ نازک ہو گئے کہ اکابر بسماخ سالار انور پادشاہ کو تنہا چھوڑ کر
 اپنے پہاڑی علاقوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ ان تاریخی حالات میں انور پادشاہ نے
 ابلجوں اور حیدرآباد کی درمیانی پہاڑی گھاٹیوں میں دشمن کی نگاہ سے دور بسماخ سالار
 کی جو بہنوز انور پادشاہ سے احمقاً رکھتے ہیں ایک انجمن شورا منعقد کی۔ واقعات کی
 طلسم کاری دیکھئے کہ جب انور پادشاہ پر جوش تقریر کر رہے تھے انہوں نے سُرخ
 فوج کا ایک دستہ اپنی سمت آتا دیکھا۔ خطرہ محسوس کرنے پر فوراً تقریر ختم کر حاضرین جلسہ
 کی صف آرائی میں سرگرم ہو گئے۔ اس اثنائے میں سُرخ دستہ بھی قریب آ گیا اور
 بزور آواز شروع ہو گئی۔ انور پادشاہ کی شخصیت ان کا غمخوش وضع چہرہ دیدہ زیب
 لباس اس مجمع میں نہ چھپ سکا۔ سُرخ فوج انور پادشاہ کو پہچان گئی۔ اور اپنی تمام
 یورش کا زور ان کی سمت ڈال دیا۔ انور پادشاہ نے انفرادی بہادری کے جوہر دکھانے
 ساتھیوں کو لٹکارتے ہوئے ان کو ضروری نقل و حرکت کے احکامات دیتے ہوئے
 خود گولی کا جواب گولی سے دیتے ہوئے برس برس سیکار رہے۔ لیکن قضا و قدر کا حکم ہو چکا
 تھا کہ ترکی کے افغانیہ تارہ آج غروب ہو گا۔ جنگامے کے بعد دیکھا گیا کہ انور کا جسم
 گولہوں سے چھلنی تھا۔ نڈلے کارنار کی میدان جنگ میں خوب گاہ بنی۔ ان کے جسم
 پر بھوشاک و ہتھار تھے۔ وہ کج تاشقند کے عجائب خانہ میں چشم مینا کے لئے وجود

عبرت ہیں۔ مجرم کے مزار کی تصدیق ہنوز نہیں ہوئی لیکن یہ معلوم کس معتقد نے اس مقام پر جہاں انور پادشاہ زخمی ہو کر گرے اور جہاں وہاں ایک بانس پر ایک سفید علم لگا رکھا ہے۔ اسی مقام کو ان کا مزار بتایا جاتا ہے۔ اس عبرت کدہ کی زندگی بھی عجیب ہے۔ اس میں اتنے نشیب و فراز آتے ہیں اور اتنے اچانک طور پر آتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے مستقبل کی بابت کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جنگ بلقان کا ہیرو، خلیفہ المسلمین کا داماد و نیایاں شہور شخصیت ایسی جگہ دم توڑتا ہے کہ مزار تک کا تصدیق نہیں ہو سکتا۔ امیر بخارا نے انور پادشاہ کی دنات کے بعد ان کے ایک دوست سلیم پادشاہ کو کمانڈر انچیف بنا دیا لیکن بالبرہیم بیگ نے ان کو کمانڈر انچیف ماننے سے انکار کر دیا۔ سلیم پادشاہ کا بسماخ پر وہ اثر نہ تھا جو انور پادشاہ کا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ بسماخ سالار علیحدہ ہونے شروع ہو گئے۔ اس بیچارگی کی حالت میں جب کہ عدو چند بسماخ سالاران کے ہمراہ رہ گئے تو سرخ فوج نے ان کو اکھیرا۔ وقت کی مرہمیں لوح پرانل سے یہ تریز ہے کہ اس عبرت کدہ میں وہی افراد اور جماعتیں کامیاب ہو سکی جن کے تصورات و اعمال بنی نوع انسان کے لئے نافع ہونگے۔ گردش ایام جن رعنائی طریقہ فکر و فلسفہ، رسم و رواج کو مسترد کر دے وہ از سر نو معاشرے کا جو نہیں بن سکتے۔ خطرہ کا احساس کر کے سلیم پادشاہ نے حاضرین کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

”مشرقی بخارا کے بہادر اور نیک دل جہان مرو و انور پادشاہ کو اور مجھے خداوند تعالیٰ نے تمہاری خدمت کے لئے مسمور کیا تھا۔ تمہیں یہ علم نہیں کہ کن مجال کی پاداش میں تم نے اپنے امیر پادشاہ کو کھو دیا۔ تمہیں ان وجوہات کا علم ہے جن کی بنا پر یہ کل نجم باعزت فاتح تھے اور آج ذلیل مفتوح ہیں۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ چند منافقین ہمارے درمیان پیدا ہو گئے ہیں جو حکم کی نافرمانی کر کے تخریب پیدا کرتے ہیں۔ جب تک ہم سلام کے طریقہ پر کار بند رہے ہم فاتح تھے اب ہم

منفتح ہیں چونکہ ہماری آل و اولاد ان لوگوں کے بہکانے میں آگئی ہے جو شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں اور دیرینہ حق ملکیت کے قانون کو بدلنا چاہتے ہیں۔ میں اب اللہ پادشاہ کے پاس جا رہا ہوں۔ جو اس وقت جنت میں عیش و آرام کی حالت میں حوروں کے درمیان فروکش ہیں۔ اگر تم کو بھی اس جنت میں داخل ہونے کی آرزو ہے تو اپنی آل و اولاد کو اخیرت کے کچ راستے سے ہٹاؤ۔ قرآن کے اصولوں کو مضبوطی سے پکڑو۔ شریعت کے قیام کے لئے پولشیوک، جدید اور کافروں سے برسریکا رہو۔

تقریباً ختم کرنے کے بعد سلیم پادشاہ نے اپنے اسپ تازی کے ایلچہ لگائی اور اپنے آپ کو دیا نئے بیچ کے نیلگوں پانی کے سیر کر دیا اور جان بحق ہو گئے۔ اس طرح امیر بخارا کی سعی لامحالہ ختم ہوئی اور انہوں نے افغانستان میں تجارتی کاروبار شروع کر دیا۔

سلیم پادشاہ کی وفات کے بعد براہیم بیگ اگرچہ سرخ فوج سے برسریکا رہا لیکن چونکہ جمہور کے ساتھ ان کا غیر منہج سلوک تھا۔ اس لئے سپہر دوں کی تعداد کم ہی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۵ء میں جدوجہد بالکل ختم ہو گئی۔ جنگوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد پولشیوک وسط ایشیا میں اپنا سیاسی اور اقتصادی نظام قائم کرنے میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ اس سعی میں ان کو وہ تمام دشواریاں پیش آئیں جو ایک پس افتادہ ملک کو آلاتی بنانے میں آتی ہیں۔ اور جن کا مفصل ذکر گذشتہ اجواب میں گذر چکا ہے۔

انسان کی کوتاہی بصیرت و فہم کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی جاہلی بیچانی شے نام بد لکر اس کے سامنے آئے۔ تو وہ اس کے بیچانے سے قاصر رہتا ہے۔ اگر کوئی "انوت انسانی" اور انسانی مساوات کے مفہوم کو یوں ادا کرے کہ معاشرے میں طبقاتی تفریق مٹانی چاہئے۔ یا اقتصادی مساوات قائم کرنی چاہئے۔ تو دنیا اس کو نوا سجا و تحلیل قرار دے کر

اس کی مخالفت شروع کر دیتی ہے۔ دنیا والوں کو یہ علم نہیں۔ کہ حقیقی قدر ہی زمانہ کے مطابق
 نئے نئے الفاظ کے جاموں میں نمایاں ہوتی ہیں انسانی مساوات کا تصور فی زمانہ متبادلات
 مساوات کہنے سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی قدر نہیں جو کارل مارکس نے دریا
 کی اس نے صرف انسانی مساوات کی قدر کو زیادہ واضح طریقہ پر ادا کر دیا۔ اشتراکیت کے
 متقدم اصول اور تصورات اسلامی اصول و قدور کے مترادف ہیں لیکن مسلمانوں کی مخالفت
 کا یہ عالم ہے کہ اشتهالیت کا مطالعہ تک نہیں کرتے۔

لیٹن ٹروٹسکی استالین

شخصیتیں گردو پیش کو متاثر کرتی ہیں اور ماحول ان کے رجحانات و تصورات سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ روز نزل سے ماحول اور انسان ایک دوسرے پر عمل کرتے رہے ہیں اور اس عمل و رد عمل کا ذکر تاریخ کہلاتی ہے اس میں شک نہیں کہ کسی ماحول کی تشکیل میں قائد کے فہم و عمل، تصور و تجربہ، تخیل و شاہد کو بہت دخل ہوتا ہے لیکن یہ بھی ہوتا ہے کہ ماحول سے متاثر ہو کر قائد اپنی رفتار ترقی اور طریقہ کار کو بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نئے روبرو ترقی تصور کو جاری و ساری کرنے کے لئے قائد کو معاشرہ کے ارتقائی دور کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف طریقہ کار اختیار کرنے پڑتے ہیں کسی ایسے معاشرہ میں جس کی بنیاد غلامی پر جمہوری دستور عام کرنے کے لئے یک لخت غلامی فنا نہیں کی جاسکتی، تصورات معاشرتی قیود اور بندھنوں کو چشم زدن میں نہیں مٹا سکتے، موجودہ نسل گذشتہ نسلوں کے تخیلات و تصورات بدسم و بدروح، اخلاقی و تمدنی سیاسی و مذہبی قدور کا بار اپنے شاؤں پر لئے ہوئے چلتی ہے، مغان غالب رو میں اپنے آپ کو گذشتہ نسلوں کی مذموم روایات سے پاک کر سکتیں ہیں مگر معاشرہ ارتقا و ترقی کی ابتدائی منازل میں ہے اس وقت اصلاحی دستور کو عام کرنے کے لئے کوئی خاص تشدد آمیز طریقہ کار اختیار کرنا ہوتا ہے برخلاف اس کے تمدن معاشرہ

میں وہی دستور باسانی قبول کر لیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر انقلابی دور کی ہر تحریک پر غور کرنے کے لئے یہ ناگزیر ہو جاتا ہے کہ اس دور کے عام ماحول اور اہل حل و عقد کے تصورات اور ان کی نفسی کیفیات پر عمیق نظر ڈالی جائے۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۳ء تک کے ماحول یعنی اس زمانہ کے روسی جمہوری کی نفسی، اقتصادی، تمدنی، اخلاقی سیاسی حالات کا ذکر اختصار کے ساتھ گذرے ہوئے صفحات میں کیا جا چکا ہے اب انقلاب روس کی ان اہم ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے فکر و عمل نے روس کو شدت کے ساتھ متاثر کیا۔

حصول مقصد کے لئے کردار کی نوعیت کیا ہونی چاہئے یہ علم الاخلاق کا ایک اہم باب ہے۔ ہنزویہ مسئلہ طے نہیں پایا کہ کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے اخلاقی معیار سے گرا ہوا عمل آخر کار مفید ثابت ہو گا یا مضر۔ اول تو اسی امر میں اہل فکر کی موٹکانیاں کہ اخلاق کا درست، دستور و معیار کیا ہے اس قدر متعدد و طویل ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے اس مشکل کو حل کرنے کے بعد آگے بڑھنے سے دو گروہ نظر پڑتے ہیں ایک وہ جو نیک مقصد حاصل کرنے کے لئے ہر عمل کو جائز و مستحسن قرار دیتا ہے دوسرے کا ایما ہے کہ نیک مقصد کے حصول کے لئے نیک عمل سے کام لینا ہی خیر کا باعث ہوتا ہے ان کا خیال ہے کہ اگرچہ ناجحمود عمل سے بھی نیک مقصد حاصل ہو جاتا ہے لیکن غیر مستحسن عمل و طریقہ کار کچھ عرصے بعد معاشرہ میں اور متعدد دو سخت خرابیاں پیدا کرتے ہیں جن کا دور کرنا خود ایک جہیب مسئلہ بن جاتا ہے۔ شاید امر واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان نیک نیتی سے اپنے نفس کو شریک کے بغیر باطل کا جواب باطل اور خیر کا خیر سے دیتا ہے اس طرح بھی اس کو مستقبل میں کامیابی ہو جاتی ہے اور معاشرہ میں کوئی عین خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ زندگی میں جتنی کامیابی ہو جاتی ہے اتنی ہی نیت کی بھی ہے۔ روادار عمل کے لئے کوئی اصول مقرر کرنا دشوار ہے۔ زندگی کی طلسم کاریاں

اتنی اچانک اور انواع و اقسام کی ہیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی ایک طریقہ کار مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ واقعات سے دوچار ہونے کے لئے فکر و عمل کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر انسان اپنے تجربہ و مشاہدہ کی روشنی میں کرتا ہے جو لوگ فکر و عمل میں اپنے نفس کو شریک نہیں کرتے وہ مفید طریقہ کار نکال لیتے ہیں جس کو ان خاص حالات میں مستحسن ہی خیال کرنا چاہئے۔ لیکن کی اخلاقی اعتبار سے درمیانی حیثیت تھی یعنی اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے مستحسن طریقہ پر جہد و جہد کرنا لیکن ساتھ ہی ساتھ باطل کا باطل سے ترکی بہ ترکی جواب دینا۔ وہ مرد درویش بھی تھا اور جوان مروسیاست بھی۔ رحیم بھی تھا اور قہار بھی۔ دوست بھی تھا اور دشمن بھی۔ اصول کا پابند بھی تھا اور پے اصول بھی۔ زمانہ سے بے نیاز بھی تھا اور زمانہ ساز بھی محتاط بھی تھا اور غیر محتاط بھی غرض کہ لیٹن کا دل و دماغ اتنا کشادہ تھا کہ اس میں انداد جمع تھیں۔ روس کا مشہور افسانہ نگار گورکی اور لیٹن عہد جوانی کے دم ساز و محرم ساز تھے لیکن گردش ایام عجیب ہوتی ہے۔ یہی دیرینہ دوست انقلاب کے بعد حریف مقابل بنے۔ گورکی نے اپنے اخبار لقا میں پوشیوک پر نکتہ چینی کی اور ان کو کوہل کو چشم ڈاکو قزاق کہہ کر پکارا اس پر پارٹی کے عام ممبروں نے لیٹن سے مطالبہ کیا کہ تو آیا بند کر دیا جائے اس کا جواب دیتے ہوئے لیٹن نے کہا "ہاں کیا کیا جائے تو آیا بند ہی کرنا پڑے گا تمام ملک میں انقلاب برپا کرتا ہے اور اس اخبار کے مقالے صرف عیب دہی کرتے ہیں کوئی تعمیر ہی پہلو نہیں بتاتے لیکن گورکی ہم میں سے ہے۔ اس نے پروتاری کی خدمت سے پروتاریوں کی دنیا میں اپنے لئے ایک جگہ بنائی ہے گورکی بھی غریب طبقہ کا ایک فرد ہے۔ اس کو کبھی کبھی اجتماعی قسم کے وعدے پڑتے ہیں لیکن آخر کار یہ ہماری پارٹی ہی میں آجائے گا ان چند جملوں سے لیٹن کے باطن کا پتہ چلتا ہے گورکی کی کڑی نکتہ چینی کے باوجود وہ اپنے دیرینہ دوست کا اخبار بند

کرنے پر خوش نہیں ہے اور یہی آرزو ہے کہ گورنر کی از سر نو اس کے ساتھ تعاون کرنا شروع کر دے۔ باوجود خیالات کے اختلاف اور سیاسی کشاکش کے لیٹن کے کوئی لگنے کی خبر سن کر گورنر کی مزاج برسی کے لئے گیا۔ دیرینہ دوستوں نے ۱۸ سال کی جدائی و مخالفت کے بعد ایک دوسرے کو دیکھا۔ گورنر کی اس ملاقات کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے ”دوران ملاقات میں لیٹن مجھے ان نظروں سے دیکھ رہا تھا جن نظروں سے بغیر کسی ہر تذکرہ کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظروں سے بجائے غصہ کے تاسف ٹپک رہا تھا میرے لئے کوئی اجنبی لگا ہ نہ تھی ۲۰ سال سے لیٹن مجھ ان ہی لگا ہوں سے دیکھتا ہے اور شاید جب میری نیت کو قبر میں اتارے گا اس وقت بھی اس کی نگاہ کا طرز یہی ہوگا“ مندرجہ بالا بیان سے لیٹن کے فطری جذبہ محبت کا پتہ چلتا ہے۔ لیٹن کے اس جذبہ وروں کا یہ اثر ہوا کہ دونوں میں مصاحبت ہو گئی۔ اپنے حالات زندگی میں گورنر کی ایک جگہ لکھتا ہے ”میں لیٹن کو مختلف قسم کی درخاستوں سے بڑا پریشان کرتا تھا اور بعض دفعہ مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ ترحم کی نہیں بلکہ حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے“ لیکن ان حقارت آمیز نظروں پر جو حقیقتاً تعمیری جدوجہد میں حصہ لینے کی دعوت ہوں لاکھوں محبت آفرین نگاہیں قرباں کی جاسکتی ہیں جس فرد کا دل منظر افراز ہو اس کی حقارت میں بھی حسرت کا مزہ آتا ہے۔ اپنے اور لیٹن کے مختلف تصوراتی اختلافات کا ذکر کرنے کے بعد گورنر کی لکھتا ہے ”ان اختلافات کے باوجود مجھے یاد نہیں کہ میں نے لیٹن سے کوئی درخواست کی ہو اور اس لئے حتی الامکان اس کے پورا کرنے کی سعی نہ کی ہو“

لیٹن کی طبیعت کی یہ افتاد کہ اس کی حقارت محبت آمیز اور مخالفت حسرت انگیز ہوتی تھی ان دو خصوصیات نے اس کو بولشیویک پارٹی میں خاص اہمیت دے رکھی تھی اور جماعت کا خیر اڑہ باندھ رکھا تھا۔

عملی زندگی میں وہ کسی خاص سیاسی اصول کا پابند نہ تھا اس کا خیال تھا کہ

بہر موقع و محل کے لئے جدا جدا نظرئے ہوتے ہیں چنانچہ دوران گفتگو میں اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے گورنر کی سے کہنے لگا "ہمارے لئے کوئی تصور اور نظریہ ازلی و الہامی نہیں۔ ہمارے لئے ہر نظریہ ایک انداز ہے جس میں مختلف موقع اور کاموں کے لئے کسی کاریگر کے پاس مختلف وزار ہوتے ہیں اور وہ ضرورت کے ماتحت ان کو مختلف کاموں کے لئے استعمال کرتا ہے اسی طرح اگر کوئی خاص نظریہ مخصوص حالات میں مفید ثابت نہیں ہوتا ہم اس کو بدل کر دوسرے زیادہ مفید نظریہ اختیار کر لیتے ہیں" بظاہر یہ چند جملے بے اصولی اور تخریبی زندگی کے لئے دعوت عام معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لینن کی نظروں میں تبدیلی کا محرک انفرادی نفع نہ تھا بلکہ نئی نوع انسان کی بہبودی تھی اور اس خاص سطح نظر میں کبھی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ یہ واحد تصور الہامی و ازلی تھا باقی تمام تصورات موقع و محل کی نسبت سے بدلتے رہتے تھے کسی مستحسن نظریہ و تصور ہی میں وہ جادو ہوتا ہے کہ اگر اس کے اجرا کی خاطر کبھی کبھی قبیح نظریہ و طریقہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت وہ بھی ان خاص حالات میں مستحسن ہی بن جلتے ہیں۔ اپنے اس تصور کے ماتحت لینن مختلف موقع و محل پر مختلف قسم کے خیالات کا اظہار کرتا تھا اس کی تقاریر سے ہر قسم کا استنباط کیا جاسکتا ہے اگر کبھی روسی انقلاب کو مغربی یورپ کے لئے فالس انقلاب پر منحصر بنا تا تو کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ روس میں اشتراکیت قائم ہے۔ کبھی روسی انقلاب کو برجوازی بتاتا تو کبھی اشتراکی۔ کبھی کسان پر چڑھ کر کے اس سے غم و موصول کرنے کے احکامات جاری کرتا تو کبھی جبری مذمت میں رطب اللسان ہوتا کبھی ریاستی سرمایہ داری (STATE CAPITALISM) کو روس کی فوری ضرورتوں کے لئے کافی خیال کرتا تو کبھی اشتراکی نظام کے قیام کی سعی میں سرگرم ہو جاتا۔ کبھی احتیاط کا یہ عالم کہ برسٹ پر باوجود کاربوئیووک کی مخالفت کے فوراً اشرمناک

شرائط پر صلح کر لی اور کبھی پولینڈ کے فتح کی امید مہیوم پر باوجود اکابر لوشیوک کی مخالفت کے جنگ جاری رکھی اور آخر کار سپاہوں بنا پڑا۔ ان تمام اعداد کے باوجود وہ تمام لوشیوک پارٹی کا محمد بنا ہوا تھا۔ شریک کار اس سے مخالفت کرتے وہ بھی زقار کار سے مخالفت کرتا لیکن سخت سے سخت کشمکش کی حالت میں بھی رشتہ محبت نہ ٹوٹتا اس سلسلہ میں سب سے نمایاں مثال مارٹون کی ہے جو لیٹن کے عہد شباب کا رفیق تھا۔ ابتدائی انقلاب انگریز سعی و عمل میں لیٹن کا دست راست، انقلاب اور محفلوں کا ہم نشین لیکن انقلاب کے بعد کا حریف۔ مخالفت کے باوجود جب لیٹن کو لیست برگ پر مارٹون کی سخت ملامت کی خبر ملی اس وقت بھی جو آخری جملہ زبان سے نکلا وہ مارٹون کی صحت کی بابت اپنی شریک حیات سے استفسار تھا۔ وہ انسان جو غلطی کرنے سے نہ ڈرے اور جان کر یا تلون مزاجی ولا پر وہی سے غلطی کا ارتکاب نہ کرے اور اگر انسانی فطرت کی خامی کی بنا پر غلطی سرزد ہو جائے اس کا نشادہ پیشانی سے اعتراف کرے وہ کامیاب ہو ہی جاتا ہے چنانچہ لیٹن نے بھی اپنی زندگی میں اپنے اشتراکی خواب کا دھندلا سا عکس دیکھ لیا جس کی مکمل تفسیر کے متعلق ہنرور متیقن کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ٹروٹسکی بحر علم کا شنار اور تخلیقی فکر کا منبع۔ یورپ کا مشہور نقاد و علم و ادب جو باوجود فوجی انقلابی کمیٹی کی مشغولیتوں اور روسی فوج کی حیرت انگیز تنظیم میں منہمک رہنے کے اپنے زمانہ کی مختلف اہم نئی تصانیف پر تنقیدی مضامین تحریر کرنا اپنے لئے دل خوش کن مشغلہ خیال کرتا تھا۔ ٹروٹسکی انسانیت کی اس رفعت پر تھا جہاں پہنچ کر انسان ہر معاوضہ آرزو و تمنا سے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ حالات و واقعات کو اپنی نوع انسان کی ترقی کے نقطہ نظر سے دیکھتا تھا۔ کسی واقعہ کی اہمیت معلوم کرنے کا اس کی نظر میں صرف ایک پیمانہ تھا کہ وہ واقعہ انسانی ترقی پر کس دھچکا خرازاں مارتا ہے۔ ٹروٹسکی کو وہ قاف کی پرستون فضا میں طہن مشورہ کے مطابق لیل و نہار گزار رہا

تھا کہ لیٹن کی وفات کی خبر آئی۔ بہم کی جدائی رنج و غم ضرور ہوتی ہے لیکن طاقت کے مرکز سے دور قائد کی جانشینی کی رد و قدح سے الگ قدرت کے اغوش ہی میں دن گزارتا رہا اس کی دنیاوی اعزاز سے بے پروائی اس وجہ گہری تھی کہ لیٹن کی موت کے بعد جبکہ اکابر بوشیوک قائد کی جانشینی کے لئے خفیہ سازشیں کر رہے تھے اس کو ماسکو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

ٹروٹسکی فطری طور پر تقلید کو خودکشی اور دماغی کو کفر تصور کرتا تھا اس کی نظر ہمیشہ ملک و قوم سے ماورا کر کے ارضی اور نبی نوع انسان کے مستقبل پر پڑتی تھی اس کے ہر فکر و عمل میں تعظیم و ترتیب ملت و معلول نمایاں ہوتے تھے وہ عقل انسانی اور تمدنی ارتقا کے لئے کوئی حد و مقرر کرنے کے لئے تیار نہ تھا اور ہر تصور کو قبول کرنے سے قبل اس کو اپنے فہم و تجربہ کی عدالت میں پیش کرتا تھا۔ اس کے خسرانہ انداز ہمتیوں کے لئے خلش فارتھی اس کی روش و مدلل تحریر و تقریر اس کے سمجھوروں کے لئے وجہ رشک و حسد تھی تنگ دل زفقار کار کو اس کی فطری ذہانت اور باوجود بوشیوک پارٹی کے دیرینہ ممبر نہ ہونے کے لیٹن کی آنکھوں میں سما جانا اول گرفتہ رکھتا تھا۔ ذہین و بلند بہت انسان انہی قدور سے ہمکنار دنیاوی اعزاز سے لاپرواہ کس طرح کسی ایسے معاشرہ میں بسر کر سکتا تھا جہاں عقل و شعور کا اس درجہ فقدان ہو کہ چند روزہ دنیاوی زندگی کا امام سرمایہ حیات خیال کیا جائے جس ملک کے بسنے والوں کے لئے سفر کلفت ہو اور منزل راحت اور جس قافلہ میں نہ بانگ دہا ہوا ورنہ ذوق سفر و خاموشی و پرسکون قافلہ اس انسان کو میر قافلہ کیوں کر بنا سکتا تھا جس کا ذوق سفر پابند منزل نہ تھا اور جس کی ہمتیں گفتار اور پر جوش کردار موجودہ دور کے انسانیت سوز تہذیب و تمدن کو خاک و سیاہ کرنے کے درپے تھے لیکن کیا کیا جائے اس رباہا نہیں کی

رسمیں عجیب ہیں اس دنیا میں کبھی کبھی یہ تعجب نیز منظر نظر پڑتا ہے کہ انسان کی اپنی طبیعت کی روشنی اس کے لئے بلامین جاتی ہے انقلاب و سرفروشی کی آرزو و لڑائی کو دوس لائی اور اس کی دونوں آرزوئیں پوری ہوئیں انقلاب بھی برپا کیا اور اپنا سر بھی ماتسکو کے دیوانوں کی نظر کر دیا جس سر زمین پر باطل کی ظلمت چھا جائے وہاں اگر کوئی مرد حق انوار الہی پھیلانا بھی چاہے تو فوری کامیابی نہیں ہوتی بلکہ صرف کربلا کا حادثہ پیش آتا ہے۔

اسٹالین آرزوئے انقلاب سے مرشار لیکن علم و فضل سے بے بہرہ۔ اپنے ہم وطنوں کی فطرت کا مبصر لیکن تخلیقی فکر سے عاری۔ جبر و تہر کا ماہر لیکن محبت و الفت سے نا آشنا تھا۔ ایشیا کی تاریخ میں ایسی بہت سی کامیاب ہستیاں نظر پڑیں گی جن کے جبر و قہر نے ملک کو امن و امان اور ترقی دی۔ اسٹالین دنیا کی ان ہستیوں میں سے ہے جنہوں نے ساری عمر تقلید میں بسر کی اور اس طریقہ کار نے ان کو ایک وسیع ملک کا حاکم بنا دیا۔ لینن کی زندگی میں اس کا نقش قدم اسٹالین کے لئے چراغ راہ تھا اور لینن کی وفات کے بعد سے حکمران طبقے کے رجحانات اسٹالین کی سعی و عمل کے روبرو بنے ہوئے ہیں علم کی کمی تقلید سے اور تخلیقی عمل کی کمی خفیہ پیروی اور گروہ بندی سے پوری ہو جاتی ہے۔ اسٹالین نے اپنی دونوں خامیوں کو اس طرح پورا کر لیا۔

روس جیسے غیر متمدن ملک میں جہاں ذہنی و اخلاقی ارتقا بہت ابتدائی و جہ میں تھا جہاں ناز کے ظلم و ستم نے دوسروں پر اقتصاداً و تمدنی ترقی کی راہیں سد کر کے ان کی ذہنی و نفسی کیفیت کو اس درجہ مسخ کر دیا تھا کہ ان میں انسانی قدور کا احساس تک باقی نہ رہا تھا ایسے معاشرہ میں کسی مصلح کا صرف تبلیغ کرنا شاید کافی نہ تھا بلکہ وہاں اصلاحات جاری کرنے کے لئے ایسے انسان کی ضرورت تھی

جو دارورسن کے ذریعہ سے ان کو اس راستہ پر صبر یہ لانا جس پر سکتے کے لئے تمام تمدن انسانوں کو ضمیر کی ہدایت اور عقل کی روشنی کافی ہوتی ہے۔ اسٹالین اگر صرف ضمیر کی روشنی میں تحریر و تقریر اصلاح و ہشتی سے ہی کام لیتا تو شاید روس کے جمہور اور حکمران طبقہ کے ہاتھ سے اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ٹروٹسکی کا ہوا اور روس کسی دوسرے جابر طاہر کے جنگل میں چلا جاتا۔ جب طاقت کا جابر وقاہر کے ہاتھ میں جانا تو زیرتھا ان حالات میں اسٹالین کیوں نہ وہ طریقہ کار اختیار کرتا جس سے طاقت اس کے ہاتھ میں ہتی کسی غیر تمدن ملک میں انقلاب کا سب سے زیادہ انسروہ کر دینے والا پہلو بھی ہوتا ہے کہ وہاں نیا لائیو عمل جاری نہیں کیا جاسکتا۔ جس نظام کو تباہ کیا جاتا ہے وہی نظام نئے انسانوں اور اداروں کی شکل میں از سر نو رونما ہوجاتا ہے۔ زار کی تباہی کے بعد زاریت کیونسٹ پارٹی کے حکمران طبقہ کی شکل میں دوبارہ عمو کو آئی۔ طبائع کے اختلاف کی بنا پر ان تین ہستیوں کا آپس کا اختلاف اتنا تعجب خیز نہیں ہے جتنا یہ کہ ایک طویل عرصے تک ان میں صلح و ہشتی کس طرح قائم رہی۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں کی نفسیاتی کیفیت میں اس درجہ بعد تھا کہ ان کا ایک جگہ منہ طور پر کام کرنا اور نہ ٹکرانا غیر ممکن تھا۔ تاریخ اس ادور کی شاہد ہے کہ ان کی طبیعتوں کا اختلاف ابتدا ہی میں نمایاں ہو گیا تھا لیکن وہ زمانہ اتنا قیامت خیز تھا کہ کسی کو بھی ایک دوسرے کی مخالفت اور نکتہ چینی کی فرصت نہ تھی دوسری بات یہ تھی کہ ابتدائی زمانہ میں لینن۔ سورڈو لیو اور دیگر خوش فہم سم و سلیم الطبع اکابر بولشیویک بقید حیات تھے جو نفاق میں اتفاق اور تلخی و تکرار میں صلح و ہشتی قائم کر دیتے تھے لیکن طبیعتوں کے اختلاف کا وقتی دفعیہ اختلاف کے آئندہ امکانات کا سدباب نہیں کر سکتا چنانچہ جب تک صلح کل با اثر اکابر بولشیویک زندہ رہے وہ مناقشات و نفاق کو اپنے ذاتی اثر سے دباتے رہے۔

لیکن ان کی وفات کے بعد حد و عناد کا بھڑکا پک کر بھڑکا اور اختراکیت کے گلزار
چہرے پر ایک سیاہ داغ چھوڑ گیا۔ روسی انقلاب کا یہ باب نہایت اختراکیت سوز
اور شہنشاہ کے لیے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ لپٹی سے بلندی کی سمت مراجعت کرنا
آسان نہیں ہوتا اس سفر میں انسانیت سوز حادثات پیش آتے ہی ہیں۔

مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات اپنا سایہ ڈالتے آتے ہیں ابتدا میں
بھڑکا اعلیٰ پر ایک سرخ دانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا یہی کیفیت دنیا کے دیگر واقعات
کی ہے وہ ابتدا میں سنرور غیر اہم و معمولی دکھائی دیتے ہیں لیکن وقت گزرنے پر ایک
محبیب مسئلہ بن جاتے ہیں سطح پر اختلافات اس طرح رونما ہوتے کہ خانہ جنگی کے
دوران میں غلہ کی کمی ہونے پر روس میں دو محاذ قائم کرنے پر سے ایک طرف سرناٹو
ملکوں اور روس کے رجعتی عناصر کے خلاف جارحانہ کارروائی جاری تھی دوسرا محاذ غلہ
اور دیگر ایشیا سے خوردنی کی فراہمی کے لئے قرار پایا اول الذکر محاذ ٹروٹسکی کے سپرد
ہوا اور مؤخر الذکر اسٹالین کے۔ لیکن اس بلاخیز زمانہ میں کسی محکمہ و محاذ کی حیثیت
جدا جدا نہ تھی بلکہ تمام اکابر بولشویک سب معاملات میں دخل دیتے تھے یہ نہیں تھا
کہ ٹروٹسکی کے انقلابی جنگی گدیٹی کے صدر ہونے کی شکل میں کوئی دوسرا قائد فوجی
معاملات میں دخل دے ہی نہ سکے۔ اس زمانہ میں بجائے افراد کے کمیٹیاں حکومت
کے مختلف شعبوں کی ذمہ دار ہوتی تھیں جن میں افراد و تفریط کے بعد وہی معدوم
چندا کا بولشویک ممبر تقریر ہو جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اکابر بولشویک
میں سے ہر ایک حکومت کے ہر شعبہ میں دخل تھا۔

خانہ جنگی کے دوران میں غلہ کی کمی کی وجہ سے جب شہروں اور بری نہ بھری
افواج کے سامنے موت اکھڑتی ہوئی اس وقت غلہ کی فراہمی کے مسئلہ نے نہایت
شدید شکل اختیار کر لی اور اس کی فراہمی کے لئے اسٹالین کو جنوبی روس میں

بمقام نازسٹن روانہ کر دیا گیا۔ روانہ ہوتے وقت اس نے لیٹنن کو تحریک کیا
 ”میرا یہ قاعدہ ہے کہ دشنام کے مستحق کو دشنام دیتا ہوں اور امید ہے کہ اس
 طریقہ کار سے حالات جلد ہی بہی رو بہ اصلاح ہو جائیں گے ہر امکانی کوشش
 سے غلہ روانہ کیا جائے گا اگر ہمارے فوجی افسران خواب و بیکاری میں وقت
 ضائع نہ کرتے تو فوجی محاذ میں شکافت نہ پڑتا۔ امید ہے کہ باوجود ہمارے فوجی
 ماہروں کی حماقتوں کے محاذ اذ سر لو تھا کم کر دیا جائے گا“ وہاں پہنچ کر اسٹالین
 نے دیکھا کہ مقامی فوجی محاذ جو ویر لٹو لو وقت (موجودہ مارشل ویر لٹو لو) کے
 زیر نگرانی تھا بڑی خراب حالت میں ہے مخالفت کو سبک افروغ فتحیاب مشاوان
 آگے بڑھتی چلی آ رہی ہیں ان حالات میں اسٹالین نے بولشویک حکومت کے
 لئے خطرہ محسوس کیا۔

اور وہ بحیثیت اکابر بولشویک ہونے کے فوجی معاملات میں دخل اور بڑا
 ٹروٹسکی کے مشورہ کے فوج کو احکامات دینے لگا۔ خانہ جنگی کے زمانہ میں ٹروٹسکی
 نے زسروٹ یہ کہ فوج میں افسران کا جمہوری طور پر انتخاب کا دستور ختم کر دیا تھا بلکہ
 زار کے زمانہ کے فوجی افسران کو تعاون پر آمادہ کرنے کی بعد ان کو فوج میں اعلیٰ
 عہدوں پر متاثر کر دیا تھا۔ ٹروٹسکی کا حتمی عناصر کو انقلاب کی خدمت میں لے آنا
 ایسا کارنامہ تھا کہ بولشویک پارٹی کی مرکزی کمیٹی ٹروٹسکی کی تعریف میں انعام سنچ
 تھی اس زمانہ میں لیٹنن نے گورکی سے کہا ”تباؤ ٹروٹسکی جیسا دوسرا انسان
 کہاں ہے تنہا اس شخص نے ایک سال کے قلیل عرصے میں ایسی فوج منظم
 کر دی جس پر ہم بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں اس کی دوسری عظیم کامیابی یہ ہے کہ اس
 نے زار کی فوج کے ماہرین کا تعاون حاصل کر لیا ہے جب ہمارے درمیان
 ایسی ایک ہستی موجود ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے اب تم

کاسیابی و کامرانی کے معجزے دیکھو گے، لیکن فوج میں انتخابات کی منسوخی اور شہنشاہی فوج کے افسروں کی سرخ فوج میں تقرری اسٹالین کے تخیل کے خلافت تھے چنانچہ اسٹالین نے زارستین یہو پوچکر جنوب و مشرق کے فوجی محاذ پر از سر نو فوج کا تقرری انتخاب کے ذریعہ سے جاری کر دیا اور ٹروٹسکی کے مقرر کردہ تجربہ کار افسروں کے تفریق کے احکامات جاری کر دئے نیز ان کی بجائے اپنے خیال کے مطابق لائق و کارآمد افسر مقرر کر دئے یہ ٹروٹسکی کی کارکردگی پر شدید عملی ضرب تھی۔

ٹروٹسکی کی بولشویک پارٹی میں نواہرہ کی حیثیت تھی۔ ایک نواہرہ جلاوطن دیریدہ بولشویک انقلابیوں کو پیچھے چھوڑ کر انقلاب کی صف اول میں جگہ لے لے اور اپنے نکر و عمل سے قلیل ہی عرصے میں دنیائے انقلاب کا ہتھاب بن جائے اس کی یہ نشوونما پراتے صیاد دیدہ لیکن خام طبع بولشویک پر شاق گذرئی جاسے تھی اور گذرتی تھی۔ اسٹالین بھی بولشویک کے اس گروہ میں سے ہے جو کبھی ٹروٹسکی کو حقیقی معنوں میں بولشویک پارٹی کا اہم ممبر خیال نہ کر سکے۔ بقول گورسکی کے لیٹن نے خود ایک مرتبہ ٹروٹسکی کے متعلق کہا ”یہ شخص بڑا سن چلا و جاہ طلب معلوم ہوتا ہے اس کی کچھ عجیب ہی شخصیت ہے۔ لیکن یہاں یہ امر یاد رکھنا ضروری ہے کہ واقعہ کے دس سال بعد جب ایک نیا انقلاب پروتاری انقلاب کی تردید و تسخیر میں شروع ہو چکا تھا اس وقت گورسکی نے اپنی یاد تازہ کی اور لیٹن کا قول نقل کیا۔ تخلیقی فکر و عمل انسان کو رفعتوں پر لے ہی جاتے ہیں تیس لاکھ سرخ فوج شدید مخالفت کے زمانہ میں منظم کر دینا ایک ایسا کوشش تھا کہ بولشویک پارٹی ٹروٹسکی کو اپنا قائد مان لینے پر مجبور تھی قدرت نے اس شخص کو تحریروں تقریر کا وہ ملکہ و دلچیت کیا تھا کہ اگر ایک میں برق کی حرارت تھی تو دوسری میں آب کی روانی۔ لیکن چونکہ ابتدا میں ٹروٹسکی کی ایک الگ سیاسی پارٹی تھی اور حالات و واقعات

لے اس کو پولشیوک پارٹی سے علیحدہ رکھا تھا اسلئے باوجود اپنی ذہانت و کارکردگی اور دیگر محاسن کے وہ مطعون ہی رہا۔ لیٹن کے علاوہ دوسرے اکابر پولشیوک پارٹی کے فوجی طریقہ تنظیم کو نظر احسن سے نہیں دیکھتے تھے چنانچہ اسٹالین نے زارین سے پولشیوک کی نئی فوجی تدابیر پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لیٹن کو اطلاع دی "ہمارے فوجی ماہرین نفسی طور پر رجعت پسند عناصر کے خلاف کامیاب جارحانہ عمل کرنے سے قاصر ہیں۔" قلیل ہی عرصے میں یہ اختلاف ایک مسئلہ بن گیا اور دو گروہ پیدا ہو گئے ایک پولشیوک کا گروہ جو زار کے زمانے کے فوجی ماہرین کے تعاون سے قائم ہوا تھا اگر سرخ فوج میں فوجی سائنس کے مطابق قواعد و ضوابط کا اجرا کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ سرمایہ دار اقوام کی منظم اور ماہر افواج کا کامیابی سے مقابلہ کر سکے دوسرا اسٹالین کا گروہ تھا جو فوج کے اعلیٰ عہدے دار خواہ وہ ماہرین فن ہوں یا نہ ہوں انتخاب کے ذریعے سے مقرر کرنا اور منظم فوج کے خلاف گریلا طریقہ پر جنگ جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اسٹالین وغیرہ کا گروہ مخالفت فوجی پارٹی کو کھلاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ زار کے زمانے کے فوجی افسروں پر کلی اعتماد کرنا مشکل تھا اور اسٹالین کی شکی طبیعت پولشیوک کے مقرر کردہ ماہرین فوج کے ہر عمل میں تخریبی پہلو ضرور دیکھتی ہوگی لیکن مزدور طبقہ فوجی سائنس سے نابلد تھا بلکہ مقابل فوج ہر طرح سے مسلح اور فوجی آئین و قوانین سے واقف تھی اس کے مقابلے کے لئے جب تک فوجی ماہرین نہ ہوتے فتح ہونی ناممکن تھی یہ حالات پولشیوک کو اس امر پر مجبور کر رہے تھے کہ زار کے زمانے کے فوجی افسروں کو ذمہ دار عہدے سے دئے جائیں اور افسروں کے حب الوطنی کے جذبہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ فوجی افسر اگرچہ پولشیوک یا اختر کی نہ تھے لیکن ملک اور قوم کی محبت ضرور رکھتے تھے اسلئے غیر ملکی عناصر کے خلاف جارحانہ جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں ان پر اعتماد

کیا جاسکتا تھا۔ بولشیوک پارٹی میں فوجی ماہرین کا فقدان۔ گریلا طریقہ جنگ کا منظم فوج کے خلاف بے اثر ہونا۔ افسران فوج کو حسب الوطنی یہ تین امر ایسے تھے جو ٹروٹسکی کو زار روس کے جنرلوں کا تعاون حاصل کرنے پر مجبور کر رہے تھے جہاں تک جبر یہ غلہ کی فراہمی کا تعلق تھا اور اس کی فراہمی کے لئے فوج کی ضرورت تھی یہاں یہ فوجی افسر ضرور اعجاز سے کام لیتے ہوں گے جو اسٹالین کو شاق گزرتا ہوگا۔

فوج کے دو اعلیٰ افسر ایک دوسرے سے بے نیاز ہوں۔ فوج کی تنظیم کے متعلق ان کے دونوں یہ نظر ہوں اور دونوں بیک وقت فوج کو احکامات صادر کریں ان حالات میں فوج میں ہیجان اور بے نظمی پیدا ہو جانا یقینی تھا۔ چنانچہ جنوبی محاذ پر یہی ہوا کہ اسٹالین نے جس کو اصولاً ٹروٹسکی سے مشورہ کرنے کے بعد احکامات جاری کرنے چاہئیں تھے ٹروٹسکی اور اس کے مقرر کردہ فوجی افسروں کے احکامات کا نہ خیال کرتے ہوئے اپنے احکامات جاری کر دئے۔ اس مداخلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقامی اعلیٰ افسروں نے اسٹالین کے اس غلط اقدام کی خبر ٹروٹسکی کو دی۔ اس پر بذریعہ نارٹروٹسکی نے اسٹالین کو فوجی معاملات میں دخل دینے سے منع کیا اور فوجی ماہرین و دیگر فوجی حالات کو سابق کی طرح برقرار رکھنے کی ہدایت کی و ایک نووارد و نامحرم پارٹی ممبر ایک دیرینہ مغرور تجربہ کار بولشیوک کو یہ تار دے اس پر اس کے خون میں کیونکر حرارت پیدا نہ ہو چنانچہ اسٹالین نے تار پر ”اس ہدایت کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت نہیں“ تحریر کرنے کے بعد اس کو دفتر میں بھیجا یا اور شامل مثل کرنے کی ہدایت کر دی۔ اسٹالین کا یہ ناشگفتہ عمل ٹروٹسکی کو برا فروختہ کرنے کے لئے کافی تھا چنانچہ اس نے لینن کو تار دیا۔

”میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اسٹالین کو واپس بلا لیا جائے۔ اگر چیڈ زار سٹن کے محاذ پر کثیر سرخ فوج موجود ہے لیکن حالات خراب ہوتے چلے

جا رہے ہیں دیریشیلوٹ (موجودہ مارشل) شاید ایک رجمنٹ کو
 کمانڈ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو لیکن پچاس ہزار فوج کی ذمہ داری
 لینے کے نااہل ہے اس شرط پر کہ وہ جنوبی فوج کے کمانڈر سٹین کو
 فوجی نقل و حرکت کی اطلاع دینے کا وعدہ کرے میں اس کو موجودہ
 عہدہ پر بحال رکھ سکتا ہوں۔ اب تک زار سٹین سے گوزلوف کی
 جنگ کی بابت کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ میں نے مطالبہ
 کیا ہے کہ فوجی اقدام و نقل و حرکت کی اطلاع دن میں دو مرتبہ
 آنی چاہئے۔ اگر کل اطلاع نہیں آئی میں دیریشیلوٹ اور سٹین
 کو فوجی عدالت کے سپرد کروں گا اور اس سزا کی وجہ فوج میں نشر
 کردوں گا جب تک اسٹالین۔ سٹین۔ زار سٹین میں ہیں ان کی
 حیثیت صرف دسویں فوج کے انقلابی جنگی ممبر کی ہے۔۔۔۔۔

میں اس کے سوا کوئی راستہ نہیں دیکھتا۔
 اگلے روز ٹر وٹسکی نے لینن سے ٹیلیفون پر کہا:-

سیرے پاس جنوبی محاذ سے کمانڈر انچیف کا حسب ذیل تار آیا ہے
 میں نے جنوبی محاذ کے کمانڈر سٹین کو حکم دیا ہے کہ اسٹالین کے حکم
 نمبر پر عمل درآمد نہ کیا جائے اسٹالین کی مداخلت میری تمام تدابیر
 درہم برہم کر رہی ہیں۔

دستخط۔ وائزٹس

کمانڈر انچیف

اس کشمکش کے نمودار ہونے پر لینن نے اپنے معتد خاص سر ڈیو کو اسٹالین کے
 واپس لے لینے کے لئے زار سٹین روانہ کر دیا۔ یہ لینن کی خصوصیت تھی کہ وہ رد و قبح

کو زیادہ تلخ نہ ہونے دیتا تھا شاید لیٹن نے یہ اظہار بھی نہ ہونے دیا کہ اسٹالین کو کس بنا پر واپس بلا یا جا رہا ہے۔ لیٹن کی یہ خاص خصوصیت تھی کہ تلخی کا بغض و عناد میں تبدیلی ہونے سے قبل ہی مدافا کر دیتا تھا اور اگر حالات و واقعات سے مجبور ہو کر کسی رفیق کار کو آزرہ کرتا تو پہلے موقع پر صاف دلی و خندہ پیشانی سے اس کو ہم آغوش کر لیتا۔ سوائے اتفاق کہ سر ٹروٹسکی کی سمیت میں جب اسٹالین ماسکو واپس آ رہا تھا ٹروٹسکی جنوبی روس جا رہا تھا۔ راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ دوران ملاقات میں اسٹالین نے ٹروٹسکی سے دریافت کیا۔

”کیا واقعی آپ سب کو (ٹروٹسکی) پوزیشن پارٹی ابر طرف کرنا چاہتے ہیں وہ (ویریشوٹوف ایمین) تو بڑے کامیاب جوان ہیں۔“

اس پر ٹروٹسکی نے جواب دیا۔

”یہ کارآمد نوجوان انقلاب کو تباہ کر دیں گے۔ انقلاب ان نوجوانوں کی چنگی عقل کا انتظار نہیں کر سکتا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ زار سینٹن موجودہ اسٹالین گریٹا روس میں شامل رہے۔“

زار سینٹن ہیروئیک گریٹا روسکی نے ویریشوٹوف سے عدول حکمی کی وجہ دریافت کی۔ اس نوجوان نے ہر اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا جو اس کی فہم میں نقصان دہ تھا۔ فوج میں یہ حالات برداشت نہیں کئے جاسکتے کہ جنرل یا کمانڈر عدول حکمی کریں چنانچہ ٹروٹسکی نے ویریشوٹوف کو متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارے اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم کو فوجی حراست میں ماسکو روانہ کر دیا جائے گا“ ٹروٹسکی کی اس سختی کا یہ نتیجہ تو ضرور نکلا کہ ویریشوٹوف قلیل عرصے کے لئے اپنی تخریبی تدابیر سے باز رہا لیکن ٹروٹسکی نے اسٹالین کے علاوہ اپنا ایک اور دشمن پیدا کر لیا۔ ٹروٹسکی کی افتاد طبیعت کچھ ایسی تھی کہ اس کو یہ گمان بھی

نہ گزرتا تھا کہ انقلاب کی حیات کی خاطر اس کی دوسروں پر سختی ان کو ٹروٹسکی کی عورت ناموس کا دشمن بنا رہی ہے۔ ٹروٹسکی سخت طرز عمل کو اپنا انقلابی فرض تصور کرتا تھا جو فقائے کار کو ناگوار گزرتا تھا اگر ٹروٹسکی میں روٹھے کو منانے کی اہلیت ہوتی یا روس ایک متمدن ملک ہوتا تب شاید وہ اپنی سخت گیری کے نتائج سے محفوظ رہتا عدول حکمی کرتے کرتے انقلابیوں کی نفسی کیفیت ہی کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ کسی حکم کہ آسانی سے قبول نہیں کرتے چنانچہ کچھ عرصے بعد ویریشوٹوف نے وہی تخریبی حرکت کا جو وہ اس سے قبل علانیہ کیا کرتا تھا اب خفیہ طور پر کرنی شروع کر دیں اس پر ٹروٹسکی نے لینن کو یہ تار دیا:-

”ویریشوٹوف عملی تعاون پر آمادہ نہیں ہوتا اس لئے دسویں فوج کی ایک جدید انقلابی فوجی کمیٹی ترتیب دینی چاہئے اور ایک نیا کمانڈر مقرر کرنا چاہئے نیز ویریشوٹوف کو لوگرین بدل دینا چاہئے“

چونکہ دسویں فوج کی انقلابی فوجی کمیٹی کا اسٹالین بھی ممبر تھا اس لئے ٹروٹسکی کا یہ تاوا اسٹالین پر بھی سخت تنقید تھا۔ ویریشوٹوف نے لوگرین پہنچ کر بھی فوجی افسروں کے عہدوں میں ترقی و تنزیل اور فوج میں جمہوری دہ سے قائم کرنے، نیز ٹروٹسکی کے احکامات کی خفیہ عدول حکمی کرنی شروع کر دی۔ ان حالات کا علم ہونے پر ٹروٹسکی نے سرڈوکیو کو حسب ذیل برقی پیغام روانہ کیا:-

”میں یہ صاف طور پر عرض کر دوں کہ جو تخریبی کارروائیاں زارستین میں روارکھی گئیں جن کی وجہ سے فوج میں حد درجہ بد نظمی پھیلی ان کا اعادہ لوگرین میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ ویریشوٹوف اور دوکھیموخ کا طریقہ کار تمام ہم کو بریاد کر دے گا“

احباب و رفقا میں رنجش ہو جانے پر مصالحت کی سعی میں بہت احتیاط سے

کو زیادہ تلخ نہ ہونے دیتا تھا شاید لینن نے یہ اظہار بھی نہ ہونے دیا کہ اسٹالین کو کس بنا پر واپس بلا یا جا رہا ہے۔ لینن کی یہ خاص خصوصیت تھی کہ تلخی کا بغض و عناد میں تبدیلی ہونے سے قبل ہی مداہ کر دیتا تھا اور اگر حالات و واقعات سے مجبور ہو کر کسی رفیق کار کو آزرہ کرتا تو پہلے موقع پر صاف دلی و خندہ پیشانی سے اس کو ہم آغوش کر لیتا۔ سوائے اتفاق کہ سر ٹروٹسکی کی مصیبت میں جب اسٹالین ماسکو واپس آ رہا تھا ٹروٹسکی جنوبی روس جا رہا تھا۔ راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ دوران ملاقات میں اسٹالین نے ٹروٹسکی سے دریافت کیا:-

”کیا واقعی آپ سب کو (ٹروٹسکی) پوزیشن پارٹی ابر طرف کرنا چاہتے ہیں وہ (ویریشوٹوف ایمین) کو بڑے کامدہ بوجوان ہیں۔“

اس پر ٹروٹسکی نے جواب دیا:-

”یہ کارآمد بوجوان انقلاب کو تباہ کر دیں گے۔ انقلاب ان بوجوانوں کی چنگی عقل کا انتظار نہیں کر سکتا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ زار سینٹن موجودہ اسٹالین گریٹ روس میں شامل رہے۔“

زار سینٹن ہیروئیک ٹروٹسکی نے ویریشوٹوف سے عدول حکمی کی وجہ دریافت کی۔ اس بوجوان نے ہر اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا جو اس کی فہم میں نقصان دہ تھا۔ فوج میں یہ حالات برداشت نہیں کئے جاسکتے کہ جنرل یا کمانڈر عدول حکمی کریں چنانچہ ٹروٹسکی نے ویریشوٹوف کو متنبہ کرتے ہوئے کہا:-

”تمہارے اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم کو فوجی حراست میں ماسکو روانہ کر دیا جائے گا۔“ ٹروٹسکی کی اس سختی کا یہ نتیجہ تو ضرور نکلا کہ ویریشوٹوف قلیل عرصے کے لئے اپنی تخریبی تدابیر سے باز رہا لیکن ٹروٹسکی نے اسٹالین کے علاوہ اپنا ایک اور دشمن پیدا کر لیا۔ ٹروٹسکی کی افتاد طبیعت کچھ ایسی تھی کہ اس کو یہ گمان بھی

نہ گورنا تھا کہ انقلاب کی حیات کی خاطر اس کی دوسروں پر سختی ان کو ٹروٹسکی کی عورت ناموس کا دشمن بنا رہی ہے۔ ٹروٹسکی سخت طرز عمل کو اپنا انقلابی فرض تصور کرتا تھا جو رفقائے کار کو ناگوار گزرتا تھا اگر ٹروٹسکی میں روٹھے کو منانے کی اہلیت ہوتی یا روٹس ایک متمدن ملک ہو تا تب شاید وہ اپنی سخت گیری کے نتائج سے محفوظ رہتا عدل حکمی کرنے کے لئے انقلابیوں کی نفسی کیفیت ہی کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ کسی حکم کہ آسانی سے قبول نہیں کرتے چنانچہ کچھ عرصے بعد ویریشو کوٹ نے وہی تخریبی حرکت جو وہ اس سے قبل علانیہ کیا کرتا تھا اب خفیہ طور پر کرنی شروع کر دیں اس پر ٹروٹسکی نے لینن کو یہ تار دیا :-

”ویریشو کوٹ عملی تعاون پر آمادہ نہیں ہوتا اس لئے دسویں فوج کی ایک جدید انقلابی فوجی کمیٹی ترتیب دینی چاہئے اور ایک نیا کمانڈر مقرر کرنا چاہئے نیز ویریشو کوٹ کو لوگرین بدل دینا چاہئے“

چونکہ دسویں فوج کی انقلابی فوجی کمیٹی کا اسٹالین بھی ممبر تھا اس لئے ٹروٹسکی کا یہ تاہا اسٹالین پر بھی سخت تنقید تھا۔ ویریشو کوٹ نے لوگرین پہنچ کر بھی فوجی افسروں کے عہدوں میں ترقی و تزلزل اور فوج میں جمہوری دہ سے قائم کرنے، نیز ٹروٹسکی کے احکامات کی خفیہ عدول حکمی کرنی شروع کر دی۔ ان حالات کا علم ہونے پر ٹروٹسکی نے سرڈو کوٹ کو حسب ذیل برقی پیغام روانہ کیا :-

”میں یہ صاف طور پر عرض کر دوں کہ جو تخریبی کارروائیاں زار سینن میں روارکھی گئیں جن کی وجہ سے فوج میں حد درجہ بد نظمی پھیلی ان کا اعادہ لوگرین میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ ویریشو کوٹ اور دو کھیموٹخ کا طریقہ کار تمام ہم کو بریاد کر دے گا“

احباب و رفقا میں رنجش ہو جانے پر مصالحت کی سعی میں بہت احتیاط سے

کام لینا پڑتا ہے چنانچہ لیٹنن اور سر ڈی لوئے بہ انداز مجرمانہ ٹروٹسکی پر مصالحت کرنے کے لئے زور دیا۔ اس پر ٹروٹسکی کا حسب ذیل جواب آیا۔

”مصالحت ضروری ہے لیکن ایسی مصالحت نہیں جس سے تخریبی رجحانات طاقتور ہو جائیں۔۔۔۔۔ اسٹالین کے نارسٹین یا جمہوری طریقہ کار نیز افسروں کی رد و بدل کو میں ایک ناسوخیال کرتا ہوں جو وقت گزرنے پر اس سے کہیں زیادہ خراب نتائج پیدا کرے گا جو ماہرین فوج کی غداری یا سازش کر سکتی ہے۔ اوکوٹوف کی رپورٹ کا غور سے مطالعہ کریں تاکہ صاف طور پر اس امر کا انکشاف ہو جائے کہ اسٹالین کی شہ سے ویریشوٹوف نے زار سین کے محاذ پر اپنی خام تدابیر سے کتنی بد نظمی پیدا کر دی تھی۔“

رجسٹر کا فوری دفعیہ نہیں ہو سکتا۔ ہر زخم کے اندمال کے لئے وقت درکار ہوتا ہے چنانچہ کئی ماہ تک لیٹنن اس معاملہ کو ٹالنا لگا رہا آخر کار اس نے ویریشوٹوف کو تار دیا۔

”یہ احد ضروری ہے کہ ہر قسم کی تبلیغ و تلقین فوراً بند کر دی جائے فوجی طریقہ پر تنظیم ہونی چاہئے مختلف گروہ بنانے نیز دوسری انیس تحریکات جاری کرنے میں وقت نہ منالغ کرنا چاہئے۔ تنظیم فوجی طریقہ پر ہونی چاہئے۔ تمام رد و بدل۔ افسروں کی ترقی و تنزل کے اکتھے و قبضے سب ختم کر دئے جائیں۔“

اسی روز لیٹنن نے سیاہی بیرو کا اجلاس بلایا جس نے ٹروٹسکی کے زاویہ نگاہ کی تائید کی اور ویریشوٹوف کو اس کے فرائض کی انجام دہی کی طرف توجہ دلائی اور چونکہ ان کو ویریشوٹوف کی عدول علمی کی اطلاعات مل چکی تھیں اسلئے تشبیہ کر دی۔

”ورنہ ٹروٹسکی ہم کو آئینہ کے مقام پر بلائے گا اور ضروری انتظام کر دے گا“

دوسرے روز مرکزی کمیٹی نے ریکوئسٹی اور ٹروٹسکی کو حکم دیا کہ وہ رشوتوں نے جن سرکاری اشیاء پر قبضہ کر لیا ہے ان کو برآمد کر میں اس سلسلہ میں لیٹن نے ٹروٹسکی کو حسب ذیل تار روانہ کیا:-

”ڈیمینکو اور ویر شوٹوف ذبحی سامان کو غیر ذمہ داری کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں، ہر جانب بد نظمی پھیلی ہوئی ہے اور ڈونٹ کے محاذ کو برائے نام مدد دی جا رہی ہے“

ٹروٹسکی نے اگرچہ مخالفت فوجی پارٹی کی کامیاب مخالفت کر دی اور سیاسی بیروسے اس کی تکذیب بھی کر دی لیکن جن فوجی افسران کو اسٹالین وغیرہ کی تدابیر سے فائدہ پہنچتا اور جو ٹروٹسکی کی مداخلت سے رگ لیا وہ ٹروٹسکی کے مخالفت ہو گئے اور یہ مخالفت چند سال بعد رنگ لائی۔

ٹروٹسکی میں اگر حال کے دشمن کو مستقبل میں دوست بنانے کی اہلیت نہ ہوتی تو موجودہ مخالفتوں کا اثر اس کی آئندہ زندگی پر کچھ پڑتا لیکن وہ جنگی واقعہ مادی معاملات میں اس درجہ منہمک رہا کہ غالباً اس کا خیال مصالحت کی طرف گیا ہی نہیں اور شاید وہ مصالحت کو ضروری ہی خیال کرتا تھا۔ ایک متمم انسان کا ناویہ نگاہ یہ ہوتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں سخت گیری دوسرے فریق کو آدر وہ نہیں کرتی۔ لیکن روسی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ وہاں ایسے لوگوں کا فقدان ہے۔ حالات و واقعات سے مجبور ہو کر ٹروٹسکی کو سختی کرنی پڑی جس نے بیشتر فوجی افسروں اور رفقاء کے کار کو اس کا دشمن بنا دیا۔ یہ امر یقینی ہے کہ جن افسران فوج کو اسٹالین و ویر شوٹوف کی جمہوری تدابیر سے فائدہ پہنچتا تھا اور جو ٹروٹسکی کی مداخلت

کی بنا پر مترتب نہ ہو سکیں وہ افسر ضرور ٹروٹسکی کے سخت مخالف ہو گئے ہونگے
ٹروٹسکی اپنی سوانح عمری میں اس سخت گیری اور اس کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا
ہوا لکھتا ہے:-

”میں فوجی تنظیم کے سلسلہ میں سخت گیر تھا اور متعلقین میرے اس
طرز عمل سے ناراض تھے لیکن چونکہ اس نازک زمانہ میں انقلاب کی
زندگی و موت کا سوال تھا اس لئے یہ غور کرنے کا وقت اور موقع نہ
تھا کہ فرائض کی ادائیگی میں سختی کرنا میری ذات کے لئے کیا نتائج پیدا
کرے گا لیکن اس زمانہ ہی سے اسٹالین نے ان خاص خاص
اشخاص کو ایک لڑائی میں منسلک کرنا شروع کر دیا تھا جن کے دلوں
میں میری فوجی خدمت کے دوران میں مجھ سے رجحش پیدا ہو گئی تھی
ایسا کرنا اسٹالین کے ذاتی مفاد کے موافق تھا۔ وہ میرے اہم مسائل
کا بیج پوتا رہا۔ اسٹالین نے جس تنظیم اور شدت سے میری مخالفت
کی اس کا احساس مجھے بہت بعد میں ہوا۔ دراصل اس لئے انقلابی دور
میں کام یہی یہ کیا کہ میرے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتا رہا۔ اس کا فطری
رجحان بھی ان تحریکی سازشوں کی طرف تھا نیز اس کو خفیہ ذاتی عناد
پر غور کرنے کی فرصت بھی تھی انقلاب کے زمانہ میں اسٹالین نے کبھی
کوئی اہم اور معقول کام انجام نہیں دیا“

ٹروٹسکی کی خود نوشتہ سوانح عمری سے اسٹالین کے خلاف جتنی تلخ طاقت ہے
ابتدائی دور میں وہ اتنی گہری نہ تھی۔ اس کشیدگی کے زمانہ میں جب اسٹالین نے جنوبی
مخازیر جلنے کی اجازت لینے سے پہلے ہی اور ٹروٹسکی سے مصیحت کرنے کا اشارہ
کیا لیکن اس کی سفارش کرنے پر آمادہ ہو گیا اور اس نے ٹروٹسکی کو حسب ذیل پیغام

روانہ کر دیا۔

”اسٹالین جنوبی محاذ کی ذمہ داری لینا چاہتا ہے اس کا خیال ہے کہ جب اس کی تدابیر کو عملی جامہ پہننے کا موقع دیا جائے گا اس وقت ان کی درستی ثابت ہو سکتی ہے۔ میں اسٹالین کی اس خواہش کی اطلاع تمہیں اس لئے دے رہا ہوں تاکہ برہیلو سے اس پر غور کرو اور اطلاع دو کہ کیا تم اسٹالین سے بذات خود مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہو۔ اسٹالین زبانی گفتگو کرنے کے لئے تمہارے پاس آنے کے لئے تیار ہے۔ دوسرا غور طلب یہ ہے کہ کیا کسی خاص شرط پر تم اسٹالین سے تعاون کرنے پر تیار ہو۔ جہاں تک میرے خیال کا تعلق ہے میں اس کو ضروری خیال کرتا ہوں کہ اسٹالین سے مصالحت کی ہر امکانی کوشش کی جائے“

لینن کے اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ ان دونوں میں وقتی طور پر مصالحت ہو گئی اور اسٹالین جنوبی محاذ کی جنگی اقتداری کو لنن کا از سر نو نمبر ہو گیا۔ کچھ مدت جنوبی محاذ پر رہنے کے بعد اسٹالین شمالی و مشرقی محاذ پر روانہ کر دیا گیا جہاں سے اس نے فوجی بد انتظامی کی اطلاع لینن کو دی اور اس زبون حالت کا ٹروٹسکی کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ نیز یہ تجویز بھی پیش کی کہ ہر محاذ کو فوجی اعتبار سے علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ ایک مرکز سے تمام محاذوں کو ہدایت دینا دشوار ہے اور یہ حکایت عمل میں تاخیر اور مقامی بد نظمی پیدا کرتی ہے۔ شمال و مشرقی محاذ اسٹالین نے مخالفت افواج پر فتح پائی اور اس خوشخبری کی اطلاع دیتے ہوئے لینن کو تحریر کیا۔

”بحری ماہرین کا یہ فیصلہ تھا کہ کوہ سرخ پر سمندر کے راستے سے حملہ آؤ ہو کہ قبضہ نہیں کیا جاسکتا مجھے انسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ

ماہرین کی بحری سائنس کا جنازہ نکل گیا کیونکہ وہ سرخ سمند ہی کی جانب سے فتح ہو گیا۔ اگر میں دخل نہ دیتا اور بحری و بری قہل و حرکت کے ضروری احکامات صادر نہ کرنا اس کو ہر قبضہ ہونا ناممکن تھا میں اپنی رائے سے کام کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

یہ ٹروٹسکی کے ماہرین کے نظریہ کے خلاف اسٹالین کی عملی نکتہ چینی۔ دوسرا واقعہ جس پر مخالفین نے ٹروٹسکی پر سخت نکتہ چینی کی شکست خوردہ جنرل کو چمک کے تعاقب کرنے کا مسئلہ تھا۔ ٹروٹسکی تعاقب کرنے کے خلاف اور مشرقی محاذ سے فوجوں کو ہٹا کر وسط روس میں جنرل ڈینیکین کے خلاف برسر پیکار لانے کا حامی تھا۔ لیکن مرکزی کمیٹی نے ٹروٹسکی کی رائے تسلیم نہ کی اور بسا ا بعد کے حالات سے ظاہر ہوا کہ ٹروٹسکی کی رائے پر عمل کیا جاتا تو فوجی اعتبار سے نقصان کا باعث ہوتا۔ اس زمانہ میں اسٹالین نے ٹروٹسکی کی نا اہلیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لیٹن کو تار دیا۔

”اب صرف یہ سوال ہے کہ آیا مرکزی کمیٹی میں یہ جرأت ہے کہ واقعات سے درست نتائج نکال سکے۔ کیا مرکزی کمیٹی میں ضروری استقلال کو داتا“

یہ صفات طور پر ٹروٹسکی کو اس کے عہدے سے برطرف کرنے کا اشارہ تھا جب ٹروٹسکی کو اس مخالفت کی اطلاع ہوئی اس نے حکومت کے تمام اداروں سے استغناء دے دیا تاکہ مرکزی کمیٹی اگر چاہے تو ٹروٹسکی کے علاوہ کسی بہتر رفیق کو اس اہم عہدے پر مامور کر دے۔ خانہ جنگی کے دوران میں اکابر بوشیویک کی آپس کی یہ جنگ اور دشمنی دیگر بوشیویک کے لئے نہایت تکلیف دہ تھی چنانچہ ٹروٹسکی کے استعفیے پر غور کرنے کے لئے تمام بوشیویک کے منقطع اداروں کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:-

”ٹروٹسکی کا استعفیٰ منظور کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ اس کی علیحدگی بوشیویک

حکومت کے لئے سخت بد نصیبی ہوگی۔“

اس تجویز بہا سٹالین کے بھی دستخط ثبت تھے۔ ملکی و سیاسی مصلح عجیب پرتے ہیں یہ انسان کو اس کے ضمیر کے خلاف بہت سے امور کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ سٹالین جو کل تک ٹروٹسکی کی شدید مخالفت کر رہا تھا آج اس کا مداح بن گیا شاید یہ لینن کی ساحی تھی کہ اسٹالین کے دستخط اس قرارداد پر کرادئے۔ یہ لینن کی ہرولعزیزی اللہ نظر الفت تھی جس نے بوشیوک کا خیر اڑہ باندھ رکھا تھا ورنہ ان کی خام نفسی کیفیات انقلاب کو کبھی کا تباہ کر چکی ہوتیں۔

اس زمانہ میں مخالفت افواج نے پیٹر وگرید پر پوروش کر دی۔ بوشیوک کو شکست ہوئی اور حالات اس درجہ نازک ہو گئے کہ لینن جیسے خوش فہم و باہمت انسان نے مزید مزاحمت کو بے سود خیال کرنا شروع کر دیا۔ پیٹر وگرید جیسے اہم تاریخی مقام پر دشمن کا قبضہ ہو جانا انقلاب پر کاری ضرب لگایا۔ اس مقام کی سیاسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے لینن کی مرضی کے خلاف ٹروٹسکی نے ہی مناسب خیال کیا کہ اس معزز و تمام کو قبضے میں رکھنے کے لئے سعی بلیغ ضرور کرنی چاہئے اس کا خیال تھا کہ پیٹر وگرید کا ہاتھ سے نکل جانا انقلاب انگیز عناصر میں شکستہ دلی پیدا کر دے گا نیز تمام یورپ میں رجعتی عناصر کا اعزاز بہت بڑھ جائے گا۔ ان غلطیوں کے ماتحت ٹروٹسکی نے بذات خود میدان جنگ پر پہنچ کر افواج کی سرکردگی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس کی سمیت و شجاعت، اللعزمی و خوش تدبیری کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کو شکست ہوئی اور پیٹر وگرید کی یادگار پر سرخ انقلابی پرچم لہاتا رہا۔ اس غیر متوقع فتح سے تمام بوشیوک اس وجہ کسور و متاثر ہوئے کہ اظہار شکوریت اور داو شجاعت دینے کے لئے انقلابی روایات کے خلاف ایک اعزاز **ORDER OF THE RED FLAG** ایجا د کیا اور ایک عظیم الشان جلسے میں وہ اعزاز ٹروٹسکی کو عنایت کیا۔ نہ معلوم کیوں؟ اس جلسے میں

اسٹالین شریک نہیں ہوا تھا۔ چونکہ اسٹالین بھی پیٹر وگرید کے محاذ پر تھا اس لئے کمیونیت نے اسٹالین کو بھی اس اعزاز سے سرفراز کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز پر کیلیٹن (موجودہ صدر جمہوریہ روس) نے متعجب ہو کر دریافت کیا۔

”کہیں نہیں سمجھ سکا کہ اسٹالین کو یہ اعزاز کس صلہ میں دیا جا رہا ہے“

کیلیٹن کے اس استفسار پر بگھارن نے جواب دیا۔

”یہ اعزاز لیٹن کے اشارے سے دیا جا رہا ہے تاکہ اسٹالین کو حسد

نہ ہو“

یہ لیٹن کی حسن تدبیر اور بیدار فہمی تھی جو حالات و واقعات کی ناساعدت کے باوجود کمیونسٹ پارٹی میں توازن قائم کئے ہوئے تھی۔

حالانکہ اکابر لوشیوک ٹروٹسکی اور اسٹالین میں مصالحت رکھنے کی ازور کوشش کر رہے تھے لیکن کامیابی نہ ہوتی تھی جب اسٹالین کو جنوبی محاذ پر جنرل ڈیفینس کے خلاف روانہ کیا اس لئے حسب ذیل مطالبات پیش کر دیئے:

- (۱) ٹروٹسکی کو جنوبی محاذ کے معاملات میں دخل دینے کا حق نہیں ہونا چاہئے
- (۲) جن کارکنوں کو میں غیر مفید خیال کرتا ہوں ان کو واپس بلا لیا جائے گا۔
- (۳) جن کو میں کامد خیال کرتا ہوں ان کو فوراً محاذ پر روانہ کر دیا جائے گا۔

دلوں کو آزدہ نہ کرنا لیٹن کی خاص خصوصیت تھی۔ اگر حالات و واقعات سے عبور ہو کر کوئی ایسا عمل کرنا پڑتا جو دوسروں کی آزدگی کا باعث ہوتا تو پہلے موقع پنجدہ پیشانی و صاف دلی سے ریجیڈ شریک کار کو ہوا خوش کر لیتا لیٹن کا حسن تدبیر کچھ ایسا تھا کہ اگرچہ ٹروٹسکی جنوبی محاذ سے دست بردار نہ ہوا اس کے باوجود اسٹالین خود مختار رہا لیکن بعض قلوب اس درجہ تاریک ہوتے ہیں کہ وہ کسی تنخی کو فراموش نہیں کرتے بلکہ مخالف کی تکذیب و مذمت میں لگے رہتے ہیں۔ ٹروٹسکی کے طریقہ کار کی خامی

اور اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسٹالین نے محاذ پر پہنچتے ہی لینن کو تار دیا۔
 ”حالات میں تبدیلی کرنا از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر میں کچھ نہیں کر
 سکتا اگر ضروری تبدیلی کرنے کی اجازت موصول نہ ہوئی کہیں جنوبی محاذ
 پر رہنے کے عوض دوزخ میں جانا پسند کروں گا“

اسٹالین نے اس موقع پر نہ صرف ضروری تبدیلیوں کی فہرست روانہ کی بلکہ یہ
 دھکی بھی دی کہ اگر کسی وجہ سے ان پر عمل درآمد کرنے کی اجازت موصول نہ ہوئی کہیں
 شکل میں وہ جنوبی نازکی کمان سے مستغنی ہو جائے گا شاید مستغنی کا ذکر تبدیلی کی فوری
 ضرورت اور اہمیت کے اظہار کے لئے کیا گیا تھا نیز حالات کی خستگی کا ذکر ٹروٹسکی کی
 تدابیر پر تنقید تھی۔ لینن نے اسٹالین کی تحریر بحسب سیاسی بیرو کے رو پر وپیش کر دی
 جس کا اس ادارے نے غور و خوض کے بعد حسب ذیل جواب اسٹالین کو روانہ کر دیا۔
 ”یہ بہت خیر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقامی رو و بدل کی تجاویز استغنیوں
 اور ترک تعاون کی دھکیوں کے ہمراہ روانہ کی جائیں“

اس پر اسٹالین خاموش ہو گیا لیکن سیاسی بیرو کے اس جواب کو بھی وہ
 ٹروٹسکی کے اثر کا کرشمہ سمجھا اور اس کی نفرت اپنے شریک کار سے زیادہ عمیق ہو گئی۔
 عزم اور اس عزم کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے شدید تشدد و جبر و قہر
 کرنا اسٹالین کا طرہ امتیاز تھا۔ زارینہ کہا کرتی تھی ”روسی کو چاباک کی ضرورت ہے“
 اس کا یہ اندازہ غلط نہ تھا غیر متمدن انسانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے چاباک
 سے متوازن کام لینا پڑتا ہے چونکہ اسٹالین کو کبھی کسی متمدن ملک میں رہنا اور متمدن
 زبان سیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے کسی متمدن ماحول و ادب سے متاثر
 نہ ہو سکا۔ اسٹالین روسی کی غیر متمدن نفسی کیفیت کو خوب سمجھتا تھا اور یہ کہنا غلط
 نہ ہو گا کہ مغربی یورپ میں مدت کے قیام سے لینن اور ٹروٹسکی میں متمدن زاویہ نظر

پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ روسی کی خام نفسی کیفیت کو اس معنائی سے نہیں دیکھ سکتے تھے جس معنائی سے اسٹالین دیکھتا تھا۔ لینن و ٹروتسکی اور دیگر اکابر بولشیوک اصل معنی میں روسی نہ تھے۔ مغربی یورپ کی رہائش اور وہاں کے تمدن علیٰ ویسا ہی ماحول نے ان کی نفسی کیفیت کو کافی متاثر کر دیا تھا ان کا جبر و قہر کا تخیل تمدن انسان کا تھا۔ ان کا عام اسلوب زندگی کا تصور ان کو زیادہ ظلم و ستم کرنے پر مشتمل سمجھنا پڑتا تھا اس کے برخلاف مشرقی سٹالین کو بھی تمدن مغرب سے متاثر ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا اس لئے اس کو روسی کی خام نفسی کیفیت کے مطابق شدید طریقہ کا اختیار کرنے میں کبھی جھجک پیدا نہیں ہوئی چنانچہ جہاں بھی تشدد و جبر کی ضرورت ہوتی وہاں اسٹالین کو روانہ کر دیا جاتا تھا غیر تمدن انسانوں کو اپنی ہستی محسوس کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں پر ظلم کریں۔ اسٹالین کی یہی نفسی کیفیت تھی اور لینن ایک ماہر نفسیات کی طرح اسٹالین کی اس ظالمانہ لیکن کارآمد نفسی کیفیت کو برسر کار لارہا تھا اور جہاں کہیں بھی تشدد کی ضرورت ہوتی اسٹالین کو روانہ کر دیتا۔ ایک مرتبہ اسٹالین کی زبان پر شکوہ آ ہی گیا اور اس نے لینن کو لکھا

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوہ قات کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر کیوں رکھی جا رہی ہے۔ دستور کے مطابق انقلابی جنگ کی گیدٹی (ٹروتسکی) اس محاذ کی ذمہ وار ہے۔ اس کونسل کے ممبر جہاں تک بے علم ہے اچھی صحت کے مالک ہیں پھر کیوں بیمار و علیل المفردت اسٹالین پر ذمہ داری عائد کی جا رہی ہے“

لیکن لینن کی کار فرمائی کچھ ایسی تھی کہ باوجود گلوں شکوؤں اور اکابر بولشیوک کے باہم اختلاف و نزاع کے مزدور آمریت قائم تھی اور اشتراکی زندگی کے زیادہ نمایاں آثار نظر آنے لگے تھے۔ وسیع المشرب انسان جس کا دل گرم۔ نگاہ پاک بانا اور جان

بیابا ہو، اپنی خوش خونی اور محبت سے تمام مختلف عناصر کو ایک لڑی میں پرولیتا ہے۔ لیکن لے اگر ایک مرتبہ اسٹالین کی خوش نہی پر اظہار اعتماد کرنے کے لئے اس کو جنوبی محاذ پر خود مختار بنا دیا دوسری مرتبہ ٹروتسکی کو بھی ایک سادے کاغذ پر دستخط کر دئے تاکہ ٹروتسکی اپنی رائے کے مطابق ضروری احکامات کا اعلان لیٹن کے نام سے روئے۔ اس سادے کاغذ کے آخر میں یہ جملہ درج تھا۔

”کامریڈ ٹروتسکی کے احکامات کی نوعیت جانتے ہوئے مجھے ان کی ضرورت اور صحبت کا پورا یقین ہے اور میں ان کی پر زور تائید کرتا ہوں۔“

یہ لیٹن کا ٹروتسکی پر اظہار اعتماد کرنے کا ایک طریقہ تھا اس طرح انقلاب کا قائد اعظم متعدد متضاد طبیعتوں کے شرکائے کار کے درمیان صلح و ہشتی قائم رکھتا تھا۔ اختلاف کے بعد اختلاف متقی انسانوں کی اہم خصوصیت ہوتی ہے چونکہ ان کا کوئی عملی انفرادی نفع کے ماتحت نہیں ہوتا اس لئے ان کے قلوب میں مستقل تلخی پیدا نہیں ہوتی اس سلسلہ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۹۲۰ء کے آخر میں ایک ایسا مسئلہ سامنے آیا جس پر لیٹن اور ٹروتسکی میں شدید اختلاف ہو گیا اتنا شدید کہ یہ ہنگامی اختلاف رائے لیٹن اور ٹروتسکی کے درمیان انقلاب کے قائد اعظم کے اعزاز کے لئے جدوجہد تصور کی جانے لگی عام طور پر یہ کہا جانے لگا تھا کہ مزدوروں کی آبن کی نوعیت و فرائض کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے بلکہ اس پیمانے کے پیچھے بولشیوک پارٹی کی قائدیت کا مسئلہ طے پار ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب روس کی اقتصادی حالت خراب ہوئی ٹروتسکی نے مزدور طبقہ میں فوجی طریقہ کی تنظیم کرنی چاہی اس خیال کے بموجب اس نے یہ تجویز پیش کی کہ ٹریڈ یونین کی علیحدہ حیثیت نہ ہونی چاہئے بلکہ اس کو حکومت ہی میں مدغم کر دینا چاہئے۔ ٹریڈ یونین کا فرض صرف یہ دیکھنا ہوگا آیا مزدور طبقہ بولشیوک حکومت

کے احکامات کی پابندی اور تعمیل کر رہا ہے یا نہیں۔ لیکن اس تجویز کا مخالف تھا اس کے خیال کے مطابق چونکہ مزدور اس بریت میں سہو سہرا یہ دارانہ عناصر موجود تھے اور وہ مکمل طور پر مزدور کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتی تھی اس لئے مزدور کے ٹریڈ یونین کی حکومت سے علیحدہ ایک مستقل حیثیت رکھنی چاہئے تھی اس معمولی سے مسئلہ پر دو قدم اس درجہ شدید ہو گئی کہ یہ طاقت کا سوال بن گیا اور ٹروٹسکی و لینن میں سیاسی رستہ کشی شروع ہو گئی۔ ٹروٹسکی تخلیقی فکر و عمل کا بادشاہ مدلل و معنی خیز تحریر و تقریر کا ماہر آسانی سے شکست کھانے والا نہ تھا۔ یہ مسئلہ جب مرکزی کمیٹی کے روبرو پیش ہوا ٹروٹسکی نے اپنے استدلال اور سحر بیانی سے اس کمیٹی کو اپنا ہم رائے کر لیا ان حالات میں لینن کو کافی تشویش ہوئی، لیکن وہ علانیہ طور پر ٹروٹسکی کا مد مقابل نہ بنا۔ اس لئے زینوویف کی شکنجہ تقریر اور اسٹالین کی خفیہ تدابیر سے کام لے کر درپردہ ٹروٹسکی کے موافقین کو توڑنا شروع کر دیا اس سعی میں اسٹالین کی خفیہ تدابیر غیر متوقع طور پر کامیاب ہوئیں۔ ٹروٹسکی نے فوجی تنظیم کے دوران میں جو مخالفتیں پیدا کر لی تھیں وہ رنگ لائیں اور جب مارچ ۱۹۲۰ء کو بولشویوک پارٹی کی دسویں کانگریس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو لینن کو ۳۳ اور ٹروٹسکی کو صرف ۵۰ رائیں ملیں۔ اگرچہ مرکزی کمیٹی میں ٹروٹسکی کے زاویہ نگاہ کو شکست ہو گئی لیکن چونکہ مزدوروں کے ٹریڈ یونین کی زندگی کا انحصار حکومت کی مالی مدد پر تھا اس لئے کاغذ پر تو اس کی حیثیت علیحدہ رہی لیکن عملی طور پر وہ حکومت ہی کا ادارہ تھی اور کچھ عرصے بعد ٹریڈ یونین کا صرف یہ کام رہ گیا کہ مزدور طبقہ کے متعلق حکومت کے جو احکامات صادر ہوں ان کو وضاحت کے ساتھ اس طبقہ کو بتا دے :-

اخلاقی و عملی طور پر اگرچہ ٹروٹسکی کو فتح ہوئی لیکن اس کے اس اقدام کا

ٹروٹسکی کے حق میں یہ خراب نتیجہ نکلا کہ اس کے مخالفین کو متفق رائے ہونے اور متحد ہو کر کام کرنے کا موقع مل گیا۔ ٹروٹسکی کی بحث و تکرار سے لینن بھی چونکا اور اس نے اپنا اختلاف قائم رکھنے کی غرض سے ان ۳ سیکڑیوں کو جھڑپ لے کر ٹروٹسکی کو رائے دی تھی علیحدہ کرنے کے بعد ان کی بجائے مالوٹوف (موجودہ وزیر خارجہ) کو سکرٹری کے عہدے پر ممتاز کر دیا اور اس کی مدد کے لئے دونوں سب سکرٹری مقرر کر دئے ان تینوں میں نہ اتنا تخلیقی فکر تھا کہ کسی مسئلہ پر اپنی ذاتی رائے رکھتے اور نہ اتنی اخلاقی جرأت تھی کہ اس کا اظہار کر سکتے۔ ان تین مہروں کو سیاسی بساط پر بٹھا کر لینن نے مرکزی کمیٹی پر اپنا اثر زیادہ مستحکم کر لیا۔

باوجود اس سیاسی کشمکش کے لینن کے دورِ حیات میں اکابر بولشویک کی رنجشیں و نفرتیں اس درجہ نمایاں نہ تھیں کہ عام طور پر ان کا علم ہوتا۔ مخصوص لوگ ہی ان رنجشوں کی نوعیت جانتے تھے اور مبہم اشاروں میں ان پر تبصرہ و تنقید کرتے تھے یہ ہمنشینوں کے راز تھے جو نا محرم نہیں جان سکتا تھا۔ جمہور کو یہی علم تھا کہ اکابر بولشویک نہایت تندہی و تعاون سے کام کر رہے ہیں۔ اگر جمہور کو ان تمام تلخ اختلافات کا علم ہو جاتا جو لینن کی زندگی میں رونما ہو رہے تھے تب شاید بولشویک کی حیات ختم ہو جاتی مگر لینن کی وفات کے بعد اختلافات ختم اور حالات درست ہو جانے اور بولشویک پارٹی کا حکمران طبقہ اکابر بولشویک کے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھتا جو رکھا گیا شاید یہ اختلافات تاریخ کے صفحہ پر نہ آتے۔ اکابر بولشویک پر مقدموں، قید و بند ان کے قتل و جلا وطنی نے دنیا کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا کہ کل کے ہمنشین آج ایک دوسرے کے ننگ و فنام اور جان عزیز کے دشمن کیوں بنے ہوئے ہیں اس امر کی تحقیق کرنے پر یہ انکشاف ہوا کہ اکابر بولشویک کا ظاہر اتفاقاً و مسدود حرص سے ہم آغوش تھا۔

اکابر بولشیویک کے آپس کے اختلافات ایک افسانہ بن کر رہ گئے ہیں جس ملک میں تحریر و تقریر کی آزادی منقود ہو اور اکابر ہستیاں - مورخین ادیب - جمہور اپنے خیالات کا کافی و کافی طور پر اظہار نہ کر سکیں - جہاں مطابح - کا فذر ریڈیو سب کا رت کے قبضے میں ہوں وہاں تاریخی حالات و واقعات معلوم کرنے کے صرف تین ذرائع رہ جاتے ہیں - ایک حکومت کے مطبوعات جو قدر تا حکمران طبقہ کے نقطہ نگاہ کو نہایت احت سے اور مقررین کے زاویہ نگاہ کو نہایت مسخ شکل میں پیش کرتی ہیں دوسرا ذریعہ معلومات ان مخرومین کی تصانیف ہیں جو انہوں نے غیر مالک میں پہنچ کر شائع کیں ظاہر ہے کہ مخرومین و مفرومین ہر واقعہ کو اپنے رنگ میں پیش کریں گے ان کے علاوہ تیسرا ذریعہ علم سرمایہ دار دنیا کے محققین اور اخبارات کے نمائندوں کی تصانیف ہیں یہ اصحاب اپنے ملک کی سیاسی مصلحتوں اور اپنے اخبارات کی خاص پالیسی کی بنا پر اس درجہ مجبور ہوتے ہیں کہ حالات و واقعات کو بلکہ کم و کاست پیش نہیں کر سکتے بلکہ ان پر کوئی خاص سیاسی رنگ چڑھا کر پیش کرتے ہیں - جہاں مورخ کے پاس واقعات معلوم کرنے کے صرف یہ چند ذرائع ہوں اور سب تاریخی لحاظ سے ناقابل اعتبار وہاں کسی واقعہ کی اصل نوعیت اس کے حسن و قبح - اس کی ذمہ داری کے متعلق حکم لگانا مشکل ہو جاتا ہے اکابر بولشیویک جیسے کی خود نوشتہ سوانح کو شائع کرنے کی اجازت نہ ملنا حالانکہ غیر مالک اس کو ہزار ہا پونڈ معاوضہ دینے کے لئے تیار تھے - اس کی علالت اور اس کی شریک حیات کی حکمران طبقہ سے علاج کی استدعا اور اس طبقہ کا اغماض - اس پر حساس کا یہ تا زیانہ کہ جس اشتر کی تصور کو پھیلانے کے لئے جیسے نے تمام زندگی صرف کردی وہ فنا ہو رہا ہے ان حالات میں جیسے کی خود کشی یہ کوئی واحد واقعہ نہیں ہے - جو اکابر بولشیویک چند سال گزرے روس کے حکمران طبقہ کی حرص و ہوس کے

شکار ہوئے وہ سب غیر معمولی دل و دماغ کے انسان تھے اور یہ غیر ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے متعدد تصانیف نہ چھوڑی ہوں لیکن روسی جنگزیت میں ان کا شائع ہونا ناممکن تھا اور ہے۔ ان حالات میں روسی تاریخ کے متعلق نیز اسٹالین و ٹروٹسکی کی اسپیں کی رخش کی بابت جو وقت گزرنے پر ایک سیاسی مسئلہ بن گئی تھی عقلی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور بس۔ نہ معلوم دیرینہ پوشیدگی کی نظر میں نسبتاً ایک نووارد شخص ٹروٹسکی کا آنا اور اپنی ذہانت و تخلیقی عمل کی بنا پر انقلاب کے قائد اعظم لینن کا دست راست بن جانا شاق گزرتا تھا اور اس حسد کو فوجی مقابل پارٹی کارنگ دے کر ٹروٹسکی کی تدابیر کو اس لئے دہم پرہم کیا جا رہا تھا کہ اس کے بڑھتے ہوئے اعزاز و اثر کو لینن اور جمہور کے دلوں سے نکال دیا جائے یا واقعی وہ ٹروٹسکی کے رائے کار کو انقلاب کے لئے سم قاتل خیال کرتے تھے لیکن کے ساتھ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

حکمران طبقہ کی تشکیل

آسمانی صحیفوں کا انسان کو اشرف المخلوقات قرار دینا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ عقل و فہم کے جوہر سے کام لے کر کائنات کی ہر مخلوق کو تسخیر کر سکتا ہے لیکن اس حوالہ دینا کی یہ بد نصیبی ہے کہ ازل سے آج تک معدودے چند نفوس کے علاوہ عام انسان اپنے نفس کے تخریبی رجحانات کا شکار رہا۔ دنیا میں بہت کم انسان ایسے ہوں گے جو طعام کے عوض عیسیٰ کو نہ چھوڑ دیں اور کسی اصول میں یقین نہ سولنے کے باوجود ہنگامی مفاد کی خاطر انہیں اس کو قبول نہ کر لیں۔ روس پھر اس کم باہر دنیا کا ایک حصہ ہے وہاں کے انسان میں وہ سب خامیاں تھیں جن کو اکثر لوگ انسانی فطرت کی خامیاں بنا کر اپنے ضمیر کو خاموش کر لیتے ہیں۔ انقلاب جادو نہیں ہو کرتا۔ وہ چشم زدن میں انسان کی نفسی کیفیت نہیں بدل سکتا۔ باشندگان روس میں قوت و حکومت پرستی۔ ہنگامی مفاد کی فراڈی مفاد سے وابستگی اور حقیقی ترقی سے نا پرواہی عام تھی۔ بولشویک کے خانہ جلی میں فحیاب ہو جانے پر روسی جمہور کو بولشویک پارٹی کی مہربی میں زرو مال نظر آنے لگا۔ باوجود کسی اصول کی صحت میں یقین نہ ہونے کے نفس کا شکار انسان اپنے مفاد کی خاطر طاقت کے سامنے سر تیا زخم کر دیتا ہے اور اپنی اس ابن الوقی کو تاریخی

علاوات و واقعات کی بیکار کہہ کر اپنی حرص و ہوس پوری کرنے میں سرگرم ہو جاتا ہے جنانچہ مارچ ۱۹۲۰ء تک روس کے بے ضمیر جمہور اتنی کثیر تعداد میں پولشیوک پارٹی کے ممبر ہو گئے کہ پارٹی کی تعداد ۳۱۳۰۰۰ سے بڑھ کر ۶۱۱۰۰۰ ہو گئی ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ اس زمانہ میں پولشیوک پارٹی کا ممبر ہونا افلاس و مرگ کے خلاف بیمہ کی مثل تھا۔ پارٹی کا ممبر بن کر حکومت میں کوئی معقول عہدہ مل جانا اور نسبتاً خوشحالی سے بسر ہو جانا یقینی تھا۔ زندگی میں چند روز عیش و آرام کی امید روسی جمہور کو ان کے معتقدات کے خلاف پولشیوک پارٹی کا ممبر بن جانے پر مجبور کر رہی تھی۔

یہاں انقلاب کا ایک اہم مسئلہ سامنے آ جاتا ہے وہ یہ کہ کسی ملک کے جمہور کا بہت قلیل حصہ انقلابی اصولوں کا شعور رکھتا ہے اور بلا کسی معاہدے کی امید رکھے صرف حق پرستی کی خاطر انقلاب برپا کرتا ہے لیکن یہ جماعت اتنی قلیل ہوتی ہے کہ فتح ہو جانے کے بعد تمام ملک کا انتظام نہیں کر سکتی اور اس کو حکومت کے کاروبار کے لئے ان لوگوں کو شریک کار بنانا پڑتا ہے جن کی نظر بھی انفرادی مفاد سے آگے نہیں جاتی جب انفرادی مفاد کے دلدادہ ایک ہی تمنا و آرزو کے ساتھ کسی ادارے یا حکومت میں بہت بڑی تعداد میں شریک ہو جاتے ہیں تو ان کے خام تصورات سے اس ادارے یا حکومت کا ماحول اثر پذیر ہو جاتا ہے جب انفرادی نفع کے حامی جن کے دل و جان طلبائی و تقریبی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں کثیر تعداد میں پولشیوک پارٹی میں شامل ہو گئے یہاں بھی انھوں نے خود غرضی و انفرادیت پرستی کا ماحول پیدا کر دیا دوسری وجہ جس نے حکمران طبقہ کی تشکیل میں مدد دی وہ نفسیاتی تھی جو کسی انفرادی کوشش کی نہیں بلکہ تاریخی حالات کی پیدا کردہ تھی جنگ کے دوران میں حکومت کے تمام اداروں کو فوجی طریقہ پر منظم کرنا

اور طاقت کو ایک مرکز پر لانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ خانہ جنگی کے دوران میں تمام طاقت بولشویک پارٹی کی اقلیت میں مرکوز ہو گئی تھی اور غیر متقی قلوب کی یہ خصوصیت اس وقت ہے کہ حکم و قوت کا نشانہ ان کی ذہنی کیفیت اس درجہ مسخ کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں سے مادہ اخیال کرنے لگتے ہیں۔ یہ نفسی کیفیت ان میں غرور و تکبر اور احساس برتری پیدا کر دیتی ہے۔ جب کسی پارٹی کی اقلیت مدت تک طاقت و حکومت کی مالک رہتی ہے اس کے افراد قدرتا ایک دوسرے سے زیادہ قریب اور پارٹی کے عام ممبروں کی خیر و بہبود۔ ان کی آرزوں۔ تمناؤں۔ تصورات و ضرورتوں سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حالات اس ملک میں بہت جلد رونما اور راسخ ہو جاتے ہیں جہاں عوام و خواص کی تعلیم تمدن و تمول میں نمایاں فرق ہوتا ہے کسی ایسی سیاسی جماعت میں جس کے ممبر تمدنی و تعلیمی اعتبار سے یکساں ہوں اس کی اقلیت میں قوت و حکومت اس درجہ احساس برتری پیدا نہیں کرتی جتنا کہ ایک غیر تمدن پارٹی کی اقلیت میں۔ ٹروٹسکی کمران طبقہ کی تشکیل پر روشنی ڈالتا ہوا لکھتا ہے۔

”دراصل واقعہ یہ تھا کہ خانہ جنگی کی وجہ سے تمام حکومتی امور میں مرکزیت پیدا کرنی ضروری تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راج حکومت پارٹی کے چند افراد کے ہاتھ میں آگئی اور جب ایک مدت تک کسی انسان کا طاقت پر قبضہ رہتا ہے ضرورت ختم ہو جانے کے بعد بھی طاقتور حکومت سے دست بردار ہونے پر اس کی طبیعت مائل نہیں ہوتی“

اشتراکیت سوز رجحانات کے ترقی پا جانے کی ایک اور بھی نفسیاتی وجہ تھی انسانی فطرت ہے کہ وہ عیش و آرام ہو یا مصیبت و آلام، ایک مدت بعد اس سے اکتا جاتا ہے کسی کے لئے عیش و آرام کی افزونی مصیبت ہو جاتی ہے تو کسی کیلئے

مصیبت اور لام کی افزائش بہت شکن ثابت ہوتی ہے بولشیویک پارٹی کے عام ممبر نے چار سال کے قلیل عرصے میں زندگی کے اتنے نشیب و فراز دیکھے اور اس کی امیدیں اتنی بار بندھ بندھ کر ٹوٹیں کہ مستقبل کی زندگی کی خوشحالی کی امیدوں نے اس کے دل کے سمندر میں موجیں مارتا ترک کر دیا۔ اب اس کو اپنے رہبروں کی حسن تدبیر چھپتی معنی میں یقین نہیں بہا۔ عام ممبر اشتراکی دستور اور اس کے اجرائی تدابیر کے تحت مباحثہ نیز روز شب کے مصائب و خطرات سے تنگ آ کر زندگی کو ایک مستعار شے تصور کرتے لگا تھا اور یہ عام انسانی کی فطرت ہے کہ ایک مستعار شے کے لئے وہ زیادہ جدوجہد نہیں کرتا۔ چنانچہ خانہ جنگی کے بعد حالات و واقعات کی رو میں بہہ جانا ہی عام ممبر کا مطلق نظر ہو گیا تھا۔ چار سال تک جس اشتراکی باغ..... ارم کے حصول کی امیدیں روز و شب دلائی گئیں تھیں وہ ملک کے کسی گوشے میں رونمانہ ہوانہ ورت یہی بلکہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ مغربی یورپ میں انقلاب نہ ہونے کی وجہ سے اشتراکی باغ ارم کے نمودار ہونے کی امیدیں ایک طویل مدت کے لئے معدوم ہو گئیں ہیں ان حالات میں پارٹی کا عام ممبر سیاسی کشمکش سے الٹا کر مجاہد کی بجائے تماشائی بن گیا۔ خانہ جنگی کا یہ آخر بھی ہوا کہ بولشیویک پارٹی کے بہت سے ذہین و باہمت ممبر جو اشتراکیت پر صدق دل سے ایمان رکھتے تھے میدان جنگ میں کام آگئے ان کی بہت اور انقلاب کی بے لوث خدمت کے مظاہر سے جو جمہور کو الو العزیمی کی دعوت تھے جب ختم ہو گئے تو عوام کے حوش انقلاب لئے سمجھانے کے خون کو گرمانا ترک کر دیا ان تاریخی حالات میں یہ امر قابلِ تعجب ہوتا اگر پارٹی کی اقلیت اپنے آپ کو ایک علیحدہ جماعت میں منظم نہ کر لیتی اور حکمران طبقہ عالم وجود میں نہ آجاتا۔

جس ملک کی سربراہی وہ رہے سیاسی جماعت میں شکم پروری اور انفرادی نفع کا جذبہ کارفرما ہو جاتا ہے وہاں کے معاشرہ کی سیاسی و اقتصادی و اخلاقی حالت

خراب ہو جاتی ہے اور زندگی کے ہر گوشہ میں تخریبی رجحانات نمودار ہو جاتے ہیں اس معاشرہ میں اگر جمہوری دستور کے مطابق ادارے وجود پاتے ہیں ان کے انتخابات کے دوران میں الزام و اقسام کے اثر لایح دباؤ۔ دھمکی سے رائے دہندگان کو کسی خاص امیدوار کو رائے دینے پر مجبور کیا جاتا ہے ایک ایسے ملک میں جہاں کل ضروریات زندگی پر کسی ایک سیاسی جماعت کا قبضہ ہو وہ جماعت رائے دہندگان کی خاص زادی نگاہ رکھنے والے امیدواروں کی تائید میں رائے دینے پر ہزار طریقہ پر مجبور کر سکتی ہے۔ جو حکم عام طور پر روسی جمہور اور پولشیا کوک پارٹی کی اکثریت حرص و ہوس کے بندے تھے اس لئے پولشیا کوک پارٹی میں جو برسراقتدار اقلیت پیدا ہو گئی تھی اس لئے رائے دہندگان کو حکومت۔ کارخانوں۔ فوج میں عہدے دے کر اپنا محدود دگاری بنا لیا۔ پارٹی کے جن جموں نے ضمیر فریضی کرنے کی بجائے حکمران طبقے کے غلط اقدام پر نکتہ چینی کی ان کو اہم سیاسی و اقتصادی مرکزوں سے نکال کر مصنوعی ضرورت کے ماتحت ملک کے دور دراز گوشوں میں روانہ کر دیا نیز سربراہ و ردہ طبقے نے اپنے حواریوں کو ان کی جگہ مقرر کر دیا۔ مثلاً اگر کوئی پارٹی کا ممبر حکمران طبقہ کے رویہ پر تنقید کرتا اس کو پیر ڈگریڈ یا ماسکو یا ایسے ہی کسی شہر سے جہاں اس ممبر کو کشادہ و آرام دہ مکان۔ زیادہ روزینہ۔ جہذب دوست۔ اچھی تعلیم گاہیں۔ بچوں اور خریک حیات کے لئے متمدن ہمسائے میسر تھے تبلیغ و اقتصادی و سیاسی تنظیم کے بہانے یوکرین، کوہ قاف، اسائیریا کے کسی دیہات اور روانہ کر دیا جاتا۔ ایک متمدن انسان کا غیر متمدن ماحول میں رہنا سوہان روح ہوتا ہے اور اس بظاہر تبادولہ لیکن دراصل جلا وطنی کا ایک دماغی انسان کے دل و دماغ پر وہی اثر ہوتا ہے جو قید تہائی کا۔

حکمران طبقہ کا جب یہ طریقہ سزا بہت عام ہو گیا اس پر بعض پارٹی کے ممبروں

نے ۱۹۲۰ء میں توپس کانگریس کے اجلاس میں سخت تنقید کی۔ ایک اکابر بولشیوک یورنیوف نے حکمران طبقہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا:-

”بولشیوک پارٹی کے ممبروں میں سے اگر کوئی پارٹی کی اقلیت کے حسن تدبیر اور غلط طریقہ کار پر اعتراض کرتا ہے اس ممبر کو انقلابی ضرورت کے پردہ میں ملک کے کسی دور دراز گوشے میں تعینات کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ حکمران طبقہ کے اصحابِ عمل و عقد کی غلط سیاستِ عام اور اصلاحات پر نکتہ چینی نہ کر سکے“

میلےسیوسکی نے طعن کرتے ہوئے کہا:-

”جس طرح مجلسی سر کی طرف سے سڑنی شروع ہوتی ہے اسی طرح بولشیوک پارٹی بھی سر کی طرف سے سڑنی شروع ہو گئی ہے“

یہ صاف اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ بولشیوک پارٹی میں اکابر بولشیوک کا ایک حکمران طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو خوجا کی تحریقی اخراجات سے متاثر ہوتا چلا جا رہا تھا سپرنٹونڈ نے زیادہ وضاحت سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:-

”جہاں تک تصورات اور قوانین کا تعلق ہے آزاد انتخابات کے

قوانین بھی موجود ہیں مزدور طبقہ کی امریت بھی قائم ہے اور بولشیوک

پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس بھی جمہوری طریقہ پر ہوتے ہیں لیکن

واقعہ یہ ہے کہ پارٹی کی نہیں بلکہ بولشیوک پارٹی میں اتحاد کا جو

طبقہ پیدا ہو گیا ہے اس کی امریت قائم ہے“

یہ تنقید غلط نہ تھی۔ سیاسی بیزر کے چند نفوس تھے جو ملک کے تمام سیاسی

واقعہ آدی امور طے کرتے تھے اور جب ان کی تجاویز مرکزی کمیٹی یا سوویت کانگریس

کے اجلاس میں پیش ہوتی تھیں ان کا منظور ہو جانا تقریباً ہوتا تھا۔ لیونونڈ نے

اقلیت پر تنقید کرتے ہوئے کہا:-

”مרכזی کمیٹی اور منظمہ سیر و معمولی سے معمولی عہدے دار کا تقرر بھی اپنے عوارین میں سے کرتے ہیں تاکہ ملک میں اقلیت حکمران رہے۔ جن ممبروں کے ماسکو میں رہنے سے حکومت کو تلخہ چینی و پردہ درسی کا خطرہ ہوتا ہے ان کو یوکرین میں جلا وطن کر دیا جاتا ہے یوکرین اب سیاسی جلا وطنوں کے لئے وقف ہو گیا ہے“

لیکن باوجود اس تنقید اور صدائے احتجاج کے۔ لیٹنن، ٹروٹسکی اور دیگر اکابر بولشیوک حکمران طبقہ کا وقار و اثر بڑھانے میں سرگرم تھے یا تو وہ اس طریق کار کے نتائج و رد عمل سے بے خبر تھے یا ان کو یہ خیال تھا کہ آئندہ جیل کر وہ اس کے خراب نتائج کا سدباب کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ تاریخ صرف یہ بتاتی ہے کہ دسویں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا کہ گورنمنٹ کے ملاحوں کی بغاوت کی خبر آئی (اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) یہ بغاوت لیٹنن و ٹروٹسکی کے طریقہ کار پر انقلابی جمہور اور بولشیوک پارٹی کے عام ممبروں کی عملی تنقید تھی۔ اس بغاوت سے متاثر ہو کر لیٹنن نے اقتصادی لحاظ سے وسیع آزادی دے دی جو نپ کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ پارٹی کی آزادی، انکار و کردار پر زیادہ قیود عائد کر دیں۔ سیاسی ماہرین کا یہ آزمودہ و کامیاب طریقہ کار ہے کہ جماعات و اصیلاہات ایک ہاتھ سے دیتے ہیں دوسرے ہاتھ سے واپس لے لیتے ہیں۔ لیٹنن نے ایک طرف اقتصادی آزادی دی تو دوسری طرف آزادی تحرید و تقریر اور حکومت کی تجاویز پر حکومت چینی کو سختی سے روکا نیز محکمہ انصاف کے کمیا ر کو تحریر کیا کہ چند عہدے داروں پر چیچک کا طریقہ کار حکومت کی پالیسی کے خلاف ہوا ان پر سیاسی مقدمے چلا دئے جائیں۔

۱۹۶۱ء میں ٹریڈ یونین کانگریس کا اجلاس ہوا۔ مرکزی کمیٹی نے ایک مختصر سی کمیٹی اس اجلاس کی رہبری کے لئے منعقد کر دی۔ سیاسی دنیا میں جبر و قہر کو رہبری و رہنمائی اور قتل و جلا وطنی کو استیصال کہہ کر لیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کا پوشیدہ مقصد ٹریڈ یونین کے اجلاس میں حکمران طبقہ کی مفید مطلب تجاویز منظور کرانا تھا لیکن ہاؤ جو داس کمیٹی کی سعی کے حکومت کے مفید مطلب تجاویز منظور نہ ہو سکیں۔ اس کے برخلاف کانگریس کو ریپازنٹوں کی مخالفت تجویز پسند آئی۔ مخالفت تجویز کے منظور ہونے کی خبر یا اگر حکومت نے ٹریڈ یونین کے صدر ٹوسکی سے ریپازنٹوں کی تجویز کو مسترد کرنے اور حکومت کی مجوزہ تجویز کو منظور کرنے پر اصرار کیا لیکن ٹوسکی کی بد قسمتی کہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ٹوسکی کی اس نا اہلیت پر حکومت سخت خستہ بنا گئی۔ حکومت نے نہ صرف بیروں کا استیصال کر دیا بلکہ ٹوسکی کو ترکستان اور ریپازنٹوں وغیرہ کو غیر ملک میں بھیجے دے کر حکومت کے سیاسی مرکز سے ان کا اخراج کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور رہبر کمیٹی اسٹالین اور ڈینیروٹسکی کی سرکردگی میں عالم وجود میں لائی گئی جس نے پس پردہ کانگریس کے ممبروں کو استیصال کا خوف دلا کر حکومت کی مجوزہ تجویز منظور کرانی (G.P.U.) مسلح خفیہ پولیس کے افسر ٹریڈ یونین کے بے دست و پا ممبروں سے ہر قسم کی تجویز منظور کر سکتے تھے۔ لیٹن اور ٹوسکی اس جبر و قہر سے تجاویز منظور کرنے میں کامیاب ضرور ہو جاتے تھے لیکن ان کو یہ خبر نہ تھی کہ ان کی یہ مثال آئندہ چل کر ایک ایسا ہی سبب مسئلہ پیدا کر دے گی جس کو وہ حل نہ کر سکیں گے۔ لیٹن و ٹوسکی کے اس طریقہ کار سے جمہوریت فنا اور حکمران طبقہ میں چنگیزی آتی جا رہی تھی۔ حکمران طبقہ اپنے قائدوں کی مثال سے متاثر ہو کر تدبیر و فکر سے زیادہ جبر و قہر کو سراہنے لگا تھا اور بوشیدوک پارٹی میں سے اتنی کثیر تعداد میں ممبروں کا اخراج کر دیا گیا تھا

کہ ۱۹۲۲ء تک جب گیارویں کانگریس کا اجلاس ہوا پولشیک پارٹی کے ممبر
 ۷۳۰۰۰ سے کم ہو کر ۲۱۵۰۰ رہ گئے تھے۔ جن ممبروں کا اخراج کیا گیا ان میں کچھ
 واقعی اخراج کے قابل تھے چونکہ وہ انفرادی مفاد کی خاطر ملک کی حکمران پارٹی کے ممبر
 بن گئے تھے اور اشتراکی دستور کو کامیاب بنانے کی بجائے ان کا مٹھ نظر اپنی ذاتی
 خوشحالی و فارغ البالیی تھا اس لئے ان کا پارٹی سے خارج کر دینا ہی بہتر تھا لیکن
 ان کے ساتھ ساتھ بہت بڑی تعداد میں ان پارٹی ممبروں کا بھی اخراج کر دیا گیا جو
 خود وار بیدار سیاسی و اقتصادی حالات کو سمجھنے والے اور پارٹی کے غلط اقدام پر
 نکتہ چینی کرنے والے تھے اس طرح سے اگرچہ حکمران طبقہ نے اپنے آپ کو آئندہ تنقید
 سے بچالیا لیکن کم فہم ممبروں میں یہ خیال بھی پیدا کر دیا کہ مقصد براری کے لئے ہر عمل
 جائز ہے۔ پارٹی سے اخراج۔ دور دراز اور غیر حائل کو معترضین کے تباہ لے اور ان
 پر سیاسی مقدمے، یہ تین تہی ہتھیار لینن اور ٹروتسکی نے اول اول خود استعمال
 کئے جن کے آئندہ چل کر وہ خود شکار ہو گئے۔

گیارویں کانگریس میں لینن کی تجویز پر اسٹالین پارٹی کا سرکریٹری مقرر کر دیا
 گیا۔ اس تقرر کے سلسلہ میں ٹروتسکی لکھتا ہے :-

”اسٹالین کی جن خصوصیات نے لینن کو اس کا رویدہ بنا دیا تھا
 وہ اس کی مستقل مزاجی اور طریقہ کار تھا جو سچ عیاری ہے۔ لیکن آخر کا
 لینن کو بھی اسٹالین کے محدود سیاسی زاویہ نگاہ اور اس کی غیر لطیف
 فطرت و بے ضمیرگی کا اعتراف کرنا پڑا“

جو کچھ بھی بعد میں ہوا اس کا ذکر آئندہ آئے گا لیکن اس امر میں شبہ کی گنجائش
 نہیں کہ لینن ۱۹۲۲ء میں اسٹالین کو آلہ کار بنا کر اپنی تدابیر کا اجرا کر رہا تھا اور اس
 طرح اسٹالین کو وہ عملی تعلیم مل رہی تھی جس نے آئندہ چل کر اس کو سوویٹ روس کا

کا میاب حکمران بنا دیا۔ یہ آخری کانگریس تھی جس میں بظاہر جمہوری طریقہ پر کارروائی ہوئی اور مخالفین کو اظہار خیال کا موقع ملا لیکن اس کانگریس کے اجلاس میں جب حکمران طبقہ نے اپوزیشن پارٹی بنانے کی تجویز کو اپنے اثر سے منسوخ کر دیا اسی وقت پارٹی کے بیدار مغز سمجھ گئے کہ آزادی تحریر و تقریر ختم ہو گئی۔ اس کانگریس میں ریپازٹوں نے حکمران طبقہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

۱۰ انگلستان کی پارلیمنٹ مرد و عورت میں تبدیل کرنے کے علاوہ سب کچھ کر سکتی ہے لیکن ہماری مرکزی کمیٹی اس وجہ سے معجز نما اور قوی ہے کہ اس نے متعدد شدید اعلیٰ باقی افراد کو خواتین میں تبدیل کر دیا اور لطف یہ ہے کہ اس قسم کی خواتین کی تعداد ہر روز بڑھ رہی ہے۔
سٹاکون نے آزادی تحریر و تقریر کی حمایت کرتے ہوئے کہا:۔
”ہمیں یہ آزادی ہونی چاہیے کہ لیٹن جو کچھ کل کہہ چکا ہے اس کو آج دہرا سکیں۔“

ایک اور جرم نے طعن سے کہا:۔
”اب مشین گن کے ذریعہ سے امور سمجھائے جانے لگے ہیں۔“
اس کانگریس میں حکمران طبقہ کے انتظامی پہلو پر تنقید کرتے ہوئے خود لیٹن نے کہا:۔

”سوویٹ روس کے دارالسلطنت میں یہ کیونکر ممکن ہوا کہ مرہ کے کسٹیکٹ کے متعلق دو مرتبہ تحقیقات ہوئی۔ مرکزی کمیٹی کے دو ممبروں کی موٹیف اور کراسن کو دخل دینا پڑا اور سیاسی بیرو کے حکم کی ضرورت ہوئی۔“

تبادلوں، سیاسی مقصدوں اور استعمال نے عہدیداروں کو اس وجہ سے خرفزدہ

کر دیا تھا کہ وہ کسی مسئلہ میں فیصلہ دینے سے گھبراتے تھے۔ ان کو ہمیشہ یہ خوف دامن گیر رہتا تھا کہ کہیں ان کا فیصلہ اکابر بولشویک کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور ان کا استیصال نہ کر دیا جائے۔ جہاں جمہوریت ختم اور انصاف کی بجائے سیاسی چنگیزیت رونما ہو جائے وہاں انسان اپنے فہم اور قوت فیصلہ سے کام نہیں لیتا بلکہ اپنی زندگی کے خوف سے کسی امر کی ذمہ داری لینے سے انغاض کرتا ہے۔ لیٹن کے طریقہ کار نے یہ حالات پیدا کر دیئے تھے کہ معمولی امور کے فیصلہ کے لئے ان اکابرین کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا جن کو استیصال کا خوف نہ تھا اس تنقید کے بعد لیٹن نے کہا:-

”شاید ہماری سیاسی مشین خراب ہے لیکن جو انجن پہلی مرتبہ بنایا گیا تھا وہ بھی خراب تھا۔ میدان امر یہ ہے کہ حکومت کرنے کے لئے پروتاریا مشین ایجاد ہو گئی“

اول تنقید کی اس کے بعد حکمران طبقہ کے لئے موجودہ رویہ برقرار رکھنے کے لئے سبقت بھی پیش کر دی یہ لیٹن کا خاص طریقہ کار تھا۔ ایک مرتبہ سیاسی مشین کی خامی کے متعلق مرکزی کمیٹی کے برخاست شدہ سرگڑی نے کہا:-

”کامریڈ اسٹالین کی مثال لیجئے وہ سیاسی بیرو۔ انتظامی بیرو اور دیگر غیر معروف کمیٹیوں کا ممبر اور دو محکموں کا کمیسار ہے کیا واحد انسان کے لئے اتنا کام کرنا ممکن ہے“

لیٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا:-

”ہمارے یہاں معقول کارکنوں کی کمی ہے ہر ادارے میں ایک ایسا کارکن ضرور ہونا چاہئے جو فیصلہ کن حکم دے سکے۔ اسٹالین کے علاوہ کوئی ایسا شخص ہے کیا کامریڈ مجھے بتائیں گے“

واقعہ یہ تھا کہ سوویٹ روس کے طول و عرض میں معدودے چند ہی ایسے

افراد تھے جن کو استیصال کا خوف نہ تھا اور دراصل وہی کسی امر کے متعلق فیصلہ کن رائے رکھ سکتے تھے اور اس پر عمل پیرا ہو سکتے تھے اگرچہ مسلح خفیہ پولیس (جو حسن بن صباح کی سیاسی جماعت کی طرح ایک خفیہ طاقتور جماعت ہے) کا صدر اسٹالین کا دوست پولش یہودی ڈیزرڈکنکی تھا لیکن اسٹالین خود بھی سیاسی بیرو کی طرف سے G.P.U. کے مرکزی ادارے کا ممبر تھا۔ G.P.U. کے مرکزی ادارے کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اسٹالین کو استیصال کا خوف نہیں ہو سکتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ ہر امر میں فیصلہ دے سکتا تھا جبکہ وہ قہر کے دور میں وہی انسان فیصلہ صادر کر سکتا ہے جس کو استیصال کا خوف نہ ہو۔ جمہوریت کو تباہ کر دینے سے بظاہر کامیابی ہوتی معلوم ہوتی ہے لیکن جبر و قہر آئندہ کے لئے سیاسی خرابیاں پیدا کر دیتے ہیں جن کا احساس کچھ عرصے بعد ان کے نمونیا جانے پر ہوتا ہے۔ لیٹن نے کورسٹنڈ کی بغاوت سے متاثر ہو کر جمہوریت و آزادی تحریر و تقریر کو سلب کرنا اور جبر و قہر کی تائید تو کرنی شروع کر دی لیکن شاید اس کی نظر اس طریقہ کار کی تخریبی پہلو پر نہیں گئی اور اگر گئی بھی تو یہ خیال کر کے کہ فی الحال جبر و قہر سے کام لیں بعد ازاں اس کا تدارک کر دیا جائے گا وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اگر انسانی زندگی کو اتنی فرصت مل جایا کرتی کہ وہ اپنی تمام تدابیر و مصالح ختم کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا کرتی اس حالت میں شاید اس خاک دان کی حالت بہتر ہوتی لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ مصلحین اپنی تمام تدابیر کے پورا کرنے سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور اپنے دل کی آرزو دل ہی میں لے جاتے ہیں۔

یورپ میں اشتراکی اثرات کی فتح و شکست

پہلی جنگ عظیم کے بعد صرف انقلابی روس ہی نے جائزہ سرمایہ داری کے گریبان کو تازہ نہیں کیا بلکہ متعدد ممالک کے بسمل جمہور کے دست جنون اپنی اپنی حکومتوں کے سرمایہ داناہ پیرلین کی دھجیاں اٹلانے میں سرگرم ہو گئے، قطع نظر اس امر کے کہ کشنگانِ ظلم و ستم کوان کے مقصد میں کامیابی ہوئی یا ناکامی ۱۹۱۸، ۱۹۱۷ء میں دنیا دو گروہوں میں منقسم تھی ایک وہ جو سرمایہ داری کو برقرار رکھنا اور دوسرا وہ جو اس بوسیدہ نظام کو بدلنا چاہتا تھا۔ لیٹن اور اس کے ہم نوا اثر کار کار کے بین الاقوامی انقلابی نعرہ کا پس منظر پیش کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختلف ممالک میں انقلابی رجحانات رونما ہوئے ان کا اختصار سے ذکر کر دیا جائے۔

برطانیہ و فرانس :- یہ ایک سیاسی کلیہ ہے کہ جنگ کے اختتام کے بعد فاتح ممالک انقلابی حالات سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں اس سیاسی استحکام کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مفتوح ممالک کو لوٹ کر اپنے ملک کے جمہور کی اقتصادی حالت نسبتاً بہتر کرنے میں جلدی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جمہور کو آسائش نصیب ہو جانے پر انقلابی عناصر کی سعی بے سود ہو جاتی ہو

لیکن پہلی جنگِ عالم کے بعد انقلابی موج اتنی تیزی و توانائی سے بڑھی کہ فاتحِ عالمک بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ پہلے انقلابی تحریک کسی ملک کے خاص حالات سے متاثر ہوتی ہے۔ انگلستان میں انقلابی تحریک جمہور کے اس مطالبہ میں ظاہر ہوئی کہ ملک کی تمام بالغ آبادی کو دستور ساز اداروں میں انتخابات میں رائے دہندگی کا حق ملنا چاہئے۔ اس مطالبہ کی پشت پر یہ منطق تھی کہ ملک میں غریب اور مزدور طبقہ اکثریت میں ہے، عوام کو حق رائے دہندگی ملجانے کا یہ اثر ہو گا کہ پارلیمنٹ میں مزدور طبقہ اکثریت میں آجائے گا اور اس طرح آئینی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کو بدلنا ممکن ہو جائے گا۔ جمہور کو اس جدوجہد میں کامیابی ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں پارلیمنٹ کے ایک بل کی منظوری کے ذریعہ سے رائے دینے کا حق قریب قریب ہر بالغ بافرد کو مل گیا۔ اس جدید اصلاح کا یہ اثر ہوا کہ مزدور جماعت کے کثیر جمہور پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیاب ہو گئے اور لیبر پارٹی سرکاری طور پر حزب اختلاف (اپوزیشن) پارٹی تسلیم کر لی گئی۔ رائے دہندگی کا حق عام ہونے کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ آئرلینڈ کی انقلابی پارٹی سن فن کے جمہور پارلیمنٹ میں منتخب ہو کر آگئے اور انھوں نے آئرلینڈ کی آزادی کے لئے پہلے سے زیادہ شدید اور مؤثر طریقہ پر جدوجہد شروع کر دی۔ ان کی قربانی و ایثار کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۹۲۱ء میں آئرلینڈ کی خود مختاری تسلیم کر لی گئی۔ برج کل ڈیوکر اس جمہوریت کے صدر ہیں اور جس بیدار معومی اور دلیری سے وہ قومی وقار کو مستحکم کر رہے ہیں اس کی مثال عصر حاضر کی اسلامی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اس زمانہ میں انگلستان میں بے روزگاروں کی تعداد بیس لاکھ تک پہنچ گئی تھی اور سیاسی بحیثی جو بے روزگاری کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اپنی پوری تندہی کے ساتھ عیاں تھی۔ ان مساعد حالات میں اگر انگلستان کی مزدور جماعت دورانہ پیشی اور سیاسی فہم سے کام لیتی تو اس کا برسرِ اقتدار اکثریت کی نظام کا اجرا زیادہ

دشوار نہ ہوتا۔

پہلی جنگ کے بعد نہ صرف یہ کہ فرانس کے وقار کا خورشید نصف النہار پر پہنچا بلکہ اس رند لم بیل کے خزانے بھی طلا و نقرہ سے معمور ہو گئے تھے لیکن آبادی میں پہلے کی نسبت بیس لاکھ سے بھی زیادہ کمی واقع ہو گئی تھی اور پیدائش کے اعداد و شمار سے صاف ظاہر تھا کہ اگر بعد میں بھی یہ کمی قائم رہی تو فرانسیسی قوم چند صد سال میں خود بخود نیست و نابود ہو جائے گی۔ دوران جنگ میں سب سے زیادہ تباہی شمالی فرانس پر آئی۔ یہ حسین خطہ جرمنی اور فرانس کا میدان جنگ بنا اور جو فرقہ بھی پسا ہوا وہ ہر شے کو تاخت و تاراج کرتا ہوا پیچھے پٹا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں شمالی فرانس ایک وسیع ویرانہ معلوم ہوتا تھا اور بس۔ جنگ کے فوراً بعد فرانس نے کثیر قرضہ لے کر شمالی فرانس کی خاص طور پر اور کل فرانس کی عام طور پر بہت بڑے پیمانہ پر اس امید پر تعمیر و شروع کر دی کہ جرمنی سے جو تاوان جنگ وصول ہوگا اس سے قرضہ ادا کر دیا جائے گا۔ لیکن تجربہ کرنے سے یہ بتایا کہ جرمنی تاوان جنگ ادا کرنے سے قاصر رہا۔ اس وجہ سے فرانس کا مالیہ کبھی متوازن نہ ہو سکا اور اس ملک کے سیاسی بحریں طوفان ہی آتے رہے۔ آئے دن کا بینہ بدلتی رہتی تھی جس تیزی سے اشتراکی پارٹی کے ممبروں کی تعداد فرانس کی پارلیمنٹ میں بڑھی اس سے وہاں کے جمہور کے انقلابی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔

اطالیہ :- اگرچہ اطالیہ فاتح ممالک میں سے تھا اور یہاں انقلابی رجحانات کو زیادہ قوی نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن اس سر زمین پر غیر متوقع حالات ظہور میں آئے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اطالیہ کی اقتصادی حالت بہت خراب تھی حکومت کا خرچ اس کی آمدنی سے بہت زیادہ تھا چونکہ جنگ کے دوران میں صنعت و حرفت تباہ اور زمینیں وغیرہ زیادہ

استعمال سے ناکارہ ہو گئیں تھیں اسلئے جو سپاہی میدان جنگ سے واپس ہو رہے تھے حکومت ان کے لئے کوئی کام مہیا نہیں کر سکتی تھی۔ جنگ کے بعد مسلح سرفورگار سپاہی حکومت کے لئے پیام مرگ ثابت ہوتے ہیں۔ تنخواہوں اور اجرتوں میں معمولی اضافہ ہوا لیکن ضروریات زندگی کی قیمتیں کسی گنی زیادہ گراں ہو گئیں تھیں ان حالات میں یہ تعجب خیز ہوتا اگر انقلابی رجحانات رونما نہ ہوتے۔ اطالیہ میں اشتراکی پارٹی نمودار ہو گئی اور اس نے بولشیویک کی تقلید شروع کر دی۔ ملک کے طول و عرض میں اقتصادی زندگی کے ہر شعبہ میں بڑا تالیں اور بنواؤزائیاں ہونے لگیں۔ اس جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۹۱۹ء میں جب اطالوی پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے ان میں پہلے سے دو چند اشتراکی ممبر کامیاب ہوئے اور حکومت کے تمام محکموں میں اشتراکی پارٹی کے ممبر عمدہ دار مقرر کر دئے گئے۔ شمالی اطالیہ میں اشتراکیوں نے متعدد مقامات پر انتخابات کے ذریعہ سے میونسپلیٹیوں پر قبضہ کر لیا۔ اطالیہ میں اشتراکی رجحانات کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں انقلابی مزدوروں نے دیہات کے کارخانوں پر قبضہ کر کے ان کی تنظیم اشتراکی اصولوں پر کر دی۔ جزیرہ کوسلی میں غریب کسانوں نے امیر زمینداروں کی آراضیات پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس زمانہ میں اگرچہ فسطائی پارٹی نمودار ہو گئی تھی لیکن وہ ہنوز اشتراکی پارٹی کی نسبت اقلیت میں تھی۔

جرمنی :- جو منی میں ابتدا ہی سے تمام سیاسی جماعتیں پہلی عالمگیر جنگ کی تائید میں نہیں تھیں۔ ۱۹۱۵ء میں جرمن پارلیمنٹ میں متعدد دسوشل اشتراکی کمیروں نے کارل لیبج کی تقلید کی اور جنگ کے لئے مالیہ کے مطالبہ کی منظوری کے خلاف رائے دی۔ کچھ عرصے بعد جنگ کی مخالفت اس درجہ بڑھی کہ سوشل ڈیموکریٹک جماعت دو مختلف انجیال پارٹیوں میں منقسم ہوئی

ان میں ایک گروہ جنگ کا حامی تھا اور دوسرا مخالفت۔ جنگ کی مخالفت پارٹی کے قائد کمال کینخ اور روزنا کھسبرگ تھے ان دونوں قائدین کی انقلابی جدوجہد جاری تھی کہ ۱۹۱۶ء میں اتحادیوں کی اقتصادی ناکہ بندی نے جرمنی کے سامنے موت لاکھڑی کی۔ اشیائے خوردنی کے فقدان نے لاکھوں جرمنوں کو موت کی آغوش میں سلا دیا۔ جو زندہ تھے ان کو بھی حیوانوں کی خوراک میسر آتی تھی۔ البتہ امیر طبقہ غیر آئینی طور پر اپنی دولت و تعلقات کے اثر سے زیادہ پریشان نہ تھا اور خوراک ہتیا کر لیتا تھا۔ فوجی محاذ کا حال خوراک کے محاذ سے زیادہ زہن تھا۔ لاکھوں جرمن سپاہی جانیں قربان کر رہے تھے لیکن کامیابی دور ہوتی جاتی تھی۔ ان حالات میں ملک کے طول و عرض میں سیاسی اضطراب پیدا ہو جانا لازمی تھا۔ ۱۹۱۸ء میں قریب پانچ لاکھ مزدوروں نے صلح کی تائید میں ہڑتال کی۔ جرمن حکومت کی کم فہمی دیکھنے کے لیے ان باغی مزدوروں کو سزا کے طور پر محاذ پر روانہ کر دیا جہاں پہونچ کر انھوں نے بغاوت کے جراثیم فوج میں داخل کر دیے۔ جب متواتر شکستیں ہو رہی ہوں بغاوت کے جراثیم بہت سرعت سے تمام فوج کو روحانی بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ حکومت کی اس قسم کی تخریبی تدابیر سے داخلی بھینپی تو فرو نہیں ہوئی البتہ محاذ پر بد نظمی پھیل گئی۔ جرمنی کے شکست کھا جانے پر جمہور نے جنگ کی تمام ذمہ داری حکومت پر ٹال دی۔ ۲۹ اکتوبر کو اشتراکی پارٹی نے قیصر ولیم سے تخت و تاج سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کر دیا اور بہت سرعت سے شہزادہ ہات میں اشتراکی ادارے قائم کرنے شروع کر دیے۔ ہر مقام پر ملاحوں، سپاہیوں، مزدوروں کی کونسلیں وجود میں آنے لگیں اور انھوں نے اپنے انفسروں کو برطرف کر کے حکومت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا۔ بلوئیرایا سے بھی قیصر کے خلاف وہی صدا اٹھی جو بیروشا سے اٹھی تھی اس فوجی مرکز میں بھی انقلابی عناصر کی کونسلیں تشکیل کی جانے لگیں۔ جب قیصر ولیم کو یہ یقین ہو گیا کہ اشتراکی رجحانات

بہر فتح پانی ناممکن ہے تو وہ ہو لیندہ قرار ہو گیا جو جمعی میں اختر کی حکومت قائم ہو گئی
 لیکن چند روز بعد یہاں بھی مجلس دستور ساز کے انعقاد کا مہینہ کی نشستوں کے
 تعین اور عمل کے اداروں کی تشکیل پر اختلافات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ اس زمانہ
 میں اگر کوئی بیدار مغز قائد جمعی میں موجود ہوتا تو یہاں بھی اختر کی نظام قائم ہو جاتا۔
 آسٹریا۔ آسٹریا کی تاریخ میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء اس لئے یادگار ہے کہ اس روز
 ملک کے دارالعوام نے شہنشاہیت کے خاتمہ کا اعلان کرنے کے بعد
 عارضی حکومت قائم کی۔ ۱۲ نومبر کو انقلابیوں نے وائٹس میں بغاوت کی اور
 عارضی حکومت کو مجبور کیا کہ آسٹریا کو جمہوری نظام دے۔ لیکن دنیا کے کسی خطہ
 کو جمہوریت اہل کر کے دینے سے اس کی اقتصادی مشکلات حل نہیں ہوا
 کرتیں۔ آسٹریا اور ہنگری دونوں کی پیداوار ایل کر ملکی و قومی ضرورتوں کے
 لئے تو کافی تھی لیکن تنہا آسٹریا میں غلہ کی پیداوار اتنی کم ہوتی تھی کہ بغیر غلہ
 کی درآمد کے کل آبادی کو زندہ رکھنا غیر ممکن تھا۔ غلہ کی درآمد کا انتظام نہ
 ہو سکا اور کچھ ہی عرصے بعد خوراک کی کمی کی وجہ سے ملک میں حالات
 نہایت نازک ہو گئے۔ اجناس گراں ہونی شروع ہو گئیں اور سکہ کی قیمت
 اتنی گر گئی کہ ٹیکس کی رقم حکومت کا کاروبار جاری رکھنے کے لئے بہت
 ناکافی ثابت ہونے لگی۔ جمہور میں اشیاء کے خریدنے کی استطاعت نہ رہی
 تو صنعت و حرفت دم توڑنے لگی۔ اقتصاد ہی پھیل گیاں سیاسی الجھنوں
 کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں۔ اقتصاد ہی حالات کی نزاکت نے سیاسی حالات
 کو بھی نازک بنا دیا۔ ایسے حالات انقلابی جماعتوں کے لئے سازگار ہوتے
 ہیں چنانچہ اختر کی جماعتوں نے ان حالات سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اگرچہ
 انقلابی عناصر ہی مستحکم حکومت قائم نہ کر سکے تاہم انقلابی عناصر مدت تک

ان میں ایک گروہ جنگ کا حامی تھا اور دوسرا مخالفت جنگ کی مخالفت پارٹی کے قائد کارل کیٹنچ اور روزا لکسمبرگ تھے ان دونوں قائدین کی انقلابی جدوجہد جاری تھی کہ ۱۹۱۶ء میں اتحادیوں کی اقتصادی ناکہ بندی نے جرمنی کے سامنے موت لاکھڑی کی۔ ایشیائے خوردنی کے فقدان نے لاکھوں جرمنوں کو موت کی سہو خیز میں سلا دیا۔ جو زندہ تھے ان کو بھی حیوانوں کی خوراک میسر آتی تھی۔ البتہ امیر طبقہ غیر آئینی طور پر اپنی دولت و تعلقات کے اثر سے زیادہ پریشان نہ تھا اور خوراک مہیا کر لیتا تھا۔ فوجی محاذ کا حال خوراک کے محاذ سے زیادہ زہون تھا۔ لاکھوں جرمن سپاہی جانیں قربان کر رہے تھے لیکن کامیابی دہر ہوتی جاتی تھی۔ ان حالات میں ملک کے طول و عرض میں سیاسی اضطراب پیدا ہو جانا لازمی تھا۔ ۱۹۱۸ء میں قریب پانچ لاکھ مزدوروں نے صلح کی تائید میں ہڑتال کی۔ جرمن حکومت کی کم فہمی دیکھنے کے اس لئے ان باغی مزدوروں کو سزوں کے طور پر محاذ پر روانہ کر دیا جہاں پہونچ کر انھوں نے بغاوت کے جراثیم فوج میں داخل کر دیے جب متواتر شکستیں ہو رہی ہوں بغاوت کے جراثیم بہت سرعت سے تمام فوج کو روحانی بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ حکومت کی اس قسم کی خودی تدابیر سے داخلی بھینپی تو فرو نہیں ہوئی البتہ محاذ پر بد نظمی پھیل گئی۔ جرمنی کے شکست کھا جانے پر جمہور نے جنگ کی تمام ذمہ داری حکومت پر ڈال دی۔ ۲۹ اکتوبر کو اشتراکی پارٹی نے قیصر ولیم سے تخت و تاج سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کر دیا اور بہت سرعت سے شہزاد دیہات میں اشتراکی ادارے قائم کرنے شروع کر دیے۔ ہر مقام پر ملاحوں، سپاہیوں، مزدوروں کی کونسلیں وجود میں آنے لگیں اور انھوں نے اپنے انفسروں کو رطوف کر کے حکومت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا۔ بلویریا سے بھی قیصر کے خلاف وہی صدا اٹھی جو پروٹشاس سے اٹھی تھی اس فوجی مرکز میں بھی انقلابی عناصر کی کونسلیں تشکیل کی جانے لگیں۔ جب قیصر ولیم کو یہ یقین ہو گیا کہ اشتراکی رجحان

بہر فتح پانی ناممکن ہے تو وہ ہولینڈ فرار ہو گیا جو جمنی میں اشتراکی حکومت قائم ہو گئی
 لیکن چند روز بعد یہاں بھی مجلس دستور ساز کے انعقاد کا بیہ کی نشستوں کے
 تعین اور حکمران اداروں کی تشکیل پر اختلافات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ اس زمانہ
 میں اگر کوئی بیدار مغز قائد جمنی میں موجود ہوتا تو یہاں بھی اشتراکی نظام قائم ہو جاتا۔
 آسٹریا۔ آسٹریا کی تاریخ میں ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء اس لئے یادگار ہے کہ اس روز
 ملک کے دارالعوام نے شہنشاہیت کے خاتمہ کا اعلان کرنے کے بعد
 عارضی حکومت قائم کی۔ ۱۲ نومبر کو انقلابیوں نے وائٹن میں بغاوت کی اور
 عارضی حکومت کو مجبور کیا کہ آسٹریا کو جمہوری نظام دے۔ لیکن دنیا کے کسی خطہ
 کو جمہوریت اہلکار کے لئے سے اس کی اقتصادی مشکلات حل نہیں ہوا
 کرتیں۔ آسٹریا اور ہنگری دونوں کی پیداوار بل کر ملکی و قومی ضرورتوں کے
 لئے تو کافی تھی لیکن تنہا آسٹریا میں غلہ کی پیداوار اتنی کم ہوتی تھی کہ بغیر غلہ
 کی درآمد کے کل آبادی کو زندہ رکھنا غیر ممکن تھا۔ غلہ کی درآمد کا انتظام نہ
 ہو سکا اور کچھ ہی عرصے بعد خوراک کی کمی کی وجہ سے ملک میں حالات
 نہایت نازک ہو گئے۔ اجناس گراں ہونی شروع ہو گئیں اور سکہ کی قیمت
 اتنی گر گئی کہ ٹیکس کی رقم حکومت کا کاروبار جاری رکھنے کے لئے بہت
 ناکافی ثابت ہونے لگی۔ جمہور میں اشیاء کے خریدنے کی استطاعت نہ رہی
 تو صنعت و حرفت دم توڑنے لگی۔ اقتصادی پھید گیاں سیاسی الجھنوں
 کا پیش خمیر ہوا کرتی ہیں۔ اقتصادی حالات کی نزاکت نے سیاسی حالات
 کو بھی نازک بنا دیا۔ ایسے حالات انقلابی جماعتوں کے لئے سازگار ہوتے
 ہیں چنانچہ اشتراکی جماعتوں نے ان حالات سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اگرچہ
 انقلابی عناصر ہی مستحکم حکومت قائم نہ کر سکے تاہم انقلابی عناصر مدت تک

قومی زندگی میں سرسری دکھاتے رہے۔

ہنگری ۱۹۱۸ء کو شہنشاہ ہنگری کی مرضی کے خلاف کاؤنٹ میکایل نے ایک فوجی کونسل تشکیل کر لی جس نے صلح کا اعلان کر دیا۔ اس کارروائی کے بعد پارلیمنٹ کو برخاست کر کے تمام عوام کو حق رائے دہنگی دیدیا۔ ۱۳ نومبر کو شہنشاہ چارلس نے سلطنت سے دست برداری اختیار کر لی اور ۶ نومبر کو ہنگری جمہوریت قرار دیدی گئی۔ کاؤنٹ میکایل نے بھی حالات پر پوری طرح قابو نہ پایا تھا کہ ہنگری میں بلاکن نامی ایک شخص وارد ہوا۔ ابتدائی عمر میں یہ کسی ہیمپٹن کا ایجنٹ تھا۔ پھر روس چلا گیا جہاں کچھ عرصے مقید بھی رہا جب ہنگری میں انقلابی حالات رونما ہوئے تو بلاکن ایک جعلی پروانہ راہ داری لے کر ہنگری آ گیا اور بولشویک کے قدم بقدم ایک اشتراکی تحریک جاری کر دی۔ اس تحریک کو بہت ہی تھوڑے عرصے میں اتنی زبردست کامیابی ہوئی کہ کاؤنٹ کو مستعفی ہونا پڑا اور ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء کو ہنگری میں ایک اشتراکی حکومت برسر اقتدار آگئی۔ طاقت پر قبضہ کرتے ہی تو خیر حکومت نے فوج کی تنظیم شروع کر دی۔ روس سے رشتہ یگانگت قائم کر کے متوسط طبقہ کو نفع رسوخ اور ملک میں اشتراکیت کا اجرا کر دیا۔ ملک کی تمام معدنیات نیکٹریاں، جنگ، گرجا کی اراضی وغیرہ قومی ملکیت قرار دیدی گئیں۔ اندرونی و بیرونی تجارت صرف حکومت کا حق قرار پایا چند روز بعد متوسط طبقہ کے افراد کی گرفتاریاں عمل میں آنے لگیں اور ان کے اخبارات بند کر دئے گئے۔ مختصر یہ کہ ہنگری میں اشتراکی حکومت قائم ہو گئی۔

رومانیہ: جب روس اور ہنگری میں اشتراکی نظام برسر اقتدار آیا تو رومانیا بھی متاثر

ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جمہور کے مطالبہ پر وہاں بھی بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کی اراضیات کو غریب کاشتکاروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں ایک قانون نافذ ہوا جس کی رو سے جو جاگیردار خود کاشت نہیں کرتے تھے اور غیر مالک میں تفریحات کرتے پھرتے تھے ان کی اراضیات ضبط کر لی گئیں۔

مندرجہ بالا حالات اگرچہ نہایت مختصر ہیں تاہم ان سے یہ مزور ظاہر ہو جاتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد یورپ کے طول و عرض میں اشتراکیت کی دیوبی مسکراتی پھر رہی تھی اور اس کا تبسم جمہور کو گرویدہ کر رہا تھا۔ یہی وہ حالات تھے جن کے ماتحت لیٹن رٹروشکی عالم میں انقلاب ہونے کو یقینی خیال کرتے تھے۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ اپنے اس انداز سے میں حق بجانب تھے لیکن چونکہ روس کے علاوہ دیگر ممالک میں اشتراکی جماعتیں بوری طرح منظم نہیں تھیں اس لئے مندرجہ بالا انقلابی حالات مدت تک قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصے بعد یورپ کے رجعتی عناصر نے انقلابی عناصر کو شکست دینی شروع کر دی۔ جو انقلابی موج آگے بڑھ رہی تھی وہ پیچھے ہٹنی شروع ہو گئی اور تمام عالم رجعتی رجحانات و تہنورات سے متاثر ہونے لگا۔ روس بھی اس کم مایہ جہاں کا ایک حصہ ہے وہاں بھی یہ عالمگیر رجعتی موج بڑھی۔ رجعتی رجحانات کے توانا ہونے کا مغربی یورپ پر تو یہ اثر ہوا کہ وہاں سرمایہ دارانہ، فسطائی و نازی عناصر غالب آ گئے لیکن روس اس انداز سے متاثر ہوا کہ وہاں ترقی پسند اشتراکی عناصر یعنی لیٹن اور ٹروتسکی اور ان کے ہضیاں خسرکار کار کو شکست اور نسبتاً رجعتی افستراکی اسٹالین اور اس کے حواریین یعنی روس کے موجودہ حکمران طبقہ کو فتح ہونی شروع ہو گئی۔ دنیا ایک وحدت ہے۔ بین الاقوامی حالات ہر ملک کی سیاست پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ فسطائی و نازی رجحانات اور طریقہ کار کو یورپ میں شکست ہو جائے اور ہندوستان میں قائدین کا گروہ ہائی کمانڈ کے نام سے پکارا جاتا رہے اور ان میں مختصر حکمرانوں کی سی

خوب باقی ہے۔ جب بساطِ عالم پر اختر کی رجحانات کو شکست ہوئی تو لینن اور ٹروتسکی کی بھی شکست لازمی ہو گئی۔ اس طرح روس میں جمعیتی عناصر برسرِ اقتدار آگئے۔ اگر اختر کی رجحانات یورپ کی سیاسی بساط پر فتویا ہو جاتے تو روس میں حکمران طبقہ رونما نہ ہوتا یہ بین الاقوامی تصور تھا جس کی بنا پر لینن وغیرہ انقلاب روس کو انقلابِ عالم کا ایک جز خیال کرتے تھے اور اس کی حیات اور موت کا فیصلہ تمام عالم کے سیاسی رجحانات کی نوعیت سے وابستہ کرتے تھے۔ اگر روس بردقت مدد سے کہ یورپ میں اشتراکیت کو شکست نہ ہونے دیتا تو وسطی یورپ میں اختر کی انقلاب ہو جانا یقینی تھا اور وسطی یورپ میں انقلاب ہونا انقلابِ عالم کے مترادف ہوتا۔

جو صورتِ حالات پہلی جنگِ عظیم کے بعد رونما ہوئی تھی وہی دوسری جنگِ عظیم کے بعد آج بھی رونما ہو رہی ہے۔ جرمنی، آسٹریا، ہنگری کے حصص پر روس کا قبضہ ہے۔ پولینڈ میں روس کو جھوڑے حکومت قائم ہے۔ یوگوسلاویا میں اختر کی مارشل یوگوسلاویا برسرِ اقتدار ہے۔ اٹلی کی کاہنہ میں کمیونسٹ وزیر ہیں۔ یونان میں اشتراکیت بہت قوی ہے۔ فرانس کی میونسپلٹیوں کے انتخابات میں اختر کی اور کمیونسٹ پارٹیوں کے جمہور بکثرت کامیاب ہو گئے ہیں۔ انگلستان میں لیبر پارٹی برسرِ اقتدار آگئی ہے۔ چین میں اختر کی ایک سیاسی قوت بن گئے ہیں۔ غرض کہ دنیا کے جس گوشہ پر بھی نظر پڑتی ہے وہاں انقلابی اثرات رو بہ ترقی نظر آتے ہیں۔ اگرچہ دنیا کی پرولتاری جماعت میں ہر قسم کی اہلیت موجود ہے اور اس کی انقلابی صلاحیتوں کی طرف سے کسی صورت میں بھی مایوس نہ ہونا چاہئے تاہم یہ کہنے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ روس کے حکمران طبقہ کی سیاست نے پرولتاری انقلاب کے بین الاقوامی اتحاد کے تخنیل پر بہت کاری ضرب لگائی ہے اور اس امر کا خوف ہے کہ کہ شاید اس مرتبہ بھی بین الاقوامی سرمایہ داری کے متحدہ حلوں کی منتظر پرولتاری جماعتیں تاب نہ لاسکیں اور تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرائے۔

حکمران طبقہ کی نشوونما

سیاسی حالات حکمران طبقہ کو وجود میں لائے اور سیاسی حالات لئے ہی اس کو قوی بنایا۔ انقلاب کی ہمیت صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ معاشرہ کو گذشتہ دور کے قید و بند سے آزادی دلا دیتا ہے لیکن جہاں تک آئندہ ترقی کا سوال ہے وہ اسی قدر ہوتی ہے جس کی اہلیت کسی معاشرہ کے افراد میں انقلاب سے قبل پیدا ہو چکی ہو انقلاب بالذات ترقی پیدا نہیں کرتا۔ اس کا صرف یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ان قہقہہ داروں کو سیاسی معاشرتی۔ مذہبی۔ اخلاقی قیود کو توڑ دے جو معاشرہ کی زندگی پر بار بن گئی ہوں۔ بعد از انقلاب ترقی اسی حد تک ہوتی ہے جس کے امکانات انقلاب سے قبل معاشرہ میں پیدا ہو چکے ہوں۔ انقلاب رو بہ ترقی رجحانات کو پیدا نہیں کرتا بلکہ پیدا شدہ رو بہ ترقی رجحانات کے ارتقا کے لئے ایک وسیع فضا پیدا کر دیتا ہے۔ جب تک کہ معاشرہ کے تمام افراد ذہنی ارتقا کی بلند منزل پر پہنچ نہ جائیں انقلاب انگیز دور کے چند افراد کے پکڑے تیرے و فکر ہونے سے آئندہ ترقی کے امکانات شگفتہ نہیں ہو جاتے۔ روسی جمہور فکر و عمل سے عاری ان چند نفوس کے دوش بد ریش نہ چل سکے جو اختر کی دنیا پیدا کرنا چاہتے تھے ان چند غیر معمولی دل و دماغ کے افراد نے جس نوعیت کی مزدور کمربت قائم کرنے کی کوشش کی اس کا ذکر گذشتہ ابواب میں

آچکا ہے۔ سیاسی مرکز سے دور دراز تباد لے غیر مالک میں تعیناتی۔ پارٹی سے خرچ
 زرو مال کی ضبطی۔ اولاد و شریک حیات سے جدائی۔ قید سائبیریا میں جلا وطنی،
 استیصال یہ سب طریقے کام میں لے کر اشتراکی نظام قائم کرنے کی سعی جاری تھی۔ لیکن
 اپنی آنکھوں سے حکمران طبقہ کی نشوونما اور اس کے طریقہ کار کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن
 مصلحتاً خاموش تھا۔ گورنمنٹ کے ملاحوں کی بغاوت اور رجعتی عناصر کی از سر نو سیاسی
 جدوجہد نے اس کو جبر و قہر پر آمادہ کر دیا تھا۔ دیہات سے بوشیوک کے خلاف شورشل
 و سازشوں کی خبریں آتے پر لیٹن نے کہا:-

”ان سب کو قتل کر دو۔ ایمل سفنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو موت کا
 حکم سناؤ اور دارپردہ لٹکا دو“

ایک انسان جس نے تمام زندگی انسانی ترقی کے لئے وقف کر دی ہو اور
 مصائب و آلام میں سالہا سال گزار کر جتنی عناصر کو زیر کیا ہو وہ اوجہ و قہر کرتا ہے
 اس میں اجتماعی مفاد نظر ہوتا ہے اس جبر و قہر کی نوعیت طیب کے اس اشتراکی
 ہوتی ہے جو شگفت لگا کر لعین کو موت دیتا ہے لیکن جس طرح اشتراک مغلوب الغضب
 شخص کے ہاتھ میں دوسروں کے لئے وجہ ایذا رسانی بن جاتا ہے اسی طرح جبر و قہر
 غیر متدن سربراہ اور وہ اشخاص کے ہاتھ میں خمیری ثابت ہوتا ہے لیکن ایک متقی سیاست
 دان کی طرح ہنگامی جبر و قہر سے حالات پر قابو پا کر ادرسیان کو جمہوری رنگ دینے کا
 ارادہ رکھتا تھا لیکن انسانی ارادہ اور اس کی تمکین میں وقت حائل ہوتا ہے اور اس
 وقت میں کیا کیا امکانات پوشیدہ ہوتے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ لیکن کو یہ خبر نہ تھی کہ
 جبر و قہر کے راستہ پر گامزن ہونے کے بعد زندگی اس کو اتنی فرصت نہ دے گی کہ وہ
 اس راستہ کو بدل سکے۔ لیکن کی سخت گیری حکمران طبقہ کے لئے اب حیات ثابت
 ہو رہی تھی چونکہ تشدد کے ذریعہ سے وہ طبقہ تمام ملک میں اپنا اثر قائم کرنے میں کامیاب

ہو رہا تھا۔ یہ حالات تھے کہ لینن بر فالج گرا اور وہ مدت کے لئے ملکی معاملات میں حصہ لینے کے ناقابل ہو گیا اس کی عدم موجودگی میں حکومتی طبقہ اپنے مفاد کے تحفظ اور اس کے استحکام میں اور بھی سرگرم ہو گیا۔ لینن کی عدالت کے دوران میں بہت سے نئے اعزازات ایجاد کر دئے گئے۔ شہروں، شاہراہوں، ہسپتالوں، جہازوں، عملوں، کارخانوں کے نام اکابر بولشیویک کے نام پر بدل دئے گئے۔ نارسٹن نے اسٹالین گریڈ نام پایا۔ ایلسا وٹ گریڈ۔ زینوویف کے نام پر زینووسک ہو گیا اور گاشیاروٹسکی کے نام پر ٹروٹسک کہلایا جانے لگا۔ غرض وہ تمام بدعتیں، جن کے تباہ کرنے پر انقلابیوں کو کسی زمانے میں ناز تھا محو کر آئیں۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ حکمران طبقہ کی یہ بہت نہ ہوئی کہ مردور ویش (لینن) کو اس طریقہ پر خوش کرنے کی کوشش کرتا۔ قائد انقلاب کے نام پر کسی شہر کا نام نہیں رکھا گیا۔

کبھی کبھی حالات کی تیز رفتاری یہ بھی کرشمہ دکھاتی ہے کہ سیکہ سے نکلنے کے بعد دنیا بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ لینن بستر عدالت سے اتر لو کر سی صدرارت پر آیا اور ایک نئی دنیا نظر پڑی اور کیوں نہ پڑتی لینن کی عدم موجودگی میں یہ رجحان قوی ہو گیا تھا کہ روس میں اشتراکی نظام قائم ہو گیا ہے لہذا مزید سیاسی جدوجہد کی ضرورت نہیں معمولی دل و دماغ کا انسان پانچ سال کی متواتر سیاسی جدوجہد سے اکتاہی جاتا ہے اس لئے کوئی متعجب نہیں کہ لینن کی عدم موجودگی میں حکمران طبقہ نے اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کی کوشش شروع کر دی تھی اور ان کو ایک اکابر بولشیویک اسٹالین قیادت کے لئے مل گیا تھا۔ ایک اکابر بولشیویک جس کو آسانی سے جیتی نہ کہا جاسکے وہ کسی تحریک کی سرگرمی شروع کر دے اس شکل میں اس تحریک و جماعت کی ترقی کو روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عدالت سے اٹھ کر لینن کو حکمران طبقہ کی وسعت و غیر جمہوری رجحان کا علم ہونے پر اس نے پہلا خط جو سیاسی بیروسے اسٹالین کو لکھا اس کا پہلا جملہ یہ تھا

”ہم بدعنوانیوں کے سمندر میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔“
اس زمانہ کی سیاسی حالت پر تنقید کرتے ہوئے لیٹنن نے مختلف موقعوں پر حسب
ذیل خیالات کا اظہار کیا:-

”مجھے بحیثیت صدر ہر روز ناخوشگیوں کے غور و غور نمائی کے استے
افسانے اور دروغ بائیاں سننی پڑتی ہیں کہ طبیعت پر بار ہونے لگتا
ہے اشتراکیوں میں تمدن کی کمی ہے۔ دس ماہ سے ۱۰۰ حکام کمیونسٹ
پارٹی کی زندگی کی تشکیل کر رہے ہیں نہ کہ کمیونسٹ پارٹی حکام کی زندگی
پر اترانداز ہو رہی ہے۔ یہ مارکہ گذشتہ زمانہ میں روس کے متوسط طبقہ کی
تمدنی حالت خراب تھی لیکن اس خرابی کے باوجود وہ ہمارے ذمہ دار
کمیونسٹ سے ضرور بہتر تھی“

”ہم سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں اور شاید بہت سی سرزد ہونے ہوتی
باقی ہیں چونکہ ہماری مشین کو چلانے والے اعلیٰ افسر (حکمران طبقہ) نااہل ہیں
شاید اعلیٰ عہدوں پر دس ہزار افسر ہیں مجھے درست تعداد معلوم نہیں
لیکن وہ سب پارٹی کے ممبر ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں ادنیٰ افسر
ہیں جو کسی زمانہ میں ناز کی حکومت میں افسر ہوا کرتے تھے یہ سب اشتراکی
نظام کو انفرادی مفاد کے لئے استعمال کر رہے ہیں“

”ناز کے زمانہ کی سیاسی مشین ہنوز زندہ ہے ہمارا فوری کام یہ ہونا چاہیے
کہ اس کو تبدیل کو میں“

لیٹنن نے حسب عادت صروت تنقید ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حکمران طبقہ کے
اشرا کو زائل کرنے کے لئے ایک نئے ادارے کے کٹر طول کیشنی کی بنیاد ڈالی۔ اس ادارے
میں صروت مزدور طبقہ کے نمائندہ منتخب ہو سکتے تھے جن کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ

وہ حکومتی طبقہ پر محتسابہ نظر رکھیں اور حکومت کے عہدے داروں کا حکمران طبقہ نہ بننے دیں۔ لیکن کا خیال تھا کہ مزدوروں کا خود مختار ادارہ سیاسی و تنظیمی طاقت کو چند ہاتھوں میں سمٹ کر آجاتے سے روکے گا۔

معاشرہ افراد سے مرکب ہوتا ہے۔ اور افراد کا تدبیر و نظر ان کی پرہیزگاری ہی کسی دستور حکومت کو کامیاب بنا سکتی ہے۔ مزدوروں کا ایک علیحدہ ادارہ ضرورہ جو دہیں آگیا لیکن روس کے عام جمہوری کی تمام کمزوریاں ان نمائندوں میں بھی تھیں جو کٹرول کمیشن کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ جہاں انسان کا مقہائے نظر انفرادی نفع ہو وہاں ضمیر کی خریداری صرف قیمت نامساو رہ جاتی ہے۔ حکمران طبقہ نے جو ملک کی تمام اشیاء کا مالک تھا مراعات۔ نیز ضروریات زندگی کی فراہمی، لالچ دلا کر بہت ہی قلیل عرصے میں کٹرول کمیشن کے ممبروں کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ جن افراد کا احتساب چند دم میں خریدنا سکتا ہو وہ اگر احتساب کے لئے ہزار ادارے بھی جاری کر دیں تب بھی معاشرہ کے تخریبی رجحانات کو نہیں روک سکتے۔ کٹرول کمیشن سے جو امیدیں وابستہ تھیں ان کی ناکامی اور اپنی جسمانی صحت کے زوال نے لیٹن کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ نرشس صافگوئی سے کام لے۔ حالات کا رخ دیکھ کر لیٹن نے اکابر پولشیوک کی سیرت پر ایک نوٹ تحریر کیا جو بعد میں 'صحیفہ' کے نام سے مشہور ہوا اس نوٹ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ لیٹن کو تخریبی رجحانات کا کامل علم ہو گیا تھا۔ لیٹن اس نوٹ میں تخریب کرتا ہے:-

”اس وقت بنیادی مسئلہ پارٹی میں اتحاد قائم رکھنے کا ہے۔ اساتذہ اور ڈکٹیٹی کی آپس کی کشمکش سے پارٹی میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ خطرہ اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ مرکزی کمیٹی کے ممبروں کی تعداد بڑھا کر ۵۰ یا ۱۰۰ کر دی جائے۔ پارٹی سکرٹری اساتذہ کے لئے ضرورت ہے“

زیادہ اختیارات اپنے عہد سے متعلق کر لئے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ ان اختیارات کو اکثر لہری احتیاط سے استعمال نہیں کرتے۔ ٹروٹسکی ذاتی طور پر مرکزی کمیٹی کی سب سے قابل سستی ہے لیکن اسکو اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے وہ معاملات کے انتظامی محکومتی پہلو پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اسٹالین و ٹروٹسکی کی طبیعتوں کی افتاد اس درجہ مختلف ہے کہ غیر ارادی و غیر محسوس طور پر دفعتاً پارٹی میں اختلاف کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اسٹالین میں لطافت کم ہے ہم ایس میں اس کے غیر لطیف ہونے کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن پارٹی کے جرنل مسکر ٹری کو ایسا نہیں ہونا چاہئے میں تجویز کرتا ہوں کہ پارٹی ممبروں کو اسٹالین کو مسکر ٹری کے عہد سے بر طرف کر دینا چاہئے اور اس عہد سے پر ایسے ممبر کو ممتاز کر دینا چاہئے جو زیادہ شعل مزاج زیادہ بردبار و وفادار ہو اور پارٹی کے عام ممبروں کے ساتھ محسن سلوک سے پیش آئے میری یہ تدابیر اگرچہ بظاہر حقیر معلوم ہوتی ہیں لیکن ان پر عمل پیرا ہونے سے ٹروٹسکی اور اسٹالین میں تصادم کا خطرہ اور نتیجتاً پارٹی میں انتشار پیدا ہونے کے امکانات بہت کم ہو جائیں گے۔“

یہ صحیفہ صرف اکابر برلین کی مطالعہ کے لئے مخصوص تھا جس میں ہنشینوں پر بہت لطیف بیانیے میں تنقید کی گئی تھی اس میں جو نازک اشارے کئے گئے تھے ان کو محرم راز ہی بخوبی سمجھ سکتے اور یہ بتا سکتے تھے کہ خاص اشارہ کس شریک کا کی طرف ہے اور کیوں ہے۔ اسی زمانہ میں لینن کے لئے ایک اور تکلیف دہ واقعہ رونما ہو گیا۔ جو جوبہ میں اسٹالین نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ذریعہ سے بہت ظلم کیا ایک نائب لے مورجیہ

کے ایک اکابر بوشیوک مدائی کے ساتھ اس درجہ غیر مہذب سلوک کیا کہ اس کو زور و کوب کیا جب دوسرے نائب نے لینن کو اس اخلاق سوز واقعہ کی اطلاع دی اس پر لینن بہت برا فروختہ ہوا۔ ۳۰ دسمبر کو اپنی خفیہ یادداشت میں لینن تحریر کرتا ہے۔

”اگر اوڈ جو نکڈی نے اتنی مخرب اخلاق حرکت کی کہ وہ دست درازا پراتر آیا جیسا کہ ڈیزرزنگسی نے مجھ سے ذکر کیا اس سے یہ اندازہ

لگایا جاسکتا ہے کہ ہم کس لپٹی میں جاگرے ہیں“

۳۱ دسمبر کو اسی معاملہ کی بابت خفیہ یادداشت میں تحریر کرتا ہے۔

اوڈ جو نکڈی کو بھرت انگیز سترالنی چاہئے۔۔۔۔۔

ڈیزرزنگسی نے جو غیر منصفانہ اور یک طرفہ احکامات جاری کر رکھے

ہیں ان کو منسوخ کر دینا چاہئے۔۔۔۔۔

جو رجمیہ کو روسی قومیت میں شامل کرنے کی شدید تحریک جاری ہے

اس کی سیاسی ذمہ داری اسٹالین اور ڈیزرزنگسی پر ہے۔۔۔۔۔

حالات کو بھیانک بنانے میں۔ اسٹالین کی جلد بازی اور انتظامی

تشدد کو بہت دخل ہے۔ اور مقامی حب الوطنی کے خلاف اس کا

بغض بہت بڑھا ہوا ہے سیاسی معاملات میں بغض و عناد کی بنا

پر عمل کرنا خرابی پیدا کرتا ہے۔۔۔۔۔

اس زمانہ میں لینن کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ عنقریب ہی قدرت اس کو

اپنے سامن میں جگہ دینے والی ہے اور انقلاب کو اس کی رہبری کے بغیر منزل مقصود کی

طرف جانا ہوگا جس قدر مرض میں اضافہ ہوتا جاتا تھا لینن اسی قدر تیزی سے حکمت

جمادی کرتا جاتا تھا تاکہ اپنی فرصت حیات ہی میں تحریری رجحانات کو روک دے اس

مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مضمون جس کا عنوان تھا ”یادداشت کے چند ورق“

شائع کیا جس میں روس کے لئے پہلا قدم یہ بتایا گیا تھا کہ وہ تمدن میں مغربی یورپ کے دوش بدوش آئے۔ اسی زمانہ میں لینن نے 'انسپکشن' کے ادارے پر تنقید کی۔ اس ادارے کا اعلیٰ عالم اساتین تھا اگرچہ دوران تنقید میں بوشیوک دعایات کے مطابق تحویری حالات کو ذمہ دار شخصیت (اساتین) کا نام نہیں لیا گیا لیکن سیاسی نگاہ دیکھنے والے تنقید کے ہوت کو پہچانتے تھے تنقید کر کے ہونے لینن نے تحریر کیا:-

”ہمیں ساٹھ گونی سے کام لینا چاہئے۔ انسپکشن کا اعزاز اس درجہ گر چکا ہے کہ اس کے جاری کردہ احکامات کو کوئی قابل عمل خیال نہیں کرتا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ انسپکشن سے زیادہ خراب حالت روس کے کسی دوسرے ادارے کی نہیں ہے میں 'انسپکشن' کے افسران اعلیٰ اور ان اصحاب سے جن کا تعلق اس ادارے سے ہے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتائیں کہ ایسا کمیشن ہمارے کس کام آسکتا ہے“

اس مضمون میں حکمران طبقہ پر اس درجہ سخت تنقید کی گئی تھی کہ اساتین کے اشارے پر سیاسی بیرو نے اس کے شائع ہونے کی مخالفت کی۔ اس مضمون میں بار بار سیاسی مشین کی خرابی کا ذکر تھا۔ حکمران طبقہ مشین کی بابت زہریلے اشاروں کو سمجھ گیا اور مد مقابل بن کر کھڑا ہو گیا جب مضمون چھپنے میں دیر ہوئی لینن سمجھ گیا کہ حکمران طبقہ مانع ہو رہا ہے لینن نے مضمون شائع کرنے پر اصرار کیا۔ لینن کی شریک حیات نے ٹرڈسکی کو تار دیا۔ ٹرڈسکی نے مداخلت کی۔ حکمران طبقہ کی قوت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ کنٹرول کمیشن جو حکمران طبقہ کے احتساب کیلئے مقرر ہوا تھا اسکا صدر بھی اسی حکمران طبقہ کا ایک شخص کو پیشاؤ مقرر ہو گیا تھا ظاہر ہے کہ جس ادارے کا صدر حکمران طبقہ کا ہی ایک فرد ہو وہ ادارہ حکمران طبقہ کا احتساب نہیں کر سکتا تھا جب لینن کے مضمون کم بہتر ہیں بہتر

کے نشر کرنے پر رد و قلعح برٹھی کو کو پیشاؤنے یہ رائے دی پر آمادہ اخبار کی ایک علیحدہ کاپی شائع کر دی جائے جس میں لیٹن کا یہ تنقیدی مضمون ہو اور وہ کاپی "بڈھے کو دیدی جائے وہ یہ خیال کر کے کہ مضمون چھپ گیا خاموش ہو جائے گا باقی کاپیاں حسب دستور بلا اس مضمون کے شائع کر دی جائیں۔ لیکن لیٹن اور دیگر اکابر بولشیویک کے اصرار سے یہ مضمون ہر مارچ کو مجبوراً شائع کرنا پڑا۔

لیٹن کی زندگی کے آخری دو سال حکمران طبقہ سے جدوجہد میں گزرے اب حکمران طبقہ سے لیٹن سے ہر حالت میں زیادہ قوی تھا لیٹن کی موجودگی و عدم موجودگی اب اس طبقہ کے لئے یکساں تھی۔ اسٹالین کا خیال تھا کہ لیٹن کی شریک حیات کرپسیا اس کو غلط اطلاعات دے کر حکمران طبقہ کے خلاف برا فروخت کر رہی ہے اس خیال کی بنا پر اسٹالین کرپسیا سے بزار تھا اور تلخی سے پیش آتا تھا کہ کرپسیا کا بیان ہے کہ لیٹن نے اسٹالین کو جو آخری خط لکھوایا اس میں اسٹالین سے تعلقات کے ختم کر دینے کی اطلاع درج تھی۔ لیکن جیسا اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ محرموں کے راز تھے جن کے متعلق ذکر وادکار ہمنشینوں میں بھی کنایتہ ہوتے تھے اور اگر کوئی نا محرم حکمران طبقہ کی زندگی و اکابر بولشیویک کے اہلس کے اختلافات کی طرف اشارہ بھی کرتا تب سیاسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی سنجیدگی سے تردید کر دی جاتی حکمران طبقہ کے مخالف اکابر بولشیویک ممبروں کا ہنوز یہ خیال تھا کہ لیٹن محتیا ب ہو کر از سر نو رہی کرے گا اور تمام حالات رو بہ اصلاح ہو جائیں گے۔ جب لیٹن بیمار ہی کا دوسرا حملہ ہوا اسٹالین ریزولویف کی مہموتیف نے قائد کی جگہ لینے اور حکومتی اداروں پر اثر قائم کرنے پر ٹروٹسکی کا آخر زائل کرنے کی سعی شروع کر دی۔ شاید ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ لیٹن اس حملہ سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ ٹروٹسکی بھی اپنی ایک جماعت منظم کر سکتا تھا لیکن اس کو ہنوز لیٹن کے محتیا ب

ہو جانے کا گمان تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تندرست ہو کر لیٹن خود حکمران طبقہ اور بینڈگان
 حرم و ہوس کی سرکوبی کر دے گا اس لئے ٹروٹسکی اور دیگر اکابر بولشویک خاموش رہے
 یہ خاموشی مثلث (اسٹالین - زینوویف - کیروویف) کے لئے بہت مفید مطلب ثابت
 ہوئی ان کو خفیہ تدابیر کرنے اپنی علیحدہ پارٹی بنانے نیز اس کا اثر قائم کرنے کا سنہری
 موقع مل گیا۔ لیٹن کی تجویز کے مطابق مرکزی کمیٹی اور کنٹرول کمیشن کے ممبروں کی تعداد
 بڑھا کر ۲۰-۱ اور ۵ کر دی گئی تھی اور ہر اجلاس مشترک ہونے لگا تھا لیکن ۱۰-۱۱ خاص
 کے اجلاس کا انعقاد ہونا ہر وقت ممکن نہ تھا اس لئے یہ ایک دم بن گئی کہ منظم کمیٹی
 اور سیاسی بیرو جس میں سات ممبر اور چار ڈپٹی ممبر ہوتے تھے ضروری احکامات صادر
 کرتے رہتے اور مرکزی کمیٹی و کنٹرول کمیشن کا صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ اپنے اجلاسوں
 میں منظم کمیٹی اور سیاسی بیرو کے جاری کردہ احکامات پر اپنی مہر ثبت کر دیں۔ اس طرح
 تمام قوت منظم کمیٹی اور سیاسی بیرو میں مرکوز ہو گئی۔ اب اسٹالین کے لئے صرف یہ
 سوال رہ گیا کہ ان مختصر اداروں کے ممبروں پر اپنا اثر قائم کرے۔ پارٹی کے جنرل
 سکرٹری اور G.P.U. کے عالم کے لئے ایسا کرنا مشکل نہ تھا۔ ٹروٹسکی پر تو براہ راست
 ضرب لگانے کی ہمت نہ ہوئی لیکن اسٹالین نے اپنے حرولیت کے ہنجیال اکابر ممبروں
 کو سیاسی ضرورت کے بہانے سے دوسرے ممالک میں سفیر جا کر روانہ کر دیا جب
 ٹروٹسکی کے دوست ریکاٹسکی (یوکرین کے کیسار کی کونسل کا صدر) کو اس بہانے
 سے کہ لندن میں ایک بار عہد سفیر گھنے کی ضرورت ہے لندن جلا وطن کیا گیا اس پر
 یوکرین کے صوبہ کی کمیونسٹ کمیٹیوں کے تمام سکرٹریوں لئے صوائے احتجاج ثبت
 کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام سکرٹریوں کا دور دراز تبادلہ کر دیا گیا حکمران طبقہ کے اس
 طریقہ کار نے بہت سی پارٹی ممبروں کو نالاں کر دیا اور انھوں نے مخالف جماعتوں
 کی تشکیل شروع کر دی لیکن یہ بھجان بھی حکمران طبقہ پر اثر ڈالنے میں کامیاب نہ ہوا

جس صبرہ ملک کی تمام شیا پر قبضہ ہونیز۔ G.P.L. جیسے قبضہ اور کارآمد لے جن کے قبضہ قدرت میں ہوں وہ ہزار طبقہ سے مخالفت عناصر کو فنا کر سکتے ہیں۔ جو مخالفین سیاسی زندگی میں نمایاں تھے ان کو مختلف عہدے دیکر مغربی لیڈر کو روانہ کر دیا جو غیر معروف کارکن تھے ان کو مشرق بعید منگولیا اور سائبریا کی ویرانی میں جگہ ملی جو عوام تھے ان کو کارخانوں سے نکال دیا گیا۔ روس میں چونکہ تمام اقتصادی زندگی پر حکومت کا قبضہ ہے اس لئے وہاں کسی کو حکومت کے کارخانہ سے نکال دینا اس کو بھوکا و پیاسا مار دینے کے مترادف ہوتا ہے مخالفین کا استیصال کرنے کے یہ چند طریقے عام تھے لیڈر اور کارکن کے منتشر ہو جانے پر مخالفت تحریکات خود بخود فنا ہوتی شروع ہو گئیں۔

ان حالات میں روس کی نئے مہر خاموشی توڑی اور حکمران طبقہ پر تنقید کرنی شروع کی لیکن اس کی تحریک و تقریر کا انداز اس درجہ عالمانہ اور استعاروں میں طبعی ہوتا تھا کہ ملک میں بہت کم لوگ اس کے اشاروں و کنایوں کو سمجھتے تھے۔ روس کی علمی تحریکوں، تقریروں کا مہرور پر کچھ اثر نہ ہوا البتہ حکمران طبقہ نے نکتہ چینی سے برا فروختہ ہو کر اپنے آپ کو زیادہ قومی بنانے کی سعی شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اساتین نے بحیثیت پارٹی کے جنرل سکرٹری ہونے کے اپنے حواریں میں سے تمام صوبوں کے سکرٹری منتخب کر دئے۔ صوبوں کے سکرٹریوں نے اپنے خوشہ چینوں میں سے ضلعوں کی پارٹی کے سکرٹری مقرر کئے ضلع کے پارٹی سکرٹری نے شہر و قصبہ کے اور قصبہ کے سکرٹری لئے گاؤں کے اس طرح تمام روس پر حکمران طبقہ کے قائد اعظم اساتین کا حال بچھ گیا۔ اسی زمانہ میں حکمران طبقہ نے شراب کی خرید و فروخت از سر نو جائز قرار دے کر نیز اس پر ٹیکس لگا کر اپنے مالیہ کو ملک کی صنعتی و حرفتی ترقی سے بے نیاز کر لیا۔ شراب کو عام کرنے سے قبل حکمران طبقہ کی

عرضیالی کا دارومدا صنعت و حرفت پر تھا اس کی ابتری کا اثر چونکہ حکمران طبقہ کی جیب پر بھی پڑتا تھا اس لئے حکمران طبقہ کا ایک حصہ خود حکومت کی اقتصادی تدابیر پر معترض ہوتا رہتا تھا لیکن شراب کے ٹیکس نے حکمران طبقہ کے قانموں کی یہ مشکل بھی آسان کر دی۔ انقلاب کے بعد اگرچہ شراب کی خرید و فروخت قطعی طور پر ممنوع قرار دے دی گئی تھی اور اس قانون کی مدح میں ہر اشتہار کی رطب اللسان تھا لیکن سیاسی ضرورت عجیب ہوتی ہے۔ حکمران طبقہ نے شراب کی خرید و فروخت کو جائز قرار دے کر اور اس پر ٹیکس لگا کر شیر رقم فراہم کر لی جس سے انھوں نے حکمران طبقہ کی پرورش شروع کر دی جب حکمران طبقہ کی اس طرح شکم سیری ہو گئی اب ان کو کیا عرض تھی کہ حکومت کے اقتصادی طریقہ کار پر نکتہ چینی کرتے۔ پتا دیدا کے اڈیٹر نے جب اس جدید ٹیکس پر تنقیدی مضمون سپرد قلم کیا اس کو ادارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

حکمران طبقہ کا یہ طریقہ کار اس درجہ غیر جمہوری اور سیاسی تخریب پیدا کرنے والا تھا کہ ٹروٹسکی خاموش تہرہ سکا اس نے ایک سال کی خاموشی کے بعد مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

”پارٹی کے مستعد و تجربہ کار سیاسی طور پر بیدار ممبروں سے یہ عرض کرنا کہ وہ موجودہ سیاسی بیماری (حکمران طبقہ) سے بلا درد و کرب پیدا کئے، نکلنے کی سعی ملیخ کر س صرف اپنا حق ہی نہیں بلکہ اپنا فرض خیال کرتا ہوں“

اس کا جواب دیتے ہوئے سیاسی بیرونے ٹروٹسکی کی خام کارپوں۔ لاپرواہی، غلط تدبیروں۔ لیٹن سے اختلاف کی ایک طویل فہرست اس کو روانہ کر دی اس کے جواب میں ٹروٹسکی نے اپنی بریت پیش کرتے ہوئے حکمران طبقہ کی قلعی کھولی۔ اس قسم کی مخالفت حقیقت سے ہٹ کر کس درجہ فروعی ہو جایا کرتی ہے اس کے اظہار

کی ضرورت نہیں یہاں یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ ان اختلافات کی بنیاد تھی جو بعد میں پی کر انساں سوز مقدمات کی شکل میں رونما ہوئے۔

اس زمانے میں ۱۹۶۶ء کی مشابہت نے مرکزی کمیٹی کو ایک خط لکھا جس میں ملکی تنظیم کے لئے نئی راہیں بنانی گئیں۔ اس خط کا طرز خیال وہی تھا جو ٹروٹسکی کا تھا اس تحریر کا یہ اثر ہوا کہ مرکزی کمیٹی نے اپنے طریقہ کار بدلنے کا وعدہ کر لیا اور از سر نو ملک میں اقتصادی ترقی کے لئے جمہوریت کے عود کر آنے کے امکانات پیدا ہو گئے۔ حکومت نے اقتصادی کمیشن کے انعقاد، نخواستوں میں مساوات اور حکمران طبقہ میں تخفیف کرنے کا بھی وعدہ کر لیا۔ رو بہ ترقی عناصر کی بد قسمتی کہ اس زمانے میں ٹروٹسکی بیمار ہو گیا اور اس کے شرکائے کار نے یہ فطی کی کہ قائم شدہ نظام اور مقررہ عہدے داروں کو نئے انتخابات کے ذریعہ سے فوراً برطرف کرنا چاہا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں عہدے دار جن کا عیش و آرام حکمران طبقہ کی عاقبت پر منحصر تھا ۶۴ مشابہت کے خلاف فضا پیدا کرنے میں مشغول ہو گئے اور کیوں نہ ہوتے ان کے لئے حکمران طبقہ کی تباہی ان کی ذاتی تباہی کے مترادف تھی۔ اپنے انفرادی مفاد کو خطرہ میں دیکھ کر حکمران طبقہ کی اکابر ہستیوں سے لے کر گاؤں کے حقیر سے حقیر عہدے دار تک حکمران طبقہ کو برسر اقتدار رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ حالات حکمران طبقہ کے قائد کے لئے اتنے سازگار تھے کہ اب ان کو نظام کی تبدیلی کا خوف نہ رہا بلکہ اب وہ صرف مصلحت، وقت کی بنا پر کبھی کبھی مخالفین و معترضین کے تعاون کے جو یا اور ان کی قابلیت کا اعتراف کرتے رہتے جو حقیقی نہ تھا بلکہ مخالفین کو اخلاقی طور پر بغیر مسلح کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ حالات سے مجبور ہو کر ٹروٹسکی نے ایک اور مضمون "نیلا لائے عمل" کے عنوان سے لکھا اس میں دیرینہ اکابر بولشویک پر زیادہ صاف طور پر حملہ کیا گیا تھا اور جو انان ملک سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ حکمران طبقہ کا استیصال

کر دیں اور خوشامدی اور انفرادی رجحانات کو بیخ و بن سے اکھاڑوٹولیں تاکہ آئندہ کوئی شخص یا گروہ پارٹی کو جبر و قہر کے ذریعہ سے خاموش نہ کر سکے۔ اس مضمون کا طرز و تحریر قدر سے عام فہم تھا۔ اس کے نشر ہونے پر جمہور کو بھی اکابر بولشیویک میں جملہ کا علم ہو گیا۔ چونکہ ٹروٹسکی نے جمہور سے صاف الفاظ میں حکمران طبقہ کو برطرف کرنے کی اپیل کی تھی اس لئے حکمران طبقہ نے اسے بھی یہ ضروری ہو گیا کہ ہر تھیوری اور ٹروٹسکی پر حملہ آور ہو جائے۔ سب سے پہلے اسٹالن نے ٹروٹسکی کے پارٹی میں تو وارد ہونے پر روشنی ڈالی اور یہ لعن کیا کہ وہ دیرینہ بولشیویک نہیں اور نیرینہ بولشیویک کو اس کی امداد کی ضرورت ہے پارٹی کے جبرل سکرٹری کا بولشیویک کی رعایات کے خلاف ٹروٹسکی کا نام لے کر اس کی ذات پر حملہ صوبہ سے لگا کر دیہات تک کے پارٹی سکرٹری کو یہ اشارہ تھا کہ ٹروٹسکی پر ہر طرف سے حملہ ہو جانا پھر سب طرف سے انواع و اقسام کی مخالفت ہوتی شروع ہو گئی۔ بیمار ٹروٹسکی پہلا تیر جلا کر لاکھوں تیروں کا ہدف بن گیا۔ اگر تدرستی بحال رہتی تب شاید وہ مخالفین کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہی زمانہ بستر علالت پر گزارا اور حقیقتیں کو نظیر کا کھلا ہوا میدان مل گیا۔ اس زمانہ میں بھی باوجود اس امر کے کہ تمام حکمران طبقہ بیمار قائد کے خلاف زہرا نگل رہا تھا ٹروٹسکی کا اعزاز و وس میں اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ تمام جمہور حکمران طبقہ کے طریقہ ترقی و تمدن پر معترض ہوئے اور انہوں نے مختلف طریقہ سے حکومت پر دوشن کر دیا کہ ٹروٹسکی پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں ان کو جمہور بھوٹ وافر خیال کرتے ہیں چنانچہ عوام کے سیاسی اضطراب کو دبانے کے لئے سیاسی بیرو کی طرف سے مار و سہمہر کے پراچاوا میں حسب ذیل بیانا شائع ہوا:-

”مرکزی کمیٹی نیز سیاسی بیرو اور اس کے دوسرے اداروں کا کام بلا

کامریڈ ٹروٹسکی کے تعاون کے نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا بالکل بہتان و افترا ہے کہ ان اداروں کے ممبر کامریڈ ٹروٹسکی کی امداد سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ تمام اداروں میں کامریڈ ٹروٹسکی کا تعاون ضروری ہے سیاسی سیراس امر کا یقین دلاتا ہے کہ آئندہ کامریڈ ٹروٹسکی کے تعاون حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔“

لیکن اس قسم کے بیانات عوام کو خاموش کر دینا ضروری تھے نہ کہ ٹروٹسکی سے تعاون کی کوشش بحکم ان طبقہ کی طرف سے ظاہر اس قسم کے اعلانات و تقریریں ہوتی رہتی تھیں لیکن درپردہ پارٹی سکرٹریوں کے ذریعہ سے ٹروٹسکی کے انتر نائل کرنیکی ہدایہ جاری تھیں۔ ٹروٹسکی اسی زمانہ میں زیادہ جلیل ہو کر طبی مشورہ کی بنا پر کوہ قاف چلا گیا اس کی عدم موجودگی میں مخالفت پارٹی نے یہ غلطی کی کہ جنوری ۱۹۲۳ء کو جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں شرکت کی اس کانفرنس کے نمائندے بحکم ان طبقہ کے منتخب کردہ یا اسکے زیر اثر تھے چنانچہ انھوں نے بحکم ان طبقہ کی ہر تجویز کی تائید کی اور مخالفت پارٹی کی ہر تجویز کو رد کر دیا۔ اس کانفرنس نے اب بحکم ان طبقہ کو زیادہ دلیر کر دیا جو تکاب وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ملک کی اکثریت انکے ساتھ ہے حالانکہ اس قسم کی اکثریت کے کچھ معنی نہیں ہوتے ہر سرمایہ دار ملک اپنے طریقہ کار کیلئے اس قسم کی اکثریت کے پردے میں اپنے طبقاتی مفاد کو پیش پیش رکھتا ہے اس کانفرنس میں زہن تولیف نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”کامریڈ ٹروٹسکی کے اتنلا دران کی غیر معمولی اہلیتوں کا سب کو اعتراف ہے

ہمیں سچسپس اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن غلطی غلطی ہوتی ہے۔“

تفتیقہ کا یہ طریقہ کہ مخالفت کی تعریف کر نیے بعد اسکی تکذیب کر دینا بے فائدہ ثابت ہوتا ہے

اور یہی دنیا میں جب کسی سیاسی ہستی کا انتر نائل کرنا ہو تو یہی طریقہ تفتیقہ اختیار کیا جاتا ہے یا بھی ٹروٹسکی کوہ قاف کے زور پر اپنی جان بچا کہ فلانس میں اسکو اسٹالن کا ارٹا جسمیں لینن کی وفات کی خبر تھی۔

لینن کی وفات

موت حقیقت اور زندگی ایک حادثہ ہے۔ انسان کی خام خیالی یہ ہے کہ وہ روح کی ایک حالت کو زندگی اور دوسری کو موت سے تعبیر کرتا ہے حالانکہ ان دونوں حالتوں میں روح کی اصلی کیفیت میں فرق نہیں آتا۔ موت کے بعد انسان کی شخصیت اور اس کی خصوصیات قائم رہتی ہیں خیر جو کچھ بھی ہو لیکن تاریخ کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ انسان کی تخلیقی جدوجہد اور پربہیزگاری اسکی موت کے مدت بعد تک دنیا کو اثر انداز کرتی رہتی ہے۔ لینن کی وفات کو آج ۲۰ سال کا عرصہ گزر گیا لیکن اسکے فکر و فہم کے نتائج ہنوز بیدار دنیا کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

لینن ۱۸۷۰ء کے ایک اسپیکٹر کے گھر میں پیدا ہوا۔ بڑے بھائی کو شہنشاہ روس کے قتل کے اقدام کے جرم میں سولی پر چڑھتے دیکھا خود ۲۰ سال کی عمر سے نظر بندی و افلاس۔ مصائب و آلام کا شکار بنا رہا عمر کا زیادہ حصہ جلا وطنی میں گزارا۔ انقلابی سعی میں کبھی کلیا۔ کبھی ناکامیاب۔ کبھی آزاد و کبھی مقید۔ کبھی دوستوں سے بیگانہ کبھی دشمنوں کا دوست۔ کبھی فتح و نصرت سے ہمکنار اور کبھی شکست و نامرادی سے ہم آغوش کبھی گھانس کے تودوں میں سر چھپا رہے اور کبھی پیٹر گریڈ کی شاہراہوں پر رونق تھفل کبھی دلوں کی آرزو اور کبھی ایک نحیف یہودی لڑاکا کی گری کا نشانہ۔ کبھی جنیوا کی غلیظ سڑوں میں مکین اور کبھی کرملین میں صدر جمہوریہ

وہ تمام سچ کی ورق گردانی کرنے سے ایسی بہت سی ہستیاں نظر پڑیں جو گمنامی شہرت اور سستی سے زحمت تک پہنچیں لیکن ایسی ہستیاں بہت کم ہیں جنہوں نے دنیا کو ایک نیا طریقہ کار، ایک نیا تصور، ایک نیا فلسفہ اور زندگی کا ایک الٹا تحویل دیا ہے لیکن دنیا کی ان معدود سے چند ہستیوں میں سے تھا جنہوں نے انہی قدور کو معاشرہ کے ہر گوشہ میں باری و ساری کرنا چاہا اور اسی سعی و کوشش میں اپنی زندگی صرف کی۔

وفات سے چند روز قبل لعین نے اپنے آپ کو اس درجہ زندہ محسوس کیا کہ (تلخ) برف پر چلنے والی گاڑی منگوا کر رفانی فضا کے نظارہ کو دکھانا شروع کر کے ایک بند وقت بھی ساتھ رکھی۔ کمرے میں چلا پھر اہرے کے سپاہی سے گفتگو کی۔ یہ زندگی کی چند ستریں باقی تھیں جو اسکے نوشتہ میں تحریر تھیں اور بس۔ ان سرتوں سے سرور ہو جانیکے بعد ۲۱ جنوری ۱۹۷۳ء کو ۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ایک طوفان خیز زندگی گوری کے ایک خاموش کمرے میں سکون پائی جس انسان کی روح کو دنیا کے چار سوز بخیر بنے ہوئے تھے وہ لا محدود فضا میں گم ہو گیا۔ چند آب دیدہ ہمنشین اس خاموش سپر انقلاب کے ارد گرد کھڑے ہوئے تھے اور دنیا اس درنا یا اب کے سفتہ ہو جانے سے بے خبر تھی۔ ماسکو کی سڑکوں پر قرائن سے جمہور یہ گمان کر رہے تھے کہ سیلابی ہستی کو آج قرار دیا گیا لیکن جو اسکا ذکر تبیین سے کرتا تھا وہ گرفتار کر لیا جاتا تھا بغیر مالک کے اخباری نمائندے اس خبر کی تصدیق کے لئے بیٹیا بانہ کرملین کی عمارت کے ارد گرد طواف کرتے نظر آتے تھے۔ لیکن کوئی اس گمان کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔ اکابر لوشیوک دلوں میں افسردگی لیکن ایسا پرہم خاموشی لئے کرملین کی عمارت میں آتے جلتے دکھائی دیتے تھے لیکن کوئی اس بازاری افواہ کی تصدیق نہیں کرتا تھا۔ وفات کے ۴۸ گھنٹے کے بعد دنیا کو یہ علم ہوا کہ آنے والے تاریخی دور کا قائد عظیم اس دنیا سے فانی سے رخصت ہو گیا۔

لعین نے انقلاب آگینہ ہستیوں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے اپنے کسی معنون میں کہا تھا۔

”انقلابِ انگیزہ ہستیوں کی وفات کے بعد ان کو اوتار میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ان کے سر پر الو بہت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے اور ان کی ذات اور ان کے نام معاشرہ کے مقہور طبقات کو ان کی خراب حالت میں مستقل طور پر رکھنے کا آلہ کار بنائے جاتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ انقلابِ انگیز مصلحین کی اصل انقلابی تعلیم کو مفلوج اس کی نوک خار کی سی جو بھین کو فنا اور اس کے اصولوں کو خاک میں ملایا دیا جاتا ہے۔“

لینن کی وفات کے بعد اس کی ذات اور انقلابی اصولوں کے ساتھ وہی ہوا جس کی وہ پیشگوئی کر گیا تھا۔ قائد کی وفات کے سلسلہ میں سیاسی بیرونی جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ تمام ملک کو ماتم کرنے کی ہدایت کی تاکہ اس میں یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ اتنی علم بلند کئے جائیں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اس پر جرمانہ عائد کیا جائے تمام اخبارات نے لینن کے متعلق مافوق البشیرت باتیں کہنی شروع کر دیں حکومت نے اس کی تحریف و تکلفین کے سلسلہ میں رسومات کی ایک دنیا پیدا کر دی موسیقی لگا کر اس کی میت کو فرعون کی طرح رکھا گیا اور تمام ملک کو ہدایت کی گئی کہ اس کی زیارت کے لئے آئیں اور سعادتِ انقلاب حاصل کریں بقر پر شاداب گلوں کے انبار کی نگہت۔ کافوری شمعوں کی دم و خشک روشنی چار سو نو خرنک لہراتے ہوئے علم و مقصد عوام کا نہ ختم ہونے والا طواف اور لینن کے بے نقاب و بے روح جسم کی زیارت۔ یہ منظر جمہور کے معتقدانہ توہمات کو جلا دینے کے لئے کافی تھا۔ دل و دماغ میں توہمات کی بیداری عقل کی موت ہوتی ہے چنانچہ لینن کی حقیقی مائوسی تعلیم پس اپشت ڈال دی گئی اور روس میں ایک نیا سیاسی مذہب ’لینینیت‘ کے نام سے جاری ہو گیا جس نے لینن کو خدا اور اسٹالن کو اس کا رسول قرار دے دیا۔ یہ شکل لینن ہی کی تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ دنیا کی ہر نئی تعلیم کے ساتھ پیش آتی ہے پیغمبروں کے وصال کے بعد ان کی تعلیم

جس طرح مسخ کی گئی ہے اور ان کے بیان کردہ اصولوں کی تاویلات بیان کر کے ان کو جس طرح انسان کے تخریبی رجحانات کی تائید میں پیش کیا گیا ہے دنیا اس سے ناواقف نہیں۔

لینن کی قد آدم تصاویر اس کے مجسمہ۔ اس کی تصویر کے میڈل و بورڈ لاطہوں کی تعداد میں ملک میں تقسیم ہوئے اور روس کے بعید سے بعید گوشے میں کوئی درویش ایسا باقی نہ رہا جس پر لینن کی تصاویر کو بیزاں نہ کر دی گئی ہوں۔ سکرپٹ کیس۔ راہد ان اور زیبائش کی تمام اشیاء کو قائد کی شہادت سے مزین کیا جانے لگا جس کو کسی بلین بیٹھا کرتا تھا جس پلنگ پر سویا کرتا تھا جس مکان میں رہا کرتا تھا۔ حکومت ان کی تصاویر عام طور پر فروخت کر رہی تھی۔ شہروں۔ شاہراہوں۔ درسگاہوں اداروں۔ تقریح گاہوں۔ باغات کے نام لینن کے نام پر رکھے جا رہے تھے ان حالات کو آخری زیبائش اسٹالن کی تقریر نے بخشی جس میں لینن کو مثل خدا کے، تو سے یاد کیا گیا تھا جنازہ پر تقریر کرتے ہوئے اسٹالن نے کہا:-

(۱) دائمی جدائی کے وقت کو مرید لینن تولنے ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ کوئی ایسا مخرب اخلاق عمل نہ کریں کہ پارٹی ممبر کے نام کو بیٹھے لگے اسے کو مرید لینن ہم تیرے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تیرے حکم کا احترام کریں گے۔

(۲) دائمی جدائی کے وقت کو مرید لینن تولنے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم مکھ کی پٹی کی مثل پارٹی کے اتحاد کی حفاظت کریں اسے کو مرید لینن ہم تیرے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تیرے حکم کا احترام کریں گے۔

(۳) دائمی جدائی کے وقت کو مرید لینن تولنے پروتاریس امریت کو قائم رکھنے نیز اس کو قوی بنانے کا حکم دیا تھا کو مرید لینن ہم تیرے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تیرے اس حکم کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

(۴) زانیہ جدائی کے وقت تو نے ضرور اور کسان کا اتحاد قائم رکھنے کے لئے حکم دیا۔ اسے زانیہ طینت ہم تیرے ام کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے۔
 (۵) دانیہ جدائی کے وقت کو مرید طینت تو نے سوویٹ جمہوریت کو وسیع کرنے اور قوی بنانے کا حکم دیا تھا اسے کو مرید طینت ہم تیرے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ تیرے اس حکم کی تعمیل کریں گے۔
 (۶) دانیہ جدائی کے وقت کو مرید طینت تو نے کیونسٹا انٹرنیشنل سے وفادار رہنے کا حکم دیا تھا کو مرید طینت ہم تیرے نام کی قسم کھاتے ہیں کہ اپنی زندگیاں دنیا کے تمام ضروروں کی انجمن کے کیونٹے انٹرنیشنل کا اثر بڑھانے اور اس کو قوی بنانے میں صرف کر دیں گے۔

ایک غیر متدن وغیر تعلیم یافتہ ملک میں غیر معمولی شخصیت اگر زندگی میں نہیں تو وفات کے بعد اوتار ضرور مان لی جاتی ہے۔ دوران زندگی میں اس کو اوتار بنانا اس لئے دشوار ہوتا ہے چونکہ اس قسم کے تخلیق کی وہ بگڑیہ ہستی خود ترویج کرتی رہتی ہے لیکن موت کے بعد اس تروید کو کس نفسی کی طرف محمول کر کے اس کو خدا کا رتبہ دیدیا جاتا ہے۔ غیر متدن روس میں طینت کا خدا اس کے کلام کا کلام الہی اور اس کے احباب کا پیغمبر بن جانا ناگزیر تھا۔ جب روس کے جدید پیغمبروں نے طینت کی تقریر پر مختلف قسم کے رسومات کے مظاہرے سے جمہور میں اپنا وقار قائم کرنا چاہا اس پر طینت کی ہنر کی حیا سے ذرا ہلکیا اس نے ان رسومات پر تنقید کرتے ہوئے کہا:-

”تم اپنے رنج کا ظہار طینت کی شخصیت کی ظاہر اعرات سے نہ کرو۔ اس کی تقریر پر مقبول یا اس کا نام پر محلات تعمیر نہ کرو۔ اس کی یاد میں پر شوکت رسومات جاری نہ کرو۔۔۔۔۔۔ اپنی زندگی میں طینت نے کبھی ظاہر کو اہمیت نہیں دی۔ مجازی مظاہرے اس کو پیشہ برگشتہ مناظر کر دیتے تھے۔ اس وقت یہ یاد کرو کہ ملک میں افلاس اور بد نظمی کس قدر عمیق ہے اگر تم حقیقتاً طینت کے نام کا احترام کرنا چاہتے ہو تو تمہیں بچوں کے لئے تفریح گاہیں بسا دے کتب خانے، خانقاہ، سرسائیں اور اسی قسم کے مفید ادارے قائم کرنے چاہئیں اور سب سے اہم امر یہ ہے کہ اپنی عملی زندگی کو اس کی تسلیم کا ترجمان بنانا چاہئے۔“

لیکن حق کی پینچیف آواز حکمران طبقہ کے شور و غضب میں گم ہو گئی۔ سوویت کانگریس نے فوراً لینن کے چھ مجسمہ نصب کرنے کی منظوری دیدی۔ مشہور لوشیویک ریزالوف جو روسکو کے سرخ چوک کو قریباً تان میں تبدیل کرنے پر معترض تھا اور چندا کا برلوشیویک جو غمہ و سرود کے ساتھ قریباً تانہ قسم کی رسومات جاری کرنے کے خلاف تھے ان کی آواز حکمران طبقہ کے کانوں تک نہ پہنچی اور اگر پہنچی بھی اس کی طرف التفات نہ ہوا جو شخص اپنی زندگی میں اپنے ہر غلط اقدام پر خود تنقید کرتا رہا اور بانگِ دہل یہ کہتا رہا ”مجھ سے غلطیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس کی موت کے بعد اس پر تنقید کرنا ایک سنگین جرم قرار دیدیا گیا۔ دراصل اس طریقہ کار سے حکمران طبقہ نے اپنے آپ کو تنقید سے بچا لیا پہلے یہ کہا کہ لینن معصوم منہ خطا تھا اس کے بعد یہ کہا کہ ”لیننیت“ لینن کا کلام ہے اس لئے اس میں غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا اس کے بعد یہ کہا حکمران طبقہ چونکہ لیننیت کا بیرو ہے اسلئے اسکا ہر عمل ہادہ تنقید اور سراپا حسن و خوبی ہے حکمران طبقہ کے مترجم اسٹالین نے اپنے مدرسانہ انداز میں ایک مختصر سا رسالہ لیننیت کے بنیادی اصول“ تحریر کیا اس میں لینن کی تعلیم کو اس طرح پیش کیا تھا کہ حکمران طبقہ کا ہر تجزیہ آدمی آدمی اصل تعلیم کے مطابق معلوم ہو۔ پارٹی کے جنرل سیکرٹری نے اس کا مطالعہ ہر پارٹی ممبر پر فرض قرار دیدیا۔ اسی زمانہ میں ہمیں لاکھ مجبور جو سیاسی طور پر ناخواندہ اور تمدنی طور پر انفرادیت پسند تھے پارٹی کے ممبر بنائے گئے اور ان کی سیاسی تعلیم کے لئے یہ مختصر رسالہ قرار پایا۔ اس رسالہ میں حکمران طبقہ کے جدید مذہب کے اصول درج تھے۔ اس مذہب کا نام سیاسی مصالحہ کی بنا پر اسٹالینیت کی بجائے لیننیت قرار دیدیا گیا تھا۔

انقلاب روس کو صرف ۲۶ سال گزرے ہیں تاہم کئی لحاظ سے ہم اس انقلاب سے اتنے قریب ہیں کہ حقائق ہنوز سیاسی تاریخی میں گم ہیں گذشتہ سالوں کا موجودہ روس کی داخلی سیاست سے ہنوز اس درجہ گہرا تعلق باقی ہے کہ سیاسی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے محرم راز لوگوں کا انقلابی

تاریخ کے ختمہ حالات پر سے نقاب اٹھانا موجودہ حکمران طبقہ کے رجحانات پر ضرب لگانا ہوگا۔ شاید سائیکس کی موت کے کچھ عرصے بعد ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد کے حالات میں صرف تاریخی لحاظ سے دیکھی رہ جائے اس شکل میں شاید روس کے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۴ء تک کے واقعات زیادہ صفائی سے بیان کئے جانے لگیں یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اکابر بولشویک لئے جن میں سے ہر ایک غیر معمولی دل و دماغ کا انسان تھا متعدد تصانیف نہ چھوڑی ہوں لیکن جن مصالحوں کی بنا پر جیٹے کی سوانح کی طباعت کو حکمران طبقہ نے روکا یہاں تک کہ اس نے خود کشی کر لی بہت ممکن ہے اسی محدود زاویہ نگاہ کی بنا پر دوسرے اکابر بولشویکوں کی تصانیف شائع نہ ہونے دیکھی ہوں یہاں تک کہ وہ فنا کر دئے گئے۔

اس دنیا کی یہ رسم کہن ہے کہ اس میں تخریبی و تنظیمی رجحانات کے تصادم سے ترقی پیدا ہوتی ہے۔ انسانی ترقی میں باطل کا بھی نمایاں حصہ ہے جب بنی نوع انسان کے ارتقا کا یہی طریقہ کار ٹھہرتا ہے کیونکہ ممکن تھا کہ دنیا اشتراکیت کی منزل سے گزرتی اور باطل حکمران طبقہ کی شکل میں نمودار ہو کر اس کی ترقی کو نہ روکتا جس طرح دشمن کا حملہ مدافعت کرنے والے میں غلبہ پانے کا جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح باطل کا حملہ حق میں غلبہ پانے کا جوش پیدا کرتا ہے جس شدت سے باطل حملہ آور ہوگا اسی شدت سے حق اس پر غلبہ پانے کی کوشش کریگا۔ یہ مکافات کا قانون ہے جس لئے حکمران طبقہ پیدا کیا اور وہ دن دور نہیں کہ انہی قدر جو ماکسیت کی بنیادی حقیقتیں ہیں وہاں سروروسی معاشرہ میں جاری و ساری ہو جائیں گی۔

